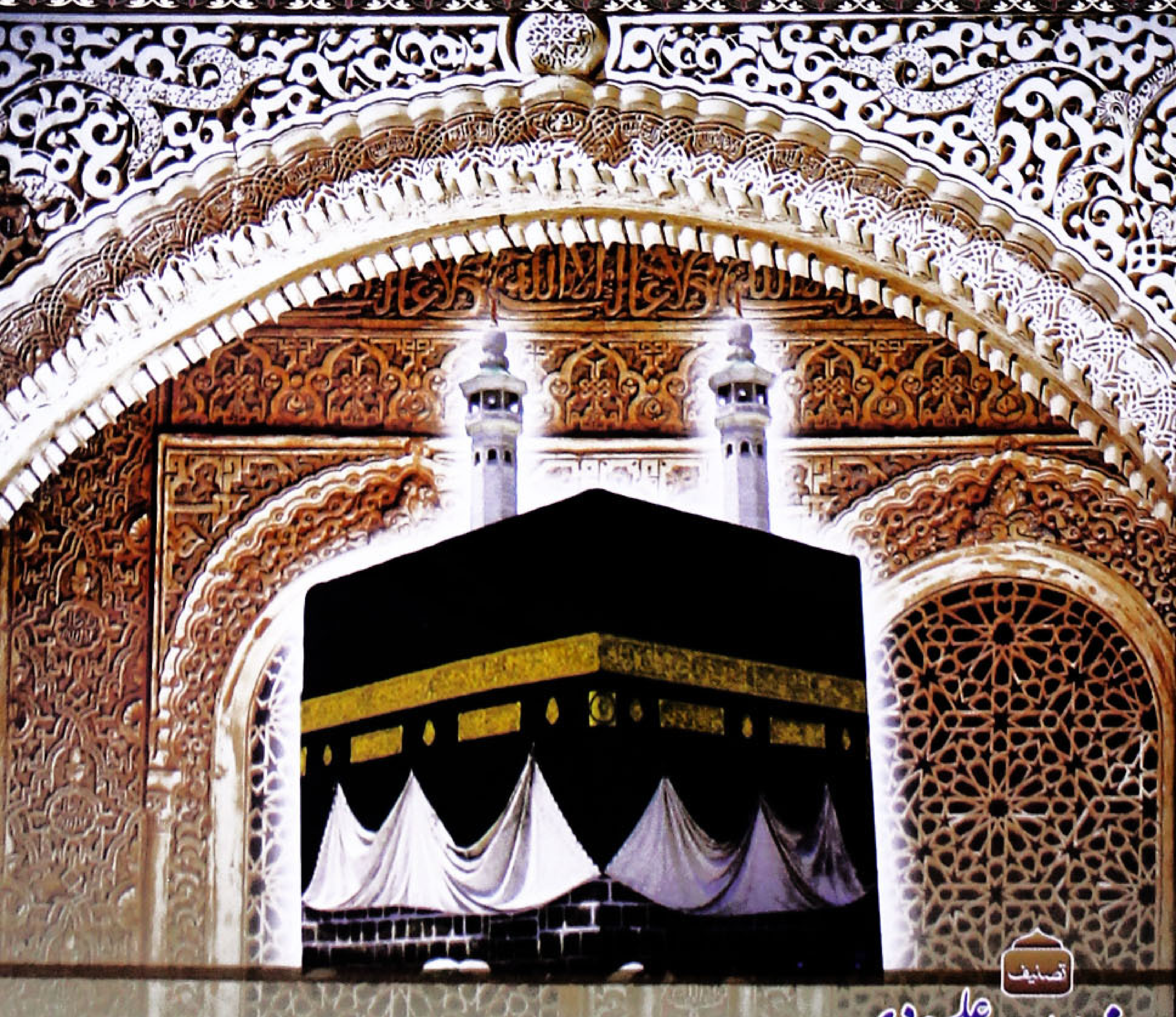
نماز مومن کی معراج ہے

ایک ایسی منفرد کتاب جس کے مطالعے سے یقیناً نماز پڑھنے کا شوق پیدا ہوگا

نماز کی حکمتیں



تصنیف

علامہ محمد ریاست علی مجددی

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

ایک ایسی منفرد کتاب جس کے مطالعے سے یقیناً نماز پڑھنے کا شوق پیدا ہوگا

نماز مومن کی معراج ہے

نماز کی حکمتیں

تصنیف

علامہ محمد ریاست علی مجددی

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11۔ گنج بخش روڈ، لاہور 37313885

E-mail: noorlarizvia@hotmail.com

نام کتاب	ـــــــ	نماز کی حکمتیں
تصنیف	ـــــــ	علامہ ریاست علی مجددی
طابع	ـــــــ	سیّد محمد شجاعت رسول قادری
بار اوّل	ـــــــ	دسمبر 2016ء
ناشر	ـــــــ	نوریہ رضویہ پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور
کمپیوٹر کوڈ	ـــــــ	1N0122
قیمت	ـــــــ	360 روپے

ملنے کا پتہ

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11- گنج بخش روڈ، لاہور

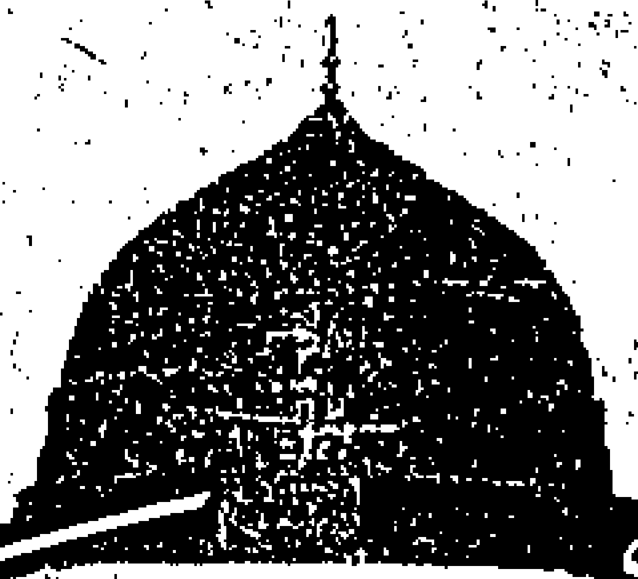
فون 042-37313885-042-37070663

Email:nooriarizvia@hotmail.com

مکتبہ نوریہ رضویہ بغدادی جامع مسجد گلبرگ اے فیصل آباد

فون:041-2626046

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



اَللّٰھُمَّ

صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ

وَصَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ

وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

حسنِ انتساب

١ اُس پاکباز بزرگ ہستی کے نام جس کے ہاتھ پر ہمارے خاندان کے پہلے فرد نے اسلام قبول کیا۔

٢ ہمارے خاندان کے اُس فرد کے نام جس نے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی غلامی اختیار کی۔

٣ ہمارے پردادا محمد حیات کے اُس بھائی کے نام جنہوں نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے شہر میں سکونت اختیار کرلی۔

٤ ہمارے دادا جان محمد دین کے نام جو میری تعلیمی ضروریات کا بجٹ ہمیشہ علیحدہ رکھا کرتے تھے اور میری تعلیمی ضرورت فوراً پوری کردیتے تھے۔

٥ میرے والدِ محترم بشیر احمد کے نام جنہوں نے ہمیشہ میری تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی۔

٦ دادی جان سردار بی بی کے نام جو ہمارے لئے دُعاؤں کا انمول خزانہ تھیں۔

٧ والدہ محترمہ حاجرہ بی بی کے نام جن کا اندازِ تربیت اور سحر خیز دُعائیں ہمارے لئے سرمایۂ حیات ہیں۔

٨ اپنے پیرومرشد سراج العارفین، شہبازِ طریقت، شارحِ مکتوباتِ امامِ ربّانی، سعید الاولیاء حضرت علامہ ابوالبیان پیر محمد سعید احمد مجددی قدس سرہٗ العزیز کے نام جن کی نگاہِ فیض سے بندۂ ناچیز یہ خدمت سرانجام دے سکا۔

٩ جانشین حضرتِ ابوالبیان، صاحبزادہ والاشان حضرت علامہ صاحبزادہ پیر محمد رفیق احمد مجددی دامت برکاتہم العالیہ زیب سجادہ درگاہ حضرت ابوالبیان رحمۃ اللہ علیہ گوجرانوالہ شریف کے نام جو جانشینی کا صحیح حق ادا کر رہے ہیں۔

ریاست علی مجددی

فہرست

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

لاہور

۲۰۰۰-۱۲-۰۴

۷ر رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ

عزیز گرامی قدر، فاضلِ اجل، صوفی صافی، محب صادق القاری

مولانا علامہ حضرت قبلہ محمد ریاست علی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اُمید ہے ہر طرح خیر وعافیت ہوگی۔ خداوند قدوس ہمیشہ آپ کو خوش اور سلامت رکھے، دُنیوی اور اُخروی نعمتوں سے بھرپور کرے۔ آپ کے علم وعرفان، معرفتِ حقیقی میں برکت دے۔ آپ کی عطا کردہ کتاب ''نماز کی حکمتیں'' میں نے لفظ لفظ پڑھی، واللہ! ایمان تازہ ہوا اور آپ کے لئے بیشمار دُعائیں فقیر کے دل سے نکلیں۔ بیسیوں قسم کی نماز کی کتابیں بازار میں ملتی ہیں، سبحان اللہ! ایسی محققانہ کتاب کہیں نہ لکھی دیکھی نہ پڑھی۔ آپ کی یہ کاوش ہمیشہ ہم ایسے گنہگاروں اور کم علموں سے خراجِ تحسین اور عقیدت حاصل کرتی رہے گی۔ آپ نے جس محققانا انداز میں تقریباً سترہ عنوان قائم کر کے وضاحت اور تفسیر کی ہے، اتنی عمر میں اس فقیر نے پیشتر نہیں دیکھی۔ حق تو یہ ہے کہ محکمہ تعلیم اس کتاب کو منظور کر کے ابتدائی تعلیمی نصاب میں شامل کرے تاکہ نوعمر طلباء کو حقیقتِ نماز سے آگاہی ہو کہ اس کفر والحاد اور بیدینی کے ماحول میں اُمتِ محمد علیٰ صاحبہا صلی اللہ علیہ وسلم کی نجات کا ذریعہ بنے، نیز لائبریوں میں بھی یہ کتاب ہونی چاہیے۔ اگرچہ یہ کتاب کمیت میں چھوٹی ہے۔ مگر کیفیت میں بڑی ضخیم کتابوں پر بھاری ہے۔ سبحان اللہ! نایاب موتی اور گراں بیش قیمت کا خزینہ ہے۔ مکرر دل سے خراجِ عقیدت پیش کرتا ہوں۔

اللہ ربُّ العزت آپ کے علم' تقویٰ' زہد' متانت اور سنجیدگی میں استحکام پختہ کرے۔ گنہگار فقیر دُعا گو کی دُعا ہے کہ آپ کو اِس علاقے کی قطبیت نصیب ہو اور ہم ایسے عاجز کم علم و عمل آپ کے مینارِ نور سے بہریاب ہوں۔

اے محترم عزیز' کر دیا آپ نے' کر دیا لکھنے کا حق ادا

اُمید ہے کہ کر رہے ہوں گے اپنے روضے میں محمد ﷺ دُعا

اٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

میری طرف سے بچوں کو ہزاروں دعوت' آپکے دوستوں تمام احباب کی خدمت میں سلام علیکم

عزیزم باؤ محمد اسحاق صاحب کے بچوں کو پیارا سلام علیکم

از

گنہگار دُعا گو حاجی برکت علی

خاکپائے سید سادات' قطب الاقطاب' حجۃ اللہ' نائب فخر امم' قاسم النعمالعم' حضرت ابوالحسن سیدی علی ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہوری جلابی ہجویری

پیش لفظ

غایت تخلیقِ انسان عبودیت ہے۔ عبودیت کے لئے عبد اور معبود کے درمیان ایک مستحکم تعلق حد درجہ ضروری ہے۔ یہ تعلق خود خالقِ کائنات نے حرفِ کن کہتے ہوئے کائنات میں جاری وساری کر دیا اور اپنا امر اپنے "خَلِیْفَةُ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ" میں پھونکتے ہوئے اسے ہر سمت اور جہت میں رواں دواں کر دیا۔ یہ امر باعثِ حیرت ہے کہ وہ تمام ادائیں جو تمام تر نوری تخلیق نے ہر آن، ہر لمحہ، ہر گھڑی معبودِ برحق کے حضور بجالائیں۔ ان سب کو حضرتِ انسان میں یکجا کر کے خالق و مالک نے صلوٰۃ کا روپ دے کر اپنے محبوب بندوں کی وساطت سے سماعت و ادراک حضرتِ انسان تک پہنچا دیا اور اپنے آخری رسول و محبوب ﷺ کو شبِ معراج بالخصوص اُمت خیر الانام ﷺ کے لئے تحفۂ معراج (صلوٰۃ) دے کر اپنی دائمی رضا کا یہ مژدہ کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچا دیا۔ صلوٰۃ کو اگر ایک نظام کہا جائے تو اس میں اقرار و اطاعت رب العالمین سے لیکر اپنی جبین نیاز تک اُس احکم الحاکمین کے حضور صدق سے جھکا دینے کے تمام تر عمل (Process) کو صلوٰۃ کہا جاتا ہے۔ لیکن عرفِ عام میں نماز ایک ایسی عبادت ہے جس میں تکبیر اولیٰ، قیام، رکوع، سجود اور جلسہ جیسی تمام ادائیں موجود ہیں جو عرشِ باری تعالیٰ پہ خدا تعالیٰ کے مقربین اپنی اپنی محبوب ادا کے ساتھ کئے جا رہے ہیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو جہاں ایک طرف یہ تمام تر ادائیں مظہرِ بندگی ہیں تو دوسری طرف سراسر عشق کی والہانہ سرمستیوں کا منہ بولتا ثبوت بھی ہیں۔ نماز ہر دور میں، ہر اُمت کیلئے کسی نہ کسی رنگ میں، کسی نہ کسی ادا میں فرضِ عبادت رہی ہے۔ ہمارے صلحاء، علماء اور فقہاء عظام نے ہر دور میں اس اہم ترین عبادت پہ اور اس کے اسرار و رموز پہ بہت سارا تخلیقی سرمایہ سپردِ قلم کیا ہے اور اُمتِ مصطفیٰ ﷺ کی رہبری کے لئے اپنا کردار بخوبی ادا کیا ہے۔ اس تخلیقی سرمائے میں نماز کے حوالے سے اس کی ادائیگی، عربی دعاؤں اور فرضیت کے حوالے سے قرآنِ مجید اور احادیث مبارکہ کے خزانے سے کئی گرانبار موتی چن چن کر اہلِ ذوق وشوق کی خدمت میں پیش کئے ہیں۔

محترم علامہ ریاست علی مجددی دامت برکاتہم کی ذاتِ عالیہ اس حوالے سے بڑی اہم ہے کہ وہ آج کے دور کے ایک حد درجہ اہم مردِ خود آگاہ پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت حضرت مولانا علامہ ابوالبیان پیر محمد سعید احمد مجددی صاحب کے انتہائی منظورِ نظر اور صاحبِ فکر حبیب ہیں اور

کچھ پڑھنے کو ملے' مثلاً پنج وقتہ نمازیں فرض ہونے کی حکمتیں...... پانچ نمازوں کے اندر سات فرائض کی حکمتیں...... پانچ نمازوں کے لئے پانچ وقت مقرر ہونے کی حکمتیں...... نماز کی رکعتیں مختلف ہونے کی حکمتیں...... جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی حکمتیں...... سترہ رکعتوں کی حکمتیں...... تعیّنِ قبلہ اور تخصیص کعبہ کی حکمتیں...... تکبیر تحریمہ...... ہاتھ باندھنے...... الحمد شریف پڑھنے...... تلاوت کرنے...... رکوع...... سجود...... تسبیحات...... ایک رکوع اور دو سجدے...... پہلے قیام پھر رکوع پھر قومہ پھر سجدہ اور پھر التحیات بیٹھنے کی حکمتیں...... اور آخر میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنے کی حکمتیں۔ اِن تمام موضوعات کو اکابر علمائے کرام کی کتب سے تلاش و تحقیق اور اسے نہایت احسن انداز میں پیش کرنے پر علامہ ریاست علی مجددی صاحب کو جتنا بھی ہدیۂ تبریک پیش کیا جائے اتنا ہی کم ہے۔ اصل میں یہ موضوعات اچھوتے ہونے کے علاوہ منفرد بھی ہیں کہ صاحبانِ ذوق وشوق ہر عہد میں ان کے متلاشی رہے ہیں کہ کچھ پڑھنے کو ملے۔ ظاہر ہے علم ہی عمل بنتا ہے اور عمل ہی حقیقی علم ہے۔...... یہ علامہ مجددی کا ذاتی ذوق وشوق ہے کہ اُنہوں نے اس موضوع پر ایک طویل عرصہ تلاش وتحقیق کی اور مطالعے کی جستجو نے اُن پر ایسے ایسے در وا کئے کہ وہ خود بھی اپنی ذات میں مینارۂ نور بنے اور آنیوالی نسلوں کے لئے بھی ایسا سرمایہ فکر چھوڑا۔ جس پہ عمل کرنے سے عرفانِ ذات سے عرفانِ ربی تک کی منازل بخوبی طے ہوسکتی ہیں۔

میں ذاتی طور پر اِس تصنیف لطیف کو سلسلۂ نقشبندیہ سعیدیہ کا ایک ایسا جاری و ساری فیضان سمجھتا ہوں جو مدتوں تک اہل علم کے سینوں کو گرماتا رہے گا اور اہل شوق کو شریعت وطریقت کے ایسے دلنشین دھارے سے ہمکنار رکھے گا جو ہمیشہ سے جاری ہے اور رہے گا۔ علامہ ریاست علی مجددی کے علم وفضل میں برکت' درازیٔ عمر اور علم وعرفان میں ترقی کی دعاؤں کے ساتھ یہ آرزو ہے کہ خداوند تعالیٰ ان کو اُمتِ مسلمہ کی رہبری اور رہنمائی کے لئے ایسے حسین وجمیل مرقعے ہمیشہ پیش کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے اور ان کی برکت سے اُمت مسلمہ معراج المؤمنین (نماز) کے حقیقی درک سے آشنا ہوکر زندگانی کی اعلیٰ ترین معراج پائے۔ امین ثم امین۔

خیر اندیش
ڈاکٹر انوار احمد اعجاز
ریسرچ سکالر دارالفیضان جی ٹی روڈ جہلم

عرضِ مؤلف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ، وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ شَفِیۡعِ الۡمُذۡنِبِیۡنَ ، رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ، سَیِّدِنَا وَ مَوۡلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصۡحَابِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ : اَمَّا بَعۡدُ!

تمام تعریفیں اُس رحمن و رحیم اللہ کریم کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو مرتبۂ کمال تک پہنچانے والا ہے۔ پھر لاتعداد درود و سلام سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، مقصودِ کائنات، زینتِ کائنات احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں۔

اللہ تعالیٰ نے جب سے حضرتِ انسان کو تخلیق فرمایا ہے۔ اس کی رہنمائی کے لئے اولو العزم نبی اور رسول تشریف لاتے رہے۔ سب سے آخر میں اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی آمد کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا۔ اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آ سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو لاتعداد خوبیوں اور کمالات سے نوازا، بلکہ جتنے کمالات پہلے تمام انبیاء و مرسلین کو عطا فرمائے، وہ تمام بدرجۂ اتم اور ان کے علاوہ بے حد و بے حساب کمالات اپنے پیارے محبوب، ہم سب کے نبی و رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو عطا فرمائے۔ جہاں ان میں حضور نبی کریم ﷺ کی بلند مرتبہ شان کا اظہار ہوتا ہے، وہیں ان میں بے شمار اسرار و رموز اور حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو خوبیاں اور کمالات عطا فرمائے اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ ﷺ نے جتنے احکاماتِ الٰہی لوگوں کو بتائے اُن میں فوائد کے ساتھ ساتھ بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ انہیں احکام میں سے ایک اہم حکم نماز ہے۔ نماز کے ہر ہر ارکان میں لاتعداد حکمتیں مضمر ہیں۔ علمائے کرام، محدثین عظام، مشائخ کبار اور صاحبانِ علم و دانش نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اُن سے نقاب کشائی فرمائی ہے۔ یہ انمول موتی حکمتوں کی صورت میں مختلف کتابوں میں بکھرے پڑے تھے۔ بندۂ ناچیز نے ان کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی ہے۔

یہ سب اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور حضور نبی کریم ﷺ کی کرم نوازی۔ میرے والدین کی دُعاؤں اور میرے آقا و لی نعمت، شیخ طریقت، سراج العارفین، شارح مکتوباتِ امامِ ربانی، حضرت علامہ مولانا پیر ابو لبیان محمد سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی نظرِ کرم کا نتیجہ ہے۔ اس لئے یہ کاوش میں آپ ہی کی نظر کر کے دلی سکون محسوس کر رہا ہوں۔

اسلام کے اہم رکن نماز کی حکمتوں میں سے انمول پھول چن کر یہ خوبصورت گلدستہ تیار کیا گیا ہے، بارگاہِ الٰہی میں دُعا ہے کہ اِس کی خوشبو سے مومن مسلمانوں کے دل کی کلی کھل اُٹھے، دماغ مُعطر ہو جائے، ایمان کو تازگی نصیب ہو اور تمام مومن مسلمان (مرد و خواتین) پانچ وقت کے نمازی بن جائیں۔

اس کتاب کی تکمیل کے سلسلے میں جن ساتھیوں نے تعاون فرمایا، ان میں سے ڈاکٹر اَنوار اَحمد اِعجاز صاحب نے حرفِ تقدیم لکھ کر اَپنے جذبات کا اِظہار فرمایا، ڈاکٹر صاحب موصوف نے جو کچھ اِس عاجز کے متعلق لکھا ہے، وہ اُن کا حسنِ ظن ہے ورنہ ''من آنم کہ من دانم''۔ صاحب تحقیق و جستجو، ہمدردِ اہل سنت، محافظِ عقائدِ اہل سنت، حضرت علامہ مولانا مولانا محمد نعیم اللہ خاں قادری، بی ایس سی، بی ایڈ، ایم اے، اُردو، پنجابی، تاریخ (آف کامونکی) نے اپنا انتہائی قیمتی وقت نکال کر نظر ثانی فرمائی اور احادیث کی تخریج بھی فرمائی، محمد علیم خاں (آف مغل چک) جو اپنا قیمتی وقت نکال کر اہم مشوروں سے نوازتے رہے اور حوالہ جات کے لئے کتابیں بھی فراہم کرتے رہے۔ صاحب کمال ہستی، ہمدردِ انسانیت، اُمت مسلمہ کی اصلاح کا جذبہ رکھنے والے، تقریباً چھ سال کی عمر سے ہر جمعرات کو حضور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ حاضری دینے والے حاجی محمد برکت علی صاحب کا بے حد ممنون ہوں جنھوں نے پہلے ایڈیشن کو حرف بہ حرف پڑھ کر حوصلہ افزائی فرمائی اور دُعائیہ خط بھی لکھا، جو اس اشاعت میں شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا ہے کہ سب کو دارین کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے...... آمین

یہ کتاب پہلے ۲۰۰۰ء میں چھپی تھی، اس مرتبہ مزید اضافے اور نئی ترتیب کے ساتھ چھپ رہی ہے۔ کئی اضافی مضامین کے ساتھ ایک مضمون ''تعارفِ حکمت'' بھی ہے، اُمید ہے قارئین کرام پسند فرمائیں گے۔ گذارش ہے کہ جہاں کہیں کوئی سقم نظر آئے تو بجائے تنقید کے اصلاحی پہلو کے پیشِ نظر ضرور آگاہ فرمائیں۔ ان شاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اُس کی تصحیح کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس سے استفادہ کرنے والوں کی خدمت میں عرض ہے کہ

اپنی دعاؤں میں اس عاجز راقم الحروف کو ضرور یاد رکھیے گا۔

[پہلی اشاعت میں ''ابتدائیہ'' کے زیر تحت چند کرم فرماؤں کے نام تھے' جنہوں نے میرے ساتھ بھرپور تعاون کیا' ملاحظہ فرمائیں

میرے بھائی ڈاکٹر شفاقت علی مجددی نے اپنے شعبے کے مطابق تعاون کیا اور چھوٹے بھائی حافظ لیاقت مجددی نے پروف ریڈنگ فرمائی۔ میرے دوست ذوالفقار احمد سوہل صاحب نے بہت تعاون فرمایا اور رانا محمد نصر اللہ صاحب (آف تھانہ بازار کاموکی) نے کچھ مالی تعاون بھی فرمایا۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو جزائے خیر دے اور نیک حاجات پوری فرمائے۔ اسلامک ویلفیئر سوسائٹی کے صدر قاضی محمد مصطفیٰ جنہوں نے اس وقت اپنی اس تنظیم کے شعبہ نشرواشاعت کے پلیٹ فارم پر شائع کرنے کا اہتمام فرمایا۔

(نوٹ:۔ ذوالفقار احمد چیف (سوہل) جو ہمارے آفس کے بہت اچھے ساتھی تھے' تنظیمی شوق کے ساتھ ساتھ مذہبی لگاؤ بھی بہت زیادہ تھا۔ اکثر فضیلت والی راتوں کے موقع پر راقم سے ان راتوں کے فضائل لکھوا کر لے جاتے تھے' پھر صبح اپنی کیفیات بھی بتاتے تھے اب اس دنیا میں نہیں ہیں وہ عالم برزخ میں پہنچ چکے ہیں' اللہ تعالیٰ آپ کی قبر کو منور فرمائے اور اگلی منزلیں ان کے لئے آسان فرمائے.....آمین)]

سید شجاعت رسول شاہ قادری صاحب ناظم نوریہ رضویہ پبلی کیشنز لاہور کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں کہ آپ اسے طباعت کے خوبصورت زیور سے آراستہ فرما رہے ہیں' اللہ تعالیٰ آپ کے اس ادارے میں برکت اور ترقی عطا فرمائے آمین۔

آخر میں حضور نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے بارگاہِ ربّ العزت میں دست بدعا ہوں کہ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرماتے ہوئے ہم سب کے لئے ذریعہ نجات بنادے.....آمین۔ یاربّ العالمین' بجاہِ سید المرسلین ﷺ

طالبِ شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ

ریاست علی مجددی

خطیب جامع مسجد خوشبوئے مصطفیٰ ﷺ

کوٹ قاضی حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ

یکم شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ/ جون' ۲۰۱۳ء

تعارفِ حکمت

ہر وہ بات جو حق کے موافق ہو وہ حکمت کہلاتی ہے...علم اور عقل سے حق کی مطابقت حکمت کہلاتی ہے...خشیت الٰہی حکمت کہلاتی ہے...قول وعمل کی دُرستگی اور ہر شئے کو اُس کا مقام دینا حکمت کہلاتا ہے...اعلیٰ ترین علوم کے ذریعے اعلیٰ ترین اشیاء کا علم حکمت کہلاتا ہے...علمِ فقہ حکمت کہلاتا ہے...اللہ تعالیٰ کا خوف اساسِ حکمت کہلاتا ہے...قرآن کی تفسیر کا علم اور اس میں بصیرت کا عطا ہونا حکمت کہلاتا ہے۔

قرآنِ پاک میں حکمت کا ذکر

قرآنِ پاک میں حکمت کا لفظ تقریباً ۱۷ مقامات پر آیا ہے' ملاحظہ فرمائیں:

آیت نمبر ① ...... رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ؕ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

﴿پ ۱ سورۃ البقرہ:۱۲۹﴾

اے ہمارے رب! ان میں انہی میں سے اپنا رسول برحق ﷺ بھیجنا کہ ان کے سامنے تیری آیات پڑھا کریں گے وہ انہیں کتاب الٰہی کے علوم سے مالا مال کر دیں گے' وہ انہیں حکمت کا علم دیں گے اور ان کے قلب ونظر کو پاک صاف کر دیں گے' اے اللہ! بے شک تو ہی ہے بڑے غلبے' بڑی حکمت والا۔

آیت نمبر ② ...... كَمَآ أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا

وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ﴿پ۱، سورۃ البقرہ:۱۵۱﴾

اے اہل ایمان اللہ تعالیٰ کی اس نعمت تمام کو تم یوں سمجھو جیسا کہ ہم نے تم میں تمہی میں سے وہ ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیج دیا ہے جو تمہارے سامنے ہماری آیات پڑھتے ہیں وہ تمہیں پاک کرتے ہیں وہ تمہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں۔

آیت نمبر ③ ...... وَمَا اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ﴿پ۲، سورۃ البقرہ:۲۳۱﴾

اور تمہیں نصیحت کرنے کے لئے تم پر کتاب اور دانائی کی جو باتیں نازل فرمائی ہیں انہیں خوب یاد رکھا کرو۔

آیت نمبر ④ ...... وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ﴿پ۲، سورۃ البقرہ:۲۵۱﴾

حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اختیارات دے دیئے اور حکمت عطا فرمائی اور جو بھی چاہا انہیں علم مرحمت کیا۔

آیت نمبر ⑤ ...... يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿پ۳، سورۃ البقرہ:۲۶۹﴾

وہ جسے چاہتا ہے حکمت عطا فرما دیتا ہے اور جسے حکمت عطا ہو گئی سو وہ بہت بڑی خیر و برکت سے نوازا گیا۔

آیت نمبر ⑥ ...... وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿پ۳، سورۃ آل عمران:۴۸﴾

اور اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کتاب الٰہی اور حکمت کا علم عطا فرمائے گا اور تورات اور انجیل کا عالم بنائے گا۔

آیت نمبر ⑦ ...... وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ

حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآئَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ط

﴿پ ۳، سورۃ آل عمران: ۸۱﴾

اور جب اللہ تعالیٰ نے سارے پیغمبروں سے پختہ عہد لیا تھا کہ جب بھی میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کروں گا پھر اسی عالم میں تمہارے ہاں وہ رسول برحق ﷺ تشریف لے آئیں جو اس کتاب حق کو جو تمہارے ساتھ ہوگی سچا بتائیں تو تمہیں لازماً ان پر ایمان لانا ہوگا اور ان کی مدد کرنا ہوگی۔

آیت نمبر ⑧ ...... لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

﴿پ ۴، سورۃ آل عمران: ۱۶۴﴾

بے شبہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو اپنا یہ احسان جتاتا ہے کہ اس نے ان میں انہی میں سے ایک وہ رسول ﷺ بھیجا ہے جو ان کے سامنے اس کی آیات پڑھتے ہیں اور انہیں پاک صاف کر دیتے ہیں اور انہیں کتاب حق کا علم عطا کرتے ہیں اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

آیت نمبر ⑨ ...... فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا۔ ﴿پ ۵، سورۃ النساء: ۵۴﴾

سو ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خانوادے کو کتاب حق بھی دی اور حکمت بھی عطا فرمائی اور ہم نے انہیں بہت ہی بڑا اختیار بھی دیا۔

آیت نمبر ⑩ ...... وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔ ﴿پ ۵، سورۃ النساء: ۱۱۳﴾

اے نبی امین ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر کتاب برحق اور حکمت نازل فرمائی ہے اور جو کچھ بھی آپ ﷺ نہیں جانتے تھے سب کا علم آپ ﷺ کو عطا فرما دیا ہے۔

آیت نمبر ⑪ ...... وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ۔

﴿پ ۷، سورۃ المائدہ: ۱۱۰﴾

اور جب میں نے آپ کو کتاب اور حکمت کا مکمل علم عطا فرمایا تورات اور انجیل کے علوم سے شناسا کیا۔

آیت نمبر ⑫ ...... اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ۔ ﴿پ ۱۴، سورۃ النحل: ۱۲۵﴾

اے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ حکمت کے ساتھ اور نہایت عمدہ نصیحت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف بلایئے اور ان سے گفتگو ہو تو نہایت حسین طریقے سے۔

آیت نمبر ⑬ ...... ذٰلِكَ مِمَّا اَوْحٰى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ

﴿پ ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل: ۳۹﴾

یہ ساری باتیں اس حکمت سے ہیں جو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پروردگار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک وحی سے پہنچائی ہیں۔

آیت نمبر ⑭ ...... وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ط

﴿پ ۲۲، سورۃ احزاب: ۳۴﴾

اور تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی جو آیات پڑھی جائیں اور جو حکمت بیان ہو وہ یاد رکھا کرو۔

آیت نمبر ⑮ ...... وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ

﴿پ ۲۳، سورۃ ص: ۲۰﴾

اور ہم نے ان کی حکومت کو مضبوط بنایا تھا اور ہم نے انہیں حکمت بھی دی تھی۔

آیت نمبر ⑯ ...... حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ۔ ﴿پ ۲۷، سورۃ القمر: ۵﴾

اور کامل دانائی کی باتیں موجود ہیں تو نصیحتیں انہیں کوئی فائدہ نہیں دیتیں۔

آیت نمبر ⑰ ...... يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ

وَالْحِكْمَةَ ﴿پ ۲۸ سورۃ الجمعۃ:۲﴾

جوانہیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں اور پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں۔

حدیث میں حکمت کا ذکر

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مولا علی پاک رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا:

أَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا ﴿ترمذی شریف' مناقب علی رضی اللہ عنہ﴾

میں حکمت کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہے۔

ایک اور مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ فِیْنَا الْحِكْمَةَ اَهْلِ بَیْتٍ ﴿مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ﴾

اللہ کا شکر ہے جس نے ہم اہل بیت کو حکمت عطا کی۔

حکمت سے مراد ہر وہ بات ہے جو آدمی کو تنبیہ کرے' اس کو نیکی کی طرف بلائے اور برے کام سے روکے...... حکمت سے مراد وہ قوت ہے جو عقل اور رائے کی دُرستگی اور اس سے پیدا ہونے والی اخلاقی شرافت کی جامع ہو...... حکمت سے مراد عقل ہے ...... حکمت سے مراد تمام اُمورِ دین و دُنیا کی اصلاح ہے...... حکمت سے مراد اعلیٰ چیزوں کی پہچان بہترین علوم کے ذریعے حاصل کرنا ہے...... حکمت سے مراد ہر وہ بات ہے جس سے فعل صحیح پیدا ہو...... حکمت سے مراد دین کی سمجھ بوجھ اور فہم و فراست ہے...... حکمت سے مراد سنت ہے...... حکمت سے مراد اشیاء کی حقیقت کو ان کی اصلیت کے مطابق جاننا ہے...... حکمت معرفت کی روشنی' تقویٰ کی میراث اور سچائی کا پھل ہے اور اللہ نے کسی بندے پر حکمت سے بڑی' بالاتر' وافر اور خوش نما نعمت عنایت

نہیں کی..... حکمت سے مراد وہ ذہنی وفکری بصیرت ہے جس سے انسان معرفت حقائق اوراشیاء کے عیوب وخواص کے جملہ پہلوؤں کا علم حاصل کرتا ہے..... حکمت سے مراد وہ علم صحیح ہے جو اتنا پختہ اور طاقت ور ہو کہ وہ انسانی ارادہ کو حکماً عمل خیر کی طرف متوجہ کر دے..... حکمت اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے جس کو وہ اپنے عارفوں کے دلوں کی طرف بھیجتا ہے تا کہ دُنیا کے مضر اثرات کا ازالہ کرے..... حکمت سے مراد فہم الکتاب ہے..... حکمت سے مراد انسانی سعادت ہے خواہ دنیوی ہو یا اُخروی ہو...... حکمت سے مراد خشیتُ الٰہی ہے..... حکمت سے مراد قرآن کی تفسیر ہے کیونکہ اسے نیک و بد دونوں پڑھتے ہیں..... حکمت سے مراد دین کی سمجھ بوجھ اور وہ رحمت ہے جو بندوں کے دل میں اللہ تعالیٰ پیدا فرمایا ہے..... حکمت سے مراد معاملات میں اصابت رائے ہے..... حکمت سے مراد حقائق قرآنی کا ادراک اور بصیرت ہے۔

(اس مضمون کی تیاری کے وقت علی وقار قادری صاحب کی تصنیف ''حکمت کا معنیٰ ومفہوم'' پیش نظر رہی)

نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور نماز کی فرضیت

کتاب ''شرف المصطفیٰ'' میں ابو موسیٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت ہے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ مقدس جمیع موجودات سے کافی عرصہ پہلے اللہ تعالیٰ نے موجود فرمایا۔ تب فراشانِ قدرت نے فضاءِ قربت میں اُس نور کے لئے ایک بساط مرتب فرمایا اور اُس بساط پر اللہ جل شانہٗ کی توفیق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ مقدس نے طواف کیا اور اس عالم الغیب میں کافی مدت تک طواف میں مشغول رہے حتیٰ کہ اللہ جل شانہٗ کی طرف سے آپ کے نورِ مقدس کو سجدہ کا حکم نازل ہوا۔ تب اس نورِ مقدس سے اس عالم الغیب کے تین سو سال جس کا ایک دن ہمارے جہان کے ایک ہزار برس کے برابر ہے نورِ مقدس نے سجدہ میں یہ تسبیح پڑھی۔

سُبْحَانَ الْعَلِيْمِ الَّذِیْ لَا يَجْهَلُ سُبْحَانَ الْعَلِيْمِ الَّذِیْ لَا يَعْجَلُ سُبْحَانَ الْجَوَّادِ الَّذِیْ لَا يَبْخَلُ

از اں جملہ وہ روایت معتبر اور مشہور ہے جس کو امام نجم الدین عمر نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''بحر العلوم'' میں درج کیا ہے' بیان کی جاتی ہے' وہ یہ ہے کہ حضرت سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات کا نور تمام موجودات سے بہت پہلے پیدا ہوا تو اس نور کے لئے بارہ حجاب مرتب ہوئے اور ہر حجاب میں جس قدر کہ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا وہ نور پُرسرور رہا' چنانچہ: یہاں بھی لکھے جاویں۔

پہلے حجابِ قدرت میں بارہ ہزار برس اس تسبیح میں مشغول رہا:

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی

دوسرے حجابِ عظمت میں گیارہ ہزار برس یہ تسبیح کہتا رہا:

سُبْحَانَ عَالِمِ السِّرِّ وَاَخْفٰی

تیسرے حجابِ سنت میں دس ہزار برس یہ تسبیح پڑھی:

سُبْحَانَ الرَّفِیْعُ الْاَعْلٰی

چوتھے حجابِ رحمت میں نو ہزار برس یہ تسبیح پڑھی:

سُبْحَانَ الْحَیِّ الْقَیُّوْمِ

پانچویں حجابِ سعادت میں آٹھ ہزار برس یہ تسبیح یاد کی:

سُبْحَانَ مَنْ هُوَ دَائِمٌ لَا یَسْهُمْ

چھٹے حجاب میں سات ہزار برس یہ تسبیح پڑھی:

سُبْحَانَ مَنْ هُوَ غَنِیٌّ لَا یَفْتَقِرُ

ساتویں حجابِ منزلت میں چھ ہزار برس یہ تسبیح یاد کی:

سُبْحَانَ الْعَلِیْمِ الْحَلِیْمِ

آٹھویں حجابِ ہدایت میں پانچ ہزار برس اس ورد میں شغل اختیار فرمایا:

سُبْحَانَ ذِی الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ

نویں حجابِ نبوت میں چار ہزار برس یہ ذکر کیا:

سُبْحَانَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا یَصِفُوْنَ

دسویں حجابِ رفعت میں تین ہزار برس یہ تسبیح خوانی کی:

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكُ وَالْمَلَكُوْتِ

گیارہویں حجابِ ہیبت میں دو ہزار برس یہ ورد کیا:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ

اور بارہویں حجابِ شجاعت میں ایک ہزار برس یہ ذکر کیا:

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ

جب ان حجابوں کو طے فرمایا تو دس نورانی دریاؤں میں سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ مقدس کو گزارا گیا۔

پہلے نورانی دریائے شفاعت میں ہزار برس تک ''ربی ربی'' کہتے ہوئے تیرتے رہے۔

دوسرے دریائے نصیحت میں دو ہزار برس تک ''الٰہی الٰہی'' کہتے ہوئے تیرتے رہے۔

تیسرے دریائے شکر میں تین ہزار سال تک ''یا سیّدی یا سیّدی'' کہتے ہوئے پھرتے رہے۔

چوتھے دریائے صبر میں چار ہزار برس ''یَا اَحَدُ یَا اَحَدُ'' کہا۔

پانچواں دریائے سخاوت میں پانچ ہزار برس ''یَا وَاحِدُ یَا وَاحِدُ'' کہا۔

چھٹے دریائے انابت میں چھ ہزار برس ''یَا فَرْدُ یَا فَرْدُ'' کہا۔

ساتویں دریائے یقین میں سات ہزار برس ''یَا عَلِیُّ یَا عَلِیُّ'' پڑھا۔

آٹھویں دریائے حلم میں آٹھ ہزار برس غوطہ لگایا اور ''یَا عَظِیْمُ یَا عَظِیْمُ'' کہا

نویں دریائے قناعت میں نو ہزار برس گم رہ کر ''یَا رَءُوْفُ یَا رَءُوْفُ'' پڑھا

اور دسویں دریائے محبت میں دس ہزار برس تیرتے ہوئے ''سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ یَا اللّٰہُ یَا کَرِیْمُ'' پڑھا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دریائے محبت کے کنارے پر نور کے دس بساط پیدا فرمائے، اُن میں سے ہر ایک بساط کی وسعت اور فراخی ساتوں آسمانوں اور زمینوں سے ستر گنا زیادہ تھی۔ پھر ایک بساط پر سات سو مقامات مقرر کیے گئے۔ توحید... معرفت... ایمان... اسلام... خوف... رجا... شکر... صبر... خضوع... خشوع... انابت... خشیت... ہیبت... حیرت... قناعت... تفویض... اور ارادت اور ایسے دیگر مقامات جن

کا آخری مقام محبت ہے' ان مقامات میں سے ہر ایک مقام میں حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ایک ایک ہزار برس ٹھہرا رہا۔

جب ان سات سو مقامات کو عبور فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے میرے حبیب کے نور میں کون ہوں؟ تو الہام پا کر عرض کی کہ تو میرا اللہ ہے' پیدا کرنے والا' اور فنا کرنے والا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے حبیب کے نور تو نے مجھے پہچانا جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے۔ اب میری اس طرح عبادت کر جیسا کہ عبادت کرنے کا حق ہے تا کہ سب خلائق کو علم ہو۔ خوب پہچاننے کی علامت خوب عبادت کرنا ہے۔ پھر وہ نور عبادتِ الٰہی میں مشغول ہوا اور پورے سترہ ہزار برس قیام میں رب تعالیٰ کی عبادت کی۔ پھر حق تعالیٰ نے اپنی ذات سے نور کا عطیہ آپ کو بخشا تو نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بہ سبب اس عنایت الٰہی کے سجدۂ تہنیت بجالایا اور بہ سبب سجدہ کے حق تعالیٰ کی نظر خاص متوجہ ہوئی اور اس سعادت کی وجہ سے خصوصیت زیادہ نصیب ہوئی اور اس سجدہ کے باعث سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت پر صبح کی نماز فرض ہوئی۔ پھر اس نورِ مقدس نے سترہ ہزار برس قیام کیا اور عطیہ الٰہی کی خلعت سے مشرف ہو کر سجدہ کیا تو آپ پر اور آپ کی اُمت پر ظہر کی نماز فرض ہوئی۔ پھر قیام کر کے سجدہ سے سرفراز ہوئے تو عصر کی نماز فرض ہوئی۔ پھر قیام اور سجدہ کیا تو مغرب کی نماز فرض ہوئی۔ پھر قیام کر کے سجدہ کیا تو عشاء کی نماز فرض ہوئی۔

پھر اس نورِ مبارک نے دوگانہ نفل کی ادائیگی کی توفیق پائی مگر اس دوگانہ کو کئی ہزار برس میں ادا کیا۔ جیسا کہ منقول ہے کہ تکبیر تحریمہ ہزار برس اور قیام ہزار برس اور رکوع ہزار برس اور قومہ ہزار برس اور ہر سجدہ ہزار ہزار برس اور ہر جلسہ ہزار ہزار برس میں ادا فرمایا اور دوسری رکعت اسی طرح ادا فرمائی اور تشہد میں ہزار برس اور ہر ہر سلام میں ہزار ہزار برس صرف ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے حبیب کے نور تیری عبادت قبول ہے اب میرے دربار سے جو چاہو طلب کر لو۔

تو آپ ﷺ نے یہ دُعا کی: الٰہی مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تو مجھے ایک قوم کا پیشوا کرے گا اور اُن کو میری اُمت اور میرے تابع بنائے گا اور عبادت فرض کرائے گا اور بہ مقتضائے بشریت اُن سے ادائیگی عبادات میں قصور ہوگا۔ آج کے دن میں اپنی عبادت اپنی اُمت کے کام میں صرف کر کے اُن کے لئے مغفرت کی خلعت چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے حبیب کے نور! جو انعام اس دُعا میں طلب کیا مجھے بہت پسند ہے۔ تب خواجہ کائنات ﷺ کا نورِ مبارک عنایات اور نوازشاتِ خداوندی کا مشاہدہ کر کے خوش وخرم ہوا اور آپ کو پسینہ آیا اور نور کے چند قطرات مترشح ہوئے۔ حق تعالیٰ نے ایک قطرہ کو منظورِ نظر خاص بنایا اور ایک لاکھ چوبیس ہزار قسم بنا کر ہر ایک قسم سے ایک ایک پیغمبر کی روح پیدا فرمائی اور دوسرے قطرے کے دس حصے بنائے۔ ایک سے حضرت جبرائیل علیہ السلام اور دوسرے سے حضرت میکائیل علیہ السلام اور تیسرے سے حضرت اسرافیل علیہ السلام اور چوتھے سے حضرت عزرائیل علیہ السلام اور پانچویں سے حاملین عرش اور چھٹے سے رضوان اور ساتویں سے ساکنانِ عرش اور آٹھویں سے دردائیل علیہ السلام اور نویں سے حضرت راس الہدیٰ علیہ السلام پیدا کئے اور دسویں کے دس حصے بنا کر عرش اور کرسی اور لوح اور قلم اور آفتاب اور ماہتاب اور ستارے اور بہشت اور رضوان کے آٹھوں خلفاء اور ہر ہر خلیفہ کے آٹھ آٹھ ہزار خادم فرشتے پیدا کئے اور دسویں حصے سے ایک جوہر جس کا طول وعرض چار چار ہزار برس کی راہ تھا پیدا فرمایا اور اس جوہر کو نظر ہیبت سے دیکھا تو وہ جوہر ہیبت الٰہی سے بیقرار ہو کر نصف پانی اور نصف آگ ہوگیا۔ پھر اس پانی سے دریا بہہ پڑے اور ان دریاؤں کی امواج سے ہوا پیدا ہوئی اور اس آگ کو پانی پر غالب کیا تو وہ پانی جوش میں آیا تو اس سے جھاگ پیدا ہوئی جو زمین بن گئی اور جو بخارات اوپر اٹھے وہ آسمان بن گئے۔ جب زمین لرزہ سے بیقرار ہوئی تو پہاڑوں کو میخیں بنادیا اور جب برقِ عزت پہاڑوں

پر گری تو اُس سے معدن اور کانیں پیدا ہوئیں اور لوہا جب پتھر سے ٹکرایا تو دوزخ پیدا ہوئی۔ اس کے بعد زمین کو پھیلایا تا کہ وحوش اور پرندے اور درندے اور گزندے اور چار پائے اور آدمی بہ سہولت زندگی گزار سکیں۔ پھر زمین کو سات طبقے بنایا اور ہر طبقے سے ایک مخلوق کو آباد فرمایا اور جنات کو زمین پر تصرف عطا فرمایا اور بہشت کو ہفت افلاک سے اوپر اور دوزخ کو تحت الثریٰ سے نیچے متمکن کیا اور جہان میں روشنی اور حساب کے لئے سورج، چاند اور ستاروں کو چمکایا اور روشنی اور تاریکی کے مواد سے دن اور رات کو پیدا فرمایا۔ ﴿معارج النبوت جلد اوّل ☆ ریاج الازہار باب ۳﴾

تحفۂ معراج

نماز دیاں برکتاں

ایہہ نماز نیاز کمال تحفہ لکھاں اوگناں تے پردے پا دیوے
ایہہ نماز مکالیاں گندیاں نوں دھو مانج کے صقل چڑھا دیوے
فحشہ بے حیائیاں نوں دُور کر کے ایہہ نماز حضور پہنچا دیوے
کدی پڑھیئے محبت دی لاگ لا کے ایہہ نماز سب راز بتا دیوے
ظاہر باطن صفائیاں دا نور چشمی ایل میل تمام اڈا دیوے
ایہہ نماز معراج اے موِمناں نوں باطن ملک دے سیر کرا دیوے
ولی پیر فقیر نماز کردی غوث قطب ابدال بنا دیوے
ایہہ نماز نہ چھڈی پیغمبراں نے ہووے کون جو سیس اُٹھا دیوے
جان بجھ جو ترک نماز کردا رب کافراں نال سزا دیوے
بے نماز دا قلب سیاہ مُردا اُتوں صورتاں لکھ سجا دیوے
اجکل بے نماز کئی بنے مُرشد انہاں پاپیاں نرگ جلا دیوے
مسلمان نماز دے باجھ کہیا بھاویں پیریاں لکھ جگا دیوے
دم دم نال نماز مجہول آکھن اسی پڑھیئے ابلیس پڑھا دیوے
ناہیں باجھ نماز نجات ہرگز ڈھوئی رب ناہیں کِسے جا دیوے
دائم منگ نماز شبیر رضی اللہ عنہ والی تلے تیغ دے فرض نبھا دیوے

تعارفِ نماز

ارکانِ اسلام تعداد میں پانچ ہیں اور نماز اسلام کا دوسرا رکن ہے، جس کے لئے عربی زبان میں لفظ صلوٰۃ استعمال ہوا ہے۔ نماز کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ توحید کے بعد نبی کریم ﷺ کو جو پہلا حکم ملا وہ نماز کا تھا۔ نماز ایک ایسی عبادت ہے جو کسی شخص سے کسی حال میں بھی معاف نہیں ہوتی، بلکہ ہر حال میں اس کو قائم کرنا ہوتا ہے۔ نماز کے قائم کرنے کی تاکید قرآنِ مجید میں بار بار آئی ہے اور یہی وہ عبادت ہے جو دن میں پانچ مرتبہ قائم کرنے کے لئے کہی گئی ہے۔ چونکہ اسلام کا تصورِ عبادت اپنا خاص مفہوم رکھتا ہے اور اس کی رو سے ہمارا سونا جاگنا، اُٹھنا بیٹھنا، اور کھانا پینا غرضیکہ سب کچھ ہی اللہ کے قانون کی پابندی میں اور اُس کی خوشنودی کے تحت ہوتا ہے اس لئے عبادت کے اس مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے جب ہم نماز کی تعریف کرتے ہیں تو ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ

"بندوں کے وہ تمام اچھے کام اور نیک اعمال جن کا تعلق تنہا خالق اور مخلوق سے ہے نماز کے عنوان سے موسوم کیا جاتا ہے"۔

نماز کیا ہے؟ محض مخلوق کا اپنے خالق کے سامنے دل وزبان اور ہاتھ پاؤں سے بندگی کا اظہار، اس رحمان ورحیم کی یاد، اس کے بے انتہا احسانات کا شکر، حسنِ ازل کی حمد وثناء اور اُس کی یکتائی اور بڑائی کا اقرار۔

ہر عبادت کی طرح نماز کے بھی بے شمار روحانی، اخلاقی، انفرادی اور اجتماعی فوائد ہیں۔ مثلاً نماز کا روحانی اور اخلاقی فائدہ یہ ہے کہ نماز انسان کو بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ"۔ (پ ۲۱ سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۴۵)

(بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے)

اسی طرح نماز انسان کی فلاح اور پاکیزگی کے حصول کی تدبیر ہے' جیسا کہ قرآنِ مجید میں ارشاد ہوا:

''کامیاب ہوا جس نے صفائی حاصل کی اور اپنے پروردگار کا نام لیا' پس نماز پڑھی''۔

اسی طرح انفرادی فائدہ نماز کا یہ ہے کہ وہ انسان کو مقصدِ حیات کی یاد دہانی کراتی ہے' فرض شناسی کا احساس دلاتی ہے اور انسان میں ضبطِ نفس کی طاقت پیدا کرتی ہے۔ اسی طرح اجتماعی فائدے نماز کے یہ ہیں کہ وہ انسانوں میں الفت و محبت اور غم خواری کے جذبات پیدا کرتی ہے اور لوگوں میں باہمی تعاون' مشارکت اور میل جول پیدا کرتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ لوگوں میں مساوات و اخوت کا جذبہ بیدار کرتی ہے۔

— ◄ ۲ ► —

نماز اللہ تعالیٰ کے حضور میں قلب و قالب اور قول و عمل سے ایک خاص طریقے پر اپنی بندگی و نیازمندی کا اظہار اور اس کی بے نہایت عظمت وجلالت کے سامنے اپنے انتہائی تذلل اور فروتنی کا مظاہرہ ہے۔ غایت محبت اور نہایت تعظیم و اجلال کے ساتھ انتہائی تذلل کا نام عبادت ہے گویا کہ شرعاً عبادت کے معنی غایت تذلل یعنی ایسی انتہائی ذلت اختیار کرنے کے ہیں جس کے آگے عاجزی و ذلت کا کوئی درجہ ہی باقی نہ رہے۔ چنانچہ وہ فعل جس سے سرتاپا نیازمندی' عبودیت کیشی' بے بسی و بے چارگی اور انتہائی ذلت کے سوا اور کوئی چیز ہی ظاہر نہ ہو تو وہ صرف نماز ہے کیونکہ نماز کے اندر دو ہی بنیادی چیزیں ہیں۔ ایک اذکار جو زبان سے متعلق ہیں اور دوسرے ہیئات جو اعضاء و بدن اور جوارح سے متعلق ہیں۔ سو اذکار میں ثناء لے کر سورۂ فاتحہ تک پھر تسبیحات سے لے کر التحیات تک اپنی عبدیت اور غلامی یا اللہ تعالیٰ کی عظمت و برتری کے سوا اور کسی چیز کا بیان ہی نہیں ہوتا اور ہیئات کے لحاظ سے دیکھو تو نیازمندانہ طور پر سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا پھر رکوع میں جھکنا اور آخرکار اپنی سب سے زیادہ باعزت چیز ناک اور

پیشانی کو اپنے معبود کے سامنے خاک پر ٹیک دینا اور اس کی عزت مطلقہ کے سامنے اپنی ذلت مطلقہ کا عملاً اعتراف کرنا بندگی اور غلامی محض نہیں تو اور کیا ہے؟ حقیقی طور پر عبادت کہلائے جانے کی مستحق ہے تو وہ صرف نماز ہی ہو سکتی ہے۔ غرضیکہ صلوٰۃ کے لفظی معنی دُعا کے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں ایک مخصوص ہیئت کی معروف عبادت کا نام ہے اور یہ نام بھی اسی لئے پڑا کہ دُعا ہی اس عبادت کا جزوِ اعظم ہے

محققین نے کہا ہے کہ نماز تو یکسر دُعا ہے۔ دُعا زبان سے بھی، دل سے بھی اور اعضاءِ ظاہری سے بھی یعنی نماز دُعا قولی، دُعا قلبی اور دُعا فعلی کا مجموعہ ہے

صلوٰۃ کے معنی

صلوٰۃ کا لفظ عربی میں کئی معنی کے لیے استعمال ہوتا ہے کلام جاہلیت میں یہ لفظ دُعا کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ گو صلوٰۃ صرف دُعا کو کہتے تھے لیکن دینی اصطلاح نے ایک مخصوص اندازِ دُعا کا نام رکھ دیا جیسے جہاد کا لفظ محض سعی و کوشش کے لئے موضوع تھا لیکن اصطلاح نے ایک تخصیص سعی کی شان پیدا کر دی۔ اسی طرح رکوع کے معنی صرف جھکنے کے تھے لیکن اصطلاح نے ایک خاص قسم کے جھکنے کی تخصیص کر دی۔

قرآن کریم میں صلوٰۃ کا لفظ جہاں کہیں آیا ہے اقامت کے صیغوں کے ساتھ آیا ہے اور عربی میں اقامت کے معنی یہ ہیں کہ کسی کام کو اس کی تمام و کمال شرائط و حدود کے ساتھ انجام دیا جائے نماز قائم کرنے کے معنی رکوع و سجود اور تلاوت و خشوع کے حق سے نہایت مکمل طریق پر سبکدوش ہونے اور نماز کی غایت کے جانب اچھی طرح توجہ کرنے کے ہیں یعنی ایک مسلمان کے لئے صرف نماز پڑھنا ہی کافی نہیں ہے بلکہ نماز کے اغراض و غایات کی تکمیل بھی ضروری ہے۔ قرآن کہیں بھی رسمی نماز ادا کرنے کا حکم نہیں دیتا۔ وہ تکمیل حدود کا خواستگار ہے اور صاف کہہ رہا ہے کہ بغیر اس تکمیل کے نماز نماز ہی نہیں۔

حقیقتِ نماز

ہر عبادت اور ہر ذکر کی ایک خاص روح ہوتی ہے۔ اسی طرح نماز کی بھی ایک روح ہے۔ اگر نماز میں وہ روح نہ ہو تو وہ نماز مردہ اور بے جان ہے۔ نماز کی اصل روح یہ ہے کہ اول سے آخر تک خشوع و خضوع قلب رہے۔ اس واسطے کہ نماز سے مقصود دل کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ راست و دُرست رکھنا اور یادِ الٰہی کو کمال تعظیم و تکریم کے ساتھ تازہ کرنا ہے۔ جس نماز میں دل حاضر نہ ہو اور ظاہر اعمال وارکان کی پوری پوری پابندی کی جائے تو اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص کی آنکھ تو ہو مگر اس میں بصارت نہ ہو ایسی ہی نماز کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بہت سے نمازی ایسے ہیں جن کو نماز سے بجز رنج و درماندگی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اور یہ امر اس سبب سے ہوتا ہے کہ فقط زبان و بدن سے نماز پڑھتے ہیں اور دل و دماغ غافل رہتا ہے۔

مزید حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نماز اس طرح پڑھنی چاہیے جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کو دیکھ رہے ہو اگر یہ ممکن نہ ہو تو یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی طرف توجہ نہ ہو، نماز میں اللہ تعالیٰ کے سوا سبھی کو اپنے دل سے رخصت کر دینا چاہیے اور اپنے آپ کو بالکل نماز میں مصروف کر دینا چاہیے۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے

باتیں کرتے تھے۔ لیکن جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نماز پڑھتے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہمیں پہچانتے تک نہ تھے اور نماز میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر معبود برحق کی عظمت وہیبت طاری ہو جاتی تھی۔

حدیث پاک سے واضح ہے کہ جس نماز میں دل حاضر نہ ہو اللّٰہ تعالیٰ اس کی طرف دیکھتا بھی نہیں۔ ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابوذر رضی اللّٰہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

جب تک بندہ اپنی نماز میں ہوتا ہے تو اللّٰہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ رہتا ہے پھر جب وہ کسی اور جانب التفات کرتا ہے تو اللّٰہ اس کی طرف سے اپنی توجہ ہٹالیتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جب بندہ اللّٰہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللّٰہ تعالیٰ بھی اس کی طرف شفقت ورحمت فرماتا ہے، بخشش کا دروازہ اس کے لئے کھول دیا جاتا ہے اور جب بندہ اعراض کرتا ہے تو عذاب الٰہی کا مستحق بن جاتا ہے۔

نماز دراصل توجہ الی اللہ اور خشوع وخضوع کا نام ہے۔ صرف اعضاء ظاہری کو نماز نہیں کہتے۔ اگر کوئی شخص نماز سے حقیقی فائدہ حاصل کرنا چاہے تو اُسے لازم ہے کہ نماز کی مذکورہ بالا روح اور حقیقت کو مدنظر رکھے اور اس طرح پڑھے جس طرح حضور سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا منشاء ہے۔ اگر جسم نماز میں مشغول رہے اور روح دُنیا میں منہمک ہو تو ظاہر ہے کہ ایسی نماز کا کوئی فائدہ نہیں۔ کسی طبیب کے نسخہ سے پورا پورا فائدہ حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ اس طبیب کی ہدایات پر عمل کیا جائے ورنہ وہ نسخہ کوئی فائدہ نہ دے گا۔

آج کل ہماری نمازوں سے وہ فوائد ونتائج کیوں مرتب نہیں ہوتے جو خیر القرون میں ہوتے تھے؟ یہ نماز کا قصور نہیں بلکہ خود ہمارا قصور ہے۔ نماز بے شک دل ودماغ کو روشن کرتی ہے مگر ان کی جو اس کی حقیقت کو سمجھیں اور نماز کو نماز سمجھ کر پڑھیں اور نماز بلاشبہ بے حیائی سے روکتی ہے۔ بشرطیکہ اُسے حقیقی معنوں میں ادا کیا جائے۔

نماز کو چونکہ دین کا ستون اور مومن کی معراج قرار دیا گیا ہے اس لئے نماز کو پورے خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرنا چاہئے۔ نماز کو اپنی پختہ عادت بناتے ہوئے اپنے اوپر طاری کر لینا چاہئے کیونکہ یہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کا ایک بہت بڑا تحفہ و انعام بھی ہے اور ایک بہت بڑی ذمہ داری بھی' جسے ٹھیک طریقے سے ادا کرنا ہمارا فرض ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق لکھا گیا ہے کہ جب نماز کا وقت آتا اور نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو خوف خدا کے سبب اس قدر روتے کہ گریہ وزاری سے کافی فاصلے تک ان کے سینے میں ہونے والی کڑکڑاہٹ کی آواز سنائی دیتی۔

حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق سیدنا عمر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امیر المؤمنین کے پیچھے نماز پڑھی تو سنا کہ تین صفوں تک آپ کے رونے کی آواز آرہی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ جب نماز کا وقت آتا تو چہرے کا رنگ بدل جاتا' بدن پر کپکپی آجاتی' کسی نے پوچھا تو ارشاد فرمایا: اس امانت کے ادا کرنے کا وقت ہے جس کو آسمان اور زمین نہ اُٹھا سکے' پہاڑ اس کو اُٹھانے سے عاجز رہے' میں نہیں سمجھتا کہ اس کو پورا کرسکوں گا۔

تو جناب اگر اللہ تعالیٰ کے اتنے مقرب بندوں کا ادائیگی نماز یا حالت نماز میں یہ حال ہوجاتا تھا تو آپ خود غور کریں کہ نماز کتنی بڑی ذمہ داری ہے اور اس ذمہ داری کو ادا کرنے کے سلسلہ میں ہم کہاں کھڑے ہیں؟ ہماری حالت یہ ہے کہ اوّل تو ہم نماز ادا ہی نہیں کرتے اور اگر ادا کرتے ہیں تو ایسے جیسے یہ عجلت کا کوئی کام ہو! جس کا ثبوت ہمیں اس واقعہ سے ملتا ہے کہ:

ایک مرتبہ مجنوں ایک نمازی کے آگے سے گزر گیا' نمازی نے سلام پھیرا اور مجنوں سے کہا کہ تم نے دیکھا نہیں کہ میں نماز ادا کررہا تھا اور تم میرے آگے سے گزر

گئے۔ مجنوں نے جواباً اس سے معافی مانگی اور کہا کہ میں نے تمہیں دیکھا نہیں تھا۔ نمازی نے کہا کہ کیوں نہیں دیکھا تھا؟ تو مجنوں نے کہا! اے نمازی میں تو دُنیا کی ایک عورت (لیلیٰ) کے عشق میں اتنا محو ہو کر جا رہا تھا کہ میں تمہیں دیکھ ہی نہیں سکا، مگر تم مجھے یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر تم نے مجھے کیسے دیکھ لیا؟''

چنانچہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت کم لوگ ایسے ہیں جو نماز کو اس کی پوری صحت کے ساتھ ادا کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ ادائیگی نماز کا سلسلہ پختہ ارادہ و نیت کے بعد وضو سے شروع ہوتا ہے' اس لئے نمازی کو وضو کا خاص اہتمام کرنا چاہیے۔

ہم میں سے اکثر لوگوں کو دورانِ نماز مختلف قسم کے خیالات آتے ہیں اور ہماری توجہ نماز کی طرف نہیں رہتی' دورانِ نماز خیالات کو کنٹرول کرنا اور اپنی پوری توجہ و یکسوئی نماز کی طرف رکھنا ہی نماز کی اصل روح ہے۔ یہ یکسوئی و توجہ حاصل کرنے کے عموماً تین طریقے و ذریعے ہیں۔

اس کا پہلا ذریعہ تو یہ ہے کہ ''نماز پڑھتے وقت اگر نماز کے الفاظ پر گرفت رکھی جائے تو اس سے بھی توجہ اِدھر اُدھر نہیں ہٹتی''۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ''پوری نماز کا ترجمہ یاد کر لیا جائے اور نماز پڑھتے وقت الفاظ کے ساتھ ساتھ معانی بھی ذہن میں رکھے جائیں تو یوں بھی توجہ کسی اور طرف نہیں ہٹے گی''۔

اور تیسرا طریقہ یہ ہے جو خود آپ ﷺ کا بیان کردہ ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کی عبادت یوں کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم یہ نہیں کر سکتے تو یہ ذہن میں رکھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے''۔

لہٰذا جب آپ ان طریقوں کے مطابق نماز ادا کریں گے تو آپ خود محسوس کریں گے کہ نماز ادا کرنے کے مقاصد کیا ہیں اور اس میں کتنی لذت و سکون ہے؟

لیکن وہ لفظ جس کی قرآنِ پاک میں بارہا مرتبہ تلقین فرمائی گئی ہے اور جو زندگی کے ہر کام میں ایک مسلمان کا خاصا ہونا چاہئے یعنی غور (توجہ)۔ اس کا ہماری زندگیوں، ہماری تعلیم، ہمارے روزمرہ کے کاموں، ہماری تلاوتِ کلام اور ہماری نمازوں میں ہونا نہایت ضروری ہے۔ آپ بے شک ایسے لوگوں کو دیکھ لیں جن کے لئے ہم (لفظ کامیاب استعمال کرتے ہیں) کہ وہ جب بھی، کسی سے بھی کوئی بھی بات کریں گے تو پورے انہماک اور توجہ کے ساتھ، تول کر اور جب بھی کسی کی بھی کوئی بھی بات سنیں گے، کچھ کہیں گے، لکھیں گے، پڑھیں گے یا کوئی بھی عمل کریں گے تو اس عمل میں ان کی توجہ، غور اور انہماک قابل دید ہوگا کیونکہ یہ غور، تحقیق توجہ اور انہماک ہی ہر کامیابی کی پہلی سیڑھی ہوتے ہیں۔

اب مزید دیکھتے ہیں کہ ہم نماز اور زیادہ توجہ، یکسوئی اور انہماک کے ساتھ کیسے ادا کر سکتے ہیں؟ آپ نے کئی مرتبہ پڑھا اور سنا ہوگا کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرتے یا علیحدہ ادا کر رہے ہوتے تو وہ ایسے ساکت ہو کر نماز ادا کرتے کہ پرندے ان کو درخت سمجھ کر ان پر بیٹھ جاتے، اس لئے ہمیں چاہئے کہ خواہ ہم نماز ادا کر رہے ہوں، تلاوتِ قرآنِ پاک کر رہے ہوں یا کوئی اور دُنیاوی علم حاصل کر رہے ہوں تو اپنی مکمل توجہ اپنے عمل کی طرف رکھیں۔ اب چیک کرتے ہیں کہ ہم حالت نماز میں مختلف مقامات پر توجہ و یکسوئی کیسے برقرار رکھ سکتے ہیں؟ تو سب سے پہلی بات یہ ہے کہ نماز کے دوران شلوار ٹخنوں سے اوپر ہونی چاہئے، کہنیاں اور سر ڈھکے ہوئے ہونے چاہئیں، پھر جب نمازی نیت باندھ لے تو اسے چاہئے کہ خواہ وہ اکیلا نماز ادا کر رہا ہو یا جماعت کے ساتھ، اپنی نظریں سجدے والی جگہ پر خوب جما کر رکھے، اپنی نظریں وہاں سے نہ ہٹائے اور نماز ادا کرتا رہے، جب رکوع میں جائے تو اپنے دونوں پیروں کے درمیان نظریں رکھے، رکوع سے سیدھا ہو تو بالکل سیدھا کھڑا ہو اور پھر سجدہ میں جائے، جب سجدہ میں جائے

تو (ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں ملی ہوئی ہوں اور چہرہ دونوں ہاتھوں کے درمیان زمین پر ٹکائے۔ ناک اور ماتھا اچھی طرح زمین سے مس کرے اور کوشش کرے کہ دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کے ناخن تقریباً ناک اور کانوں کی لوؤں کے برابر ہوں اور ہاتھ نہ ہی چہرے کے بالکل قریب ہوں اور نہ ہی زیادہ دور ہوں بلکہ مناسب فاصلہ پر ہوں) جب سجدہ سے اٹھے تو کمر سیدھی کر کے بیٹھے اور پھر سجدہ میں جائے اور دوبارہ وہی عمل دہرائے۔ جب سجدہ سے اُٹھ کر تشہد بیٹھے تو نظریں دونوں ہاتھوں کی پشتوں کے درمیان رکھے اور انگلیاں قدرتی حالت میں کھول دے۔ آخر میں جب سلام پھیرے تو اپنے دائیں کندھے کے اوپر سے تقریباً آخری صف تک نظر لے جائے یہی عمل بائیں طرف سلام کرتے ہوئے دہرائے۔ جب نماز ختم ہو جائے تو نماز کے بعد مسجد میں بیٹھنا باعثِ ثواب ہوتا ہے دورانِ ذکر (تسبیح) پڑھنی چاہیے۔ تسبیح پوری توجہ کے ساتھ پڑھنی چاہیے اور آخر میں اپنے پروردگار سے پورے انہماک اور عاجزی کے ساتھ گڑگڑا کر دُعا مانگنی چاہیے۔

دورانِ نماز ہم سے ایسی غلطیاں اور کوتاہیاں سرزد ہو جاتی ہیں جن کا اکثر ہمیں علم ہوتا ہے اور نہ احساس۔ لیکن ان غلطیوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے ہماری نماز نہیں ہوتی۔ مثلاً دورانِ نماز قہقہہ لگانے سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے اور نماز بھی، اسی طرح حالت نماز میں اِدھر اُدھر نہیں دیکھنا چاہیے اور نہ ہی دونوں ہاتھوں سے کوئی کام کرنا چاہیے اور اگر کوئی مجبوری ہو تو ایک ہاتھ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن بار بار ایسا کرنے کی اجازت نہیں۔ جب سجدہ میں جائیں یا سجدہ سے اٹھیں تو کوشش کریں کہ آپ کے دونوں پاؤں زمین سے مس ہوں اگر ایسا ممکن نہ ہو تو ایک پاؤں کا زمین سے مس ہونا لازمی ہے ورنہ آپ کی نماز ٹوٹ جائے گی۔ جب جماعت کے ساتھ نماز ادا کر رہے ہوں تو پہلے صفیں دُرست کریں کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوں اور ہر آخری صف میں صف کے بائیں طرف سے دائیں طرف چند نمازی زیادہ ہوں، اسی طرح

دورانِ نماز ہر نمازی پر امام کی اقتداء ہر صورت میں لازم ہوتی ہے' دورانِ نماز نہ تو امام سے آگے بڑھنا چاہئے اور نہ ہی امام سے پیچھے رہنا چاہئے بلکہ امام کی پیروی کرنی چاہئے۔ اس کی ایک چھوٹی سی مثال میں آپ کو دینا چاہتا ہوں کہ جب امام صاحب اللہ اکبر کہیں اور اللہ اکبر کے "ہو" پر پہنچیں تو آپ اللہ اکبر کہنا شروع کریں اور جب امام صاحب اللہ اکبر کہہ چکیں تو ان کے بعد ہی آپ کا اللہ اکبر ختم ہو۔ پھر یونہی امام صاحب کی اقتداء میں قرأت' قیام' رکوع' سجود اور سلام پھیرنا چاہئے' اس کی مثال کچھ یوں ملتی ہے کہ جب امام صاحب اسلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہوئے دائیں طرف سلام پھیرنا شروع کریں تو آپ خواہ اپنی نماز میں قرأت کے کسی بھی مقام پر ہوں آپ نے اپنی قرأت ختم کر دینی ہے اور جب امام صاحب اسلام علیکم ورحمت اللہ کے "ۃ" پر پہنچیں تو آپ نے اپنا سلام کہتے ہوئے دائیں طرف رُخ موڑنا شروع کرنا ہے' اس کی پوزیشن کچھ یوں بنے گی کہ جب آپ کا سلام دائیں طرف ختم ہوگا تو امام صاحب' بائیں طرف تقریباً اسلام علیکم ورحمت اللہ کے "ۃ" پر پہنچے ہوں گے اور ان کا رخ بائیں طرف ہوگا اور جب امام صاحب کا سلام بائیں طرف ختم ہو جائے گا تو آپ تقریباً اپنی بائیں طرف اسلام علیکم ورحمت اللہ کے "ۃ" پر ہوں گے اور امام صاحب کے بائیں طرف سلام ختم کرنے کے بعد ہی آپ کا بائیں طرف سلام ختم ہوگا' لیکن امام صاحب کے اپنی بائیں طرف سلام مکمل کر لینے سے پہلے آپ اپنی نماز نہیں چھوڑ سکتے اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ کی نماز نہیں ہوگی۔ لہٰذا ہر صورت میں امام صاحب کی اقتداء اور پیروی کرنی چاہئے (لیکن دورانِ نماز اگر امام صاحب سے کوئی غلطی ہو جائے تو آپ لقمہ دے سکتے ہیں)۔

نماز آہستہ آہستہ تحمل سے اور عاجزی سے ادا کرنی چاہئے۔ نماز پڑھتے وقت آپ کی آواز اتنی ہونی چاہئے کہ آپ کے کانوں کو سنائی دے' اس طرح بھی یکسوئی حاصل ہو سکتی ہے لیکن آواز زیادہ (اونچی نہ ہو) اور جب آپ اس سٹیج پر پہنچ جائیں کہ

جب اذان ہو اور خواہ آپ کسی بھی حالت میں ہوں تو آپ اپنے اندر ایک کھچاؤ محسوس کریں کہ اذان ہو گئی ہے اور اب میں نے نماز ادا کرنی ہے اور جب آپ یہ سمجھنا شروع کر دیں کہ نماز آپ کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے اور یہ کہ جب تک آپ اپنی یہ ذمہ داری پوری نہ کر لیں آپ کو چین نہ آئے اور ہر مرتبہ آپ کی یہی حالت ہو تو آپ سمجھ لیں کہ آپ کو بہت کچھ حاصل ہو چکا ہے۔ ایک بات اور کہ جب آپ پابندی سے پورے خشوع و خضوع کے ساتھ نماز کرنا شروع کر دیں گے تو پھر آپ ایک ہی جگہ پر کھڑے نہیں رہیں گے بلکہ آپ کو مزید آگے بڑھنے کے راستے ملیں گے کیونکہ:

کوئی قابل ہو تو ہم شانیں کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دُنیا بھی نئی دیتے ہیں

﴿تیرے پراسرار بندے:۸۹﴾

اہمیتِ نماز

نماز کی امتیازی اہمیت

ایمان لانے کے بعد فرمانبرداری کی زندگی بسر کرنا ہر مسلمان کا اسلامی فریضہ ہے۔ نماز ہی اس زندگی کو گزارنے کا واحد ذریعہ ہے۔ گویا ایمان اور اسلامی زندگی کے درمیان نماز درمیانی درجہ کی کڑی ہے۔ تمثیل کے طور پر اگر ایمان کو بیج اور باقی سارے عمل کو دین' نظام کو درخت فرض کریں تو نماز کی حیثیت اُس درخت کے تنہ کی سی ہوگی جو اگرچہ بیج ہی کی پیداوار ہے لیکن اس کے اُپر والی موٹی پتلی ٹہنیاں' پھول پتیاں اسی سے تو نکلی ہیں اسلام کی عملی زندگی گذارنے کے لئے ہمارے واسطے ضروری ہے کہ ہمارے سامنے بار بار اس ایمانی معاہدہ کی تجدید اور یاددہانی اس انداز سے ہوتی رہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمتؔ و کبریائی کا تصور بھی ہمارے ذہن میں اس قدر ہو جائے جس کے ذریعہ اللہ کی محبت اور خوف وخشیت کے وہ جذبات نشوونما پاتے رہے جو اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت کے لئے بےچین کرتے ہیں۔

پھر ان جذبات کے مطابق عمل کی مشق اور تربیت کا بھی کوئی نظام ہو اور اس کے ساتھ ساتھ قانونِ جزا و سزا کی یاددہانی بھی ہوتی رہے۔

پھر اللہ تعالیٰ سے اس اسلامی زندگی کی توفیق بھی بار بار مانگتے رہیں' کیونکہ فوز و فلاح کا دارومدار محض توفیق ربانی پر ہے۔

پھر ہمارا ماحول بھی اس راہ میں ہمارے لئے سازگار ہو' کیونکہ انسان کی زندگی

کی ساخت میں تمام دوسری خارجی چیزوں سے زیادہ ماحول مؤثر ہوا کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب تک ان چیزوں کا انتظام نہ ہو سرکش نفس کے لئے معروضیات الٰہی کا پابند ہو کر شریعت کے ماتحت زندگی گذارنا دشوار ہے۔

اسلامی زندگی گذارنے کے لئے جن محرکات اور جن انتظامات کی ضرورت ہے وہ سب نماز میں اس حکمتِ بالغہ کے ساتھ جمع ہیں کہ نماز ان تمام چیزوں کا ایک حیرت انگیز اور معجز نما نسخہ جامعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کو جاننے' ماننے اور اس سے اطاعت کا عہد کرنے کے بعد آدمی سے جو نافرمانی سرزد ہوتی ہے اُس کا باعث عام طور پر غفلت ہوتی ہے۔ شیطان انسان کی عقل و بصیرت پر غفلت و مدہوشی کا پردہ ڈال کر ہی چھاپہ مارا کرتا ہے۔ اگر اللہ کی یاد اور اُس کی کبریائی و عظمت اور جلال و جبروت کی یاددہانی سے اس پردہ کو چاک کر دیا جائے تو خدا شناس اور خدا ترس آدمی فوراً سنبھل جاتا ہے۔ برائیوں سے اُن کا قدم فوراً رُک جاتا ہے۔ انسان کی اس کیفیت کا تذکرہ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿پ ۹' سورۃ الاعراف آیت نمبر ۲۰۱﴾

یقیناً جو لوگ پرہیز گار ہیں اگر کبھی شیطان کی طرف سے کوئی لگ جائے تو وہ خبردار ہو جاتے ہیں اور وہیں اُن پر حقیقت کھل جاتی ہے۔ (یعنی غفلت کا پردہ چاک ہو جاتا ہے)۔

نماز چونکہ سراسر یادِ الٰہی ہے اس لئے غفلت کا سب سے بہتر علاج نماز کی ادائیگی ہے۔ یادِ الٰہی چونکہ نماز کی غایت ہے اس لئے نماز میں مشغولیت شیطان کے تلبیسی ہتھیاروں کا قوت شکن جواب ہے۔

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''حجۃ البالغہ'' میں فرمایا ہے

نماز کے اصل عناصر تین ہیں۔

❶ قلب کا اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کے سامنے جھکنا۔

❷ اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی اور اپنی عجز ودرماندگی کو بہتر سے بہتر الفاظ میں اپنی زبان سے ادا کرنا۔

❸ اور تمام ظاہری اعضاء کو خدا کی عظمت وجبروت کے سامنے اپنی عاجزی و بندگی کے لئے استعمال کرنا۔

ظاہر ہے کہ جب نماز کی شکل میں اللہ کا ذکر اور اُس کے سامنے اپنی عاجزی کا ہمہ گیر مظاہرہ اتنا کامل ہوگا اور ظاہری اعضاء اس میں یکساں طور پر شرمسار اور متاثر ہوں گے اور دن میں کئی کئی بار اس عمل کا اعادہ ہوتا رہے گا تو غفلت اور شیطانی عمل کی کیا مجال ہے اُس کے سامنے دم زدن بھی ٹھہر سکے اور انسان سے معصیت یا بُرے فعل کا صدور ہو۔ نماز کی اسی تاثیر کو قرآنِ پاک میں بیان کیا گیا ہے:

''اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ''

﴿پ ۲۱، سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۴۵﴾

بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر یقیناً بہت بڑا ہے۔

نماز چونکہ سراسر ذکرِ الٰہی ہے اور نماز سر سے پیر تک تمام اعضاء کی ظاہری عبادت ہے۔ ظاہر ہے کہ نماز کی یہ تاثیر اسی وقت ظہور میں آئے گی جب نماز سراسر ذکر الٰہی ہو، شعور اور حضور سے خالی نہ ہو، جسم وزبان کا بھی ذکر ہو، دل کا بھی ذکر ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لَّمْ تَنْهٰى صَلٰوةٌ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ

جس شخص کی نماز نے اُس کو بداخلاقیوں اور برائیوں سے نہ روکا اُس کی نماز گویا نماز ہی نہیں۔

پس جو نمازیں غفلت سے پڑھی جاتی ہیں، جس میں پڑھنے والے کو یہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ اس نے اپنی نماز میں اپنے رب سے کیا مانگا اور کیا کہا۔ اگر ایسی نمازوں سے بُری عادتیں نہیں چھوٹ سکتیں تو اس میں نماز کا کیا قصور ہے۔ جس دانہ میں جان اور مغز نہ ہو اُس سے درخت کیوں کر پیدا ہو سکتا ہے؟

نماز کا دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں قانون جزا و سزا یوم حساب کی بار بار یاد دہانی ہے۔ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اور اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ پڑھتے وقت اللہ تعالیٰ کے قانون جزا و سزا اور احسان کی بھی یاد دہانی ہوتی ہے۔

نماز میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور بندگی کی مشق ایسے انداز سے کرائی جاتی ہے کہ اگر یہ شعور و حضور کے ساتھ ہو تو نماز کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی کھڑے بیٹھے، جھکتے، لیٹتے، حالت میں اللہ کی یاد اور اُس کے دھیان سے غافل اور خالی الذہن نہ رہے اور اس طرح وہ زندگی بھی وجود میں آجاتی ہے جس کا تذکرہ قرآنِ مجید میں کیا گیا ہے۔

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ

﴿پ ۵ سورۃ النساء آیت نمبر ۱۰۳﴾

پھر جب تم نماز پڑھ کر پوری کر لو تو اللہ تعالیٰ کو کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہر حال میں یاد رکھو۔

جامع عبادت

جس طرح "سورۂ فاتحہ" کو کہا جاتا ہے کہ اجمالی طور پر تمام قرآنی مطالب اور معارف کو حاوی ہے اسی طرح نماز بھی جملہ احکام شریعت کی جامع ہے، جس میں مختصر و محدود دائرہ میں تمام احکامِ الٰہیہ کی مشق نماز میں کرائی جاتی ہے۔ مثلاً ہر نماز کے شروع

ہی میں (ثناء) میں توحید کی شہادت دے کر اور تشہد میں توحید و رسالت دونوں کی شہادت ادا کر کے ایمان کی تجدید کی جاتی ہے۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور آیاتِ قرآنی پڑھ کر قرآن پر ایمان کی تجدید ہوتی ہے۔ بار بار اللہ کی یاد اور اُس کی حمد و ثناء، تسبیح و تقدیس دل و زبان سے کی جاتی ہے اور اعضائے ظاہری سے بھی اُس کی معبودیت اور اپنی عبدیت کی شہادی دی جاتی ہے۔ نیز محبت و حق شناسی کے جذبہ کے تحت حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجا جاتا ہے، اللہ کے صالح بندوں کے لئے دُعائے خیر کی جاتی ہے، اپنے گناہوں سے معافی مانگی جاتی ہے اور قہر و عذاب سے بچ کر آغوشِ رحمت میں جگہ پانے کی تاکید کی جاتی ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس قبلہ رو کھڑا ہونا، قبلہ ہی کی طرف رکوع، سجدہ کرنا جو نماز کے شرائط میں سے ہے۔ اس طرح کھانے پینے کی ممانعت جو روزہ کا خاصہ ہے، نماز کی شرط ہے۔ اسی طرح نماز کے اوقات میں نکلنا اور کسب معاش کے سلسلہ کو بند کر کے نمازی جو مالی نقصان برداشت کرتا ہے وہ نماز میں مالی قربانی، مالی عبادات، زکوٰۃ اور صدقات کا حصہ ہے۔ پھر اسی طرح جماعت میں سب کے ساتھ کھڑا ہونا اور دینی حیثیت سے جو شخص بزرگ و برتر ہو اس کی کامل اقتداء کرنا، اجتماعی زندگی کے متعلق اسلام کے اہم کام، اخوت و مساوات، بڑوں کی عزت اور اطاعت فی المعروف کی تعمیل و مشق ہے جو ہر نماز میں ہوتی ہے۔

یہ تو تھے اسلامی شریعت کے مختلف شعبوں کے اوامر یعنی مثبت احکام کا حصہ، بالکل یہی حال اس کے منفی احکام کا بھی ہے، یعنی اسلام میں جتنے معصیات، محرمات و مکروہات ہیں، نماز کی حالت میں نمازی اُن سے بالکل ہی الگ تھلگ رہتا ہے۔ نمازی نماز کی حالت میں نہ جھوٹ بول سکتا ہے نہ غیبت کر سکتا ہے۔ کسی قسم کی بے حیائی اور بے ہودگی کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ غرض نماز اس خاص حیثیت سے پوری شریعت پر عمل کا ایک ٹریننگ کورس ہے۔

پھر نماز کی ہر رکعت میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ سے وَلَا الضَّآلِّيْنَ تک پوری

اسلامی زندگی کی دُعا بار بار اپنی زبان سے دُوہرانا اور نمازی کا ہر رکعت میں اللہ تعالٰی سے مانگنا انسانی ضمیر پر اس کا اثر انداز ہونا ظاہر ہے، مگر صراطِ مستقیم کی بار بار دُعا مانگنے سے زندگی کو اسلامی بنانے میں اس کا اثر دو طرح سے اور دو طرف سے پڑتا ہے۔

پھر جب نظامِ جماعت کی طرف سے ایک سازگار ماحول بھی تیار کر دیا جائے اور پانچوں وقت اللہ کے بہت سے بندے مل کر شانہ سے شانہ ملا کر شعور اور حضور والی نماز ادا کیا کریں تو مذکورہ بالا تاثیرات جتنی تیز اور قوی ہو سکتی ہیں ان کا اندازہ مشکل نہیں۔

باجماعت کی حکمتیں

عبادتِ نماز سے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کا سبق پڑھانا مقصود ہے۔ تنہا نماز تو عورتوں، بیماروں اور اپاہجوں کی نماز ہے۔ نماز کی حقیقی صورت شکل جماعت ہی میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ قلوب اُسی وقت متاثر ہوتے ہیں جب نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ تنہا نماز پڑھنے میں غفلت اور غلطیوں کا امکان ہے، لاپروائی سے جوں توں کر کے پڑھ لی جاتی ہے مگر نماز باجماعت میں یہ بات نہیں، بلکہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں جہاں دل کو سکون نصیب ہوتا ہے وہاں غفلت اور غلطیوں کے امکانات ختم ہو جاتے ہیں۔

(۲)

جماعت اور اجتماع سے مذاق و عمل میں یک رنگی اور محبت پختہ ہوتی ہے، تمام مسلمان مسجدوں میں ہی پانچوں وقت کی نماز پڑھا کرتے تھے، اگر کوئی شخص کسی وقت مسجد میں نہ آتا تو وہ ایک دوسرے سے دریافت کرتے، خیریت تو ہے، کوئی حادثہ تو نہیں ہو گیا، فلاں شخص کیوں نہیں آیا۔ لوگوں کے اس قدرتی خیال میں بہت سے فائدے تھے۔ اگر کوئی نمازی بیمار ہو جاتا تو لوگ اُس کی عیادت کو جاتے۔ کوئی حادثہ

پیش آجاتا تو لوگ اظہارِ ہمدردی کرتے‘ غربت یا افلاس کی وجہ سے اگر کوئی ایسی صورت پیدا ہو جاتی تو محلّہ کے لوگ حسب استطاعت اس کی مدد کو تیار ہو جاتے تھے۔ جب تک وہ مسجد میں آنے کے قابل نہ ہو جاتا لوگ اس کی طرف متوجہ رہتے تھے۔ غرض یہ ہے کہ جب تک مسلمانوں نے نماز با جماعت کو قائم رکھا اُن میں اتفاق واتحاد کی روح نشوونما پاتی رہی‘ باہمی ہمدردی کا جذبہ پرورش پاتا رہا‘ غرباء کی امداد ہوتی رہتی تھی‘ امراء اور صاحب استطاعت لوگوں کو ثواب ملتا رہتا تھا۔ غرباء پروری‘ شرفا نوازی اور جودوسخا کی عادتیں پختہ ہوتی چلی گئیں۔ جب سے مسلمانوں نے نماز با جماعت کا التزام چھوڑا‘ محاسن اخلاق ان سے رخصت ہو گئے‘ اتفاق کی روح معدوم ہو گئی‘ زوال وانحطاط کے قعرِ عمیق میں جا گری۔

— ◀ ۳ ▶ —

اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ گھر میں تنہا نماز پڑھنے سے اگر نماز کی عادت قائم بھی رہے تو وہ جوش قائم نہیں رہتا جو نماز با جماعت مساجد میں پڑھنے سے پیدا ہوتا ہے۔ مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ گھر میں یا تنہا نماز پڑھنے میں تساہل اور تغافل بڑھتا ہی جاتا ہے‘ کم نہیں ہوتا۔ نماز با جماعت پڑھنے والے اذان کی آواز سن کر اس خیال سے کام چھوڑ کر اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں کہ اگر ذرا بھی دیر ہو گئی تو جماعت کے ثواب سے محروم ہو جائیں گے۔ گھر میں نماز پڑھنے والوں کو اس بات کی پروا نہیں رہتی۔ سوچتے ہیں ابھی بہت وقت ہے‘ نماز پڑھ لیں گے‘ رفتہ رفتہ یہ حالت ہو جاتی ہے کہ بحالت مجبوری نماز پڑھنے کو کھڑے ہوتے ہیں۔ وقت تنگ ہو جاتا ہے‘ ذرا سی تاخیر سے نماز قضاء ہو جاتی ہے۔ تازہ وضو کا التزام نہیں رہتا‘ ایک ایک وضو سے کئی کئی نمازیں اس طرح پڑھ لی جاتی ہیں جیسے کوا زمین میں چونچیں مار کر اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ حالانکہ حدیث پاک میں ایسی نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے‘ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں

تمہیں منافق کی نماز کی خبر نہ دوں، وہ (منافق) عصر کی نماز کو چھوڑ دیتا ہے یہاں تک کہ جب سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہا جاتا ہے تو وہ اُٹھ کر مرغ کے ٹھونگوں کی طرح ٹھونگیں مارتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت تھوڑا کرتا ہے۔

﴿الفتح الربانی ترجمہ مسند امام احمد (جلد اول) کتاب الصلوٰۃ، باب ٦﴾

بُرا چور

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں سب سے بُرا چور وہ ہے جو اپنی نماز کی چوری کرتا ہے، لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ اپنی نماز کی کس طرح چوری کرتا ہے؟ فرمایا: وہ رکوع اور سجدوں کو پورا نہیں کرتا۔ ﴿الفتح الربانی ترجمہ مسند امام احمد (جلد اول) کتاب الصلوٰۃ، باب ٦﴾

— ◄ ۲ ► —

نماز با جماعت میں سکون و اطمینان تسلی کے علاوہ قرأت و ترتیل کا بھی بہترین اہتمام ہوتا ہے۔ نماز جلدی جلدی اور لا پرواہی سے نہیں پڑھی جاتی۔ مسجد میں جاتے وقت تازہ وضو کا بھی خیال رہتا ہے اور وہ غفلت اور لا پرواہی جو تنہا نماز پڑھنے کی صورت میں عام طور پر پیدا ہو جاتی ہے نام کو بھی نہیں رہتی۔

— ◄ ۳ ► —

محلہ اور شہر کے رؤساء اور زعماء اگر نماز با جماعت کے پابند ہو جائیں اور پانچوں وقت نماز با جماعت کے لئے مسجد میں آنے کے پابند ہو جائیں تو عوام بھی خود بخود اور با آسانی پابند ہو جائیں۔ غرباء اور امراء کا بُعد بھی دُور ہو جائے، باہمی ہمدردی اور اتفاق و اتحاد بھی پیدا ہو جائے۔

نماز با جماعت نہ پڑھنے کا نقصان

ایک زمانہ تھا کہ اگر کسی مسلمان کی نماز با جماعت قضاء ہو جاتی تو اس کا

مسلمانوں کو سخت صدمہ ہوتا تھا' لوگ تعزیت کے لئے آیا کرتے تھے۔ ایک موجودہ زمانہ ہے کہ اگر کوئی عمر بھر بھی سجدہ نہ کرے تو کسی کو احساس تک نہیں ہوتا۔ کنبہ برادری میں اس کی عزت قائم رہتی ہے۔ نماز میں جماعت کی پابندی اسی مقصد کے پیش نظر رکھی گئی تھی کہ مسلمان متفق و متحد رہیں۔ تشتت وافتراق کی نذر نہ ہو جائیں۔ اتحاد و اتفاق' ہمدردی وغمگساری اگر اس زمانے میں موجود نہیں تو اس کی سب سے بڑی وجہ نماز کو جماعت سے نہ پڑھنا ہے۔

نماز کی اہمیت

جب اللہ تعالیٰ کا قانون رائج ہو جائے' بغاوت کا خیال نابود ہو جائے اور انسان صبر وشکر کے عادی ہو جائیں تو انہیں دُنیا کے خدشات سے ایسا غافل نہ ہو جانا چاہئے کہ گویا غرض حاصل ہو چکی اور کام ختم ہو گیا' بلکہ ہر وقت ایک فوجی سپاہی کی طرح مخالفینِ حق کے مقابلہ کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ جو احکام اس تیاری کے لئے ایزد متعال نے قرار دیئے ہیں اُن میں سے پہلا نمبر نماز کا ہے جو کہ جناب باری کی شکر گزاری کا ایک طریقہ ہے' نماز کے چند دُنیاوی اغراض وفوائد ملاحظہ فرمائیں۔

نماز اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ذمہ ایک ایسا حق لگا دیا ہے جس کی کسی حالت یہاں تا کہ مرض الموت میں بھی معافی نہیں' جیسے امن کے زمانہ میں بھی فوجی سپاہی پریڈ سے غیر حاضر رہنے کی فہرست سے خارج ہو جاتا ہے اسی طرح ایک مسلمان نماز ترک کرنے سے کامل مومن نہیں رہتا' بلکہ صحابہ کی ایک جماعت تو تارکِ نماز کو کافر گردانتی ہے اور کہتی ہے:

مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ

جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا۔

جماعت کی اہمیت

نماز سے پابندی اوقات کا درس ملتا ہے، جس سے آدمی کو وقت کی قدر و قیمت بتانا اور ہر کام کو وقت پر کرنے کا عادی بنانا مطلوب ہے۔ جماعت کا قائم کرنا تاکہ جماعت کے افراد میں ربط وضبط اور ملاپ رہے، گویا باہم خلوص ومحبت سے رہنا سکھانا مقصود ہے۔ دینوی اُمور آپس کے مشورے کے بغیر طے کرنے کی کوشش کی جائے تو ہزاروں دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے مگر اجتماعی صورت میں ان کے انجام دینے میں بہت آسانی ہوجاتی ہے۔

اب نماز کے اوقات کی کیفیت سنئے۔ کہنے کو تو بعض معترضین کہہ دیتے ہیں کہ پانچ نمازوں کی کیا ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ کو تو کسی وقت بھی یاد کرلیا جائے تو کافی ہے اور اگر خصوصیت ہی مطلوب تھی تو صبح کو اٹھتے وقت اور رات کو سوتے وقت اس کی بارگاہ میں اس کی یاد کے لئے حاضر ہونا کافی تھا لیکن ان ظاہر بینوں کو یہ علم نہیں کہ نماز تو ایک پنتھ دو کاج کا سا معاملہ ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی کے علاوہ انسانی صحت اور تندرستی کے قیام کا خیال بھی رکھا گیا ہے اور سپاہیانہ تربیت بھی مقصود ہے، طریقہ نماز خود اس پر دلالت کرتا ہے، مثل مشہور ہے کہ "وقت کی نماز بے وقت کی ٹکریں"، کلام اللہ میں وقت پر نماز ادا کرنے کی از حد تاکید ہے، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

"اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا"

﴿پ ۵، سورۃ النسآء، آیت ۱۰۳﴾

بے شک نماز اہل ایمان کے لئے ایسا فرض ہے جس کے لئے ہر ایک نماز کا وقت مقرر ہے۔

پانچ نمازوں کے فوائد اور حکمتیں

صبح جب آدمی خواب سے بیدار ہوتا ہے تو قدرتاً جسم میں سستی اور کاہلی کے

آثار ہوتے ہیں' اس لئے حکم ہے کہ ضروریاتِ جسمانی سے فراغت حاصل کر کے غسل کرو اور اگر کوئی عارضہ یا ملکی آب و ہوا اس کی مانع ہو تو کم از کم وضو کر لو یعنی ہاتھ پیر دھو لو' ناک اور دانت صاف کر لو۔ پھر قریب ترین مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کرو' کیونکہ ابھی معدہ خالی تھا اس واسطے صرف دو رکعت کا حکم ہوا اور اس میں قیام' رکوع اور سجود جو فرض تھے ادا ہو گئے' یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد بھی ہو گئی اور ہلکی سی جسمانی ورزش بھی ہو گئی۔ اہل محلّہ کے حالات سے آگاہی بھی ہو گئی اور باہمی مشورہ بھی ہو گیا۔ پھر ذرا ہوا خوری ہوئی گھر آئے' ناشتہ کیا اور کاروبار میں لگ گئے' کیونکہ صبح کے وقت تازہ دم تھے اس لئے پانچ چھ گھنٹے کام کرنے سے تھکان محسوس ہوئی' اس لئے آرام کا وقت آ گیا۔ گرم ملکوں میں تو دوپہر کو بالعموم آرام کرنے کا دستور ہے ہی' مگر اب سائنسدانوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ سرد ملکوں میں بھی دوپہر کے وقت آرام کرنا صحت کے لئے مفید ہے اور ازبس ضروری ہے۔ پس دوپہر کا کھانا کھا کر تقریباً ایک آدھ گھنٹہ آرام کرنا مسنون ہوا' کیونکہ کھانا کھاتے ہی کاروبار میں لگ جانا باعث علالت ہے' پھر اس آرام کے بعد جو کاہلی اور کسالت جسم میں پیدا ہوئی اُسے دور کرنے کیلئے ضروری ہوا کہ منہ ہاتھ دھو لیا جائے اور پیشتر اس کے کہ کام شروع کیا جائے نماز ادا کر لی جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کی یاد بھی ہو جائے اور ہاتھ پاؤں بھی کھل جائیں' اس نماز کو ظہر کے وقت رکھا۔ پھر تازہ دم ہو گئے تو ڈھائی تین گھنٹے اور کام کر لیا' اس کے بعد طبیعت اکتائی پھر اُٹھے کچھ آرام کیا' وضو کیا' ہوش آیا اور نماز عصر ادا کر لی' اس کے بعد اگر روزانہ کام سے فارغ ہو تو تفریح طبع کے لئے کھیلو' چلو اور ہوا خوری کر لو' پھر شام کو اہل وعیال میں جانے سے پیشتر منہ ہاتھ دھونا اور بخیر و عافیت سے دن گزارنے پر خالقِ حقیقی کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے' جسے نمازِ مغرب کہا گیا تاکہ انسان فارغ البال نظر آئے اور اہل وعیال میں جائے تو ہشاش بشاش ہو' گھر میں آئے' کھانا کھایا' بیوی بچوں اور دیگر احباب واقارب کے ساتھ گفت وشنید میں کچھ وقت گزارا' طبیعت سیر ہوئی اتنے میں بستر

استراحت پر لیٹنے کا وقت آ گیا' زندگی کا بھروسہ نہیں نا معلوم کل کیا ہو' کھانے کی ثقالت اور رات بھر محنت و مشقت سے گریز ایسے امور تھے کہ پاسبانِ حقیقی کی عبادت پر مجبور کرنے کے علاوہ کچھ ورزش کے متقاضی تھے لہٰذا عشاء کی نماز مقرر ہوئی۔

سونے والے رب کو سجدہ کر کے سو.......... کیا خبر اٹھے نہ اٹھے صبح کو

کیا خبر ہے صبح ہو گی یا نہیں.......... اور چلا جائے گا تو زیر زمیں

اس کے بعد آرام کی نیند سوئے' غذا کی ثقالت کی وجہ سے اگر کسی وقت آنکھ کھلی تو چاہا تو پھر ہاتھ منہ دھو کر اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیا' مگر یہ ضروری نہیں اسے نمازِ تہجد کہتے ہیں۔ اہلِ ذوق کہتے ہیں کہ رات کی خاموشی کا سماں اور دل کا لگاؤ اس وقت انسان کو اتنا محو کر دیتا ہے کہ ان کو کسی نماز میں وہ لطف حاصل نہیں ہوتا جو اس وقت ہوتا ہے۔

اجتماعیت

نماز باجماعت پڑھنی چاہیے' چنانچہ اس کی تائید میں کلام الٰہی میں بار بار ارشاد ہوتا ہے:

وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ..... رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

خود حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے نماز باجماعت اکیلے نماز پڑھنے سے بدرجہا افضل ہے اور تم پر جماعت کے ساتھ رہنا فرض ہے۔

ظاہر ہے اس سے اتفاق و اتحاد قومی کی بنیاد ڈالنی مقصود ہے۔ صبح و شام کی نمازیں تو بالعموم محلے کی مسجد میں ادا ہوتی ہیں اور باقی کاروباری جگہ کے قریب والی مسجد میں' اس طرح ہر نمازی اپنے اہلِ محلہ اور اہلِ بازار کے حالات سے واقف اور ان کے مشوروں میں شامل رہتا ہے اور اس بات کو پختہ کرنے کے لئے قرار دے دیا ہے کہ نماز کو گھر یا کارخانہ سے قریب ترین مسجد میں ادا کرنا لازمی ہے۔ جب اس طرح اہلِ محلہ اور دیگر اہلِ علاقہ کا اتحاد ہو گیا تو ہفتہ میں ایک مرتبہ ظہر کے وقت جمعۃ المبارک

کی نماز شہر کی جامع مسجد میں پڑھنا فرض کر دیا تا کہ تمام کے تمام شہری کوئی اہم مشورہ کر سکیں اور شہر کی ہر جگہ کے باشندوں کے حالات سے باخبر ہو جائیں اور سارے شہر کا اتفاق قائم رہے' اسی پر بس نہیں بلکہ سال میں دو مرتبہ نمازِ عیدین کا حکم ہوا جس میں شہر اور اس کے گرد و نواح کے دیہاتی اور قریب کے لوگ بھی شامل ہو سکیں تا کہ کم از کم ایک تحصیل کا باہمی میل جول قائم رہے اور دیہاتی شہریوں اور شہری دیہاتیوں کے متعلق معلومات فراہم کر سکیں اور بوقت ضرورت ایک دوسرے کے کام آسکیں۔

تعین قبلہ

نماز عملاً یکجہتی' کے ساتھ یکسوئی اور اِتحادِ عمل کی داعی ہے۔ اس کے تقرر میں اصلی راز یہ تھا کہ پیروان قانونِ فطرت کا مرکز بھی ایک ہو اور نکتہ نگاہ بھی ایک ہو۔ پس کسی خطہء زمین میں چلے جاؤ یہی دیکھو گے کہ نماز کے وقت ایک امام کے پیچھے ایک ہی گھر کی طرف آنکھ لگائے کھڑے ہیں' جس وقت ان کی نگاہ مرکز سے ہٹی ان کا دائرہ عمل ٹوٹ جائیگا اور وہ حیران و پریشان پھرتے دکھائی دیں گے۔

— ◀ ۲ ▶ —

منشائے خداوندی یہ ہے کہ اُس کے بندے ایک ہی مرکز پر جمع ہو کر اس کی عبادت کریں۔ سب کا ایک ہی مقصد اور ایک ہی نصب العین ہو۔ جب نماز ادا کریں تو ایک ہی صف میں کھڑے ہوں' کندھے سے کندھے ملائیں اور ایک ہی سمت منہ کر کے نماز ادا کریں۔

اتحاد کا یہ سبق قرآن و حدیث میں ہمیں جا بجا ملتا ہے۔ نماز جیسی عبادت میں اسی کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اسی لئے تمام مسلمانوں کو خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اسی اتحادِ اسلامی کو پیش نظر رکھ کر اپنی دلی خواہش کا اظہار حضرت ڈاکٹر علامہ محمد

اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے یوں کیا ہے:

حرم پاک بھی' اللہ بھی' قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلماں بھی ایک

استقبالِ قبلہ

اس رکن کا ظاہری مقصد تو یہ ہے کہ نمازی قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو جائے' مگر اس کا باطنی مقصد یہ ہے کہ دل کا منہ دونوں عالم سے ہٹا کر صرف خدائے قدوس کی طرف پھیر دیا جائے' جس طرح ظاہر میں قبلہ ہے' تمام دُنیا کے مسلمان اسی طرح منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اسی طرح دل کا قبلہ بھی خدا کی ذات ہونا چاہئے جس طرح قبلہ کی طرف سے رُخ پھرنے میں نماز فاسد ہو جاتی ہے اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے خدا کی طرف سے توجہ ہٹ جانے سے بھی نماز نہ ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

جس شخص نے نماز پڑھی اور نماز میں خواہش' منہ اور دل سے خدا کی طرف متوجہ رہا تو وہ نماز سے اسی حالت میں فارغ ہوگا گویا ابھی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ ﴿کنز العمال جلد ہفتم ☆ احیاء العلوم ج ا' باب نماز کی باطنی شرائط﴾

نماز چھوڑنے کا نقصان

کاش! آج کل مسلمان نماز کے ان فوائد کو مدنظر رکھتے ہوئے نماز کی پابندی کا خیال کریں' لیکن افسوس اور صد افسوس کہ آج کل اکثر مسلمان نماز کے بجائے ٹیلیویژن' فلم بینی وغیرہ فضول کاموں' لہو و لعب میں وقت ضائع کر رہے ہیں' جس کا نتیجہ یہ ہے کہ نئی نسل تباہی و بربادی کی طرف جا رہی ہے' اسلامی تہذیب و تمدن اور اخلاق کی دولت ہاتھ سے چھن گئی' طبعی عیاشی زوروں پر ہے' گالی گلوچ دینا بزرگوں پر آواز سے کسنا' علماء کا مذاق اُڑانا' چوری' ڈکیتی' رہزنی' والدین کی نافرمانی'

بزرگوں کی بے ادبی، قتل وغارت، دنگا فساد جیسی عادات فلم بینی کا ثمرہ ہیں۔ لڑائی، جھگڑا، بدسلوکی، نااتفاقی اور باہمی رنجش زوروں پر ہے، بھائی بھائی کا دشمن، دوست دوست کا مخالف، رشتے داروں میں باہمی چپقلش اپنے عروج پر ہے، یہ صرف نماز چھوڑنے کا نتیجہ ہے۔

نماز روزہ سے عار کب تک، شراب ومطرب سے پیار کب تک
چلے گا شیطان کا وار کب تک، رہے گا یہ حالِ زار کب تک

نماز دین کا ستون ہے

عمارتِ اسلام کے ۵ستون ہیں۔ نماز مرکزی ستون ہے، صرف نماز ہی وہ واحد عبادت ہے جو ایک فرد کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے تیار کرنے میں سب عبادتوں سے زیادہ معاون ومددگار ہے۔ اس لئے کہ یہ وہ عبادت ہے جس میں انسان سب سے زیادہ مشغول رہتا ہے۔ یعنی دن میں پانچ بار۔ اگر نوافل، تہجد، اشراق، چاشت وغیرہ کو بھی شامل کرلیا جائے تو تقریباً آٹھ مرتبہ اس کو ادا کیا جاتا ہے۔ جبکہ روزہ سال میں صرف ایک مہینہ رکھا جاتا ہے، زکوٰۃ سال میں ایک بار اور وہ بھی صرف امراء پر فرض ہے۔ حج زندگی میں ایک بار فرض ہے اور وہ بھی صرف صاحب استطاعت افراد پر۔ جبکہ نماز امیر غریب، آقا اور غلام، مقیم ومسافر، صحت منداور بیمار، ہر ایک پر فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کا سب سے اہم ذریعہ ہے۔ اسی لئے اسے عمارتِ اسلام کے مرکزی ستون کی حیثیت حاصل ہے اور عمارت کی مضبوطی وپختگی کا دارومدار اسی پر ہے۔ یہ ہماری بدبختی ہے کہ آج ہم اِس عظیم ستون کو گرانے کے درپے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہم دوسری اقوام کی نگاہوں میں ذلیل ورسوا ہیں اور روز بروز پست وتنزلی کی مہیب کھائیوں کی جانب بڑھتے جارہے ہیں۔ جب تک ہم اس عظیم ستون کو مضبوط نہیں کریں گے ہم بھی مضبوط نہیں ہوسکیں گے اور نہ ہی عمارت قائم رہ سکے گی۔

نماز نہ پڑھنے والا مسلمان نہیں؟

اِس بات کے اقرار کے بعد کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ نماز کا ادا کرنا سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ اسلام صرف قولی اقرار ہی نہیں چاہتا بلکہ اس کا عملی ثبوت بھی چاہتا ہے۔ نماز عملی اظہار کا بہترین ذریعہ ہے۔ نماز کے ذریعہ انسان اپنے رب سے کلام کرتا ہے' اپنی پستی و ذلت کا اظہار رکوع و سجود کے ذریعہ کرتا ہے۔ اپنے آقا کی بڑائی و کبریائی بیان کرتا ہے اور اس کے احکامات کو ماننے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

﴿پ ۸' سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۶۲﴾

میری نماز' میری قربانی' میرا جینا اور میرا مرنا سب اُس اللہ کے لئے ہے جو اہل جہان کا پروردگار ہے۔

وہ شخص جو نماز نہیں پڑھتا اس کا اسلام مشتبہ (یعنی شک میں) ہے۔ اس نے اللہ کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے کی وہ اسپرٹ ہی پیدا نہیں ہوئی جو کہ پیدا ہونی چاہیے تھی۔ ابھی تک اس میں غرور و تکبر موجود ہے یا کاہلی اور سستی کے باعث اس نے اپنے آپ کو اطاعت الٰہی کے لئے تیار نہیں کیا۔

ایسا شخص قانونی طور پر تو مسلمان کہلایا جا سکتا ہے۔ مسلمانوں کے رجسٹر میں اس کا اندراج بھی ہو سکتا ہے لیکن حقیقت میں وہ مسلمان نہیں ہے۔

بے نمازی کی کوئی نیکی مقبول نہیں؟

نیکی کا قبول ہونا اور آخرت میں ذخیرہ ہونا اس شرط سے وابستہ ہے کہ آدمی مسلمان ہو۔ بے نمازی جب حقیقی معنوں میں مسلمان ہی نہیں تو اس کی نیکیوں کی قبولیت کا کیا سوال؟

اس کا صدقہ و خیرات' حج اور عمرہ سب بیکار ہوتا ہے۔ بڑی موٹی سی بات ہے کہ ایک شخص جو اپنے خالق کا ناشکرا ہے' اُس کے حضور سجدہ کرنے میں اسے عار ہے' وہ خالق جس نے پیدا کرنے کے بعد یونہی نہیں چھوڑ دیا' بلکہ ہر لحظہ اور ہر آن اس کی ضروریات کا خیال رکھا۔ بھوک میں اسے کھانے کو دیا' جب اسے پیاس لگی ٹھنڈے میٹھے پانی سے اس کی پیاس بجھائی۔ محبت کرنے والی ماں' شفقت کرنے والا باپ' چاہنے والے عزیز اور رشتہ دار دیئے حتیٰ کہ دُنیا کی ہر شئے کو اس کے تابع کر دیا ۔ایسے ناشکرے اور احسان فراموش کی نیکیاں بھلا کیوں کر قبول ہو سکتی ہیں۔ضروری یہ ہے کہ پہلے وہ شکر گذار بنے' پھر اس کی معمولی نیکی بھی بڑے اجر و ثواب کا باعث بن جائے گی۔

نماز تعلق باللہ کا ذریعہ

دن میں پانچ مرتبہ نماز کی ادائیگی میں بڑی ہی حکمت ہے۔اگر نماز دن میں ایک ہی مرتبہ فرض ہوتی تو ہر شخص اس کو ادا کرنے کے بعد اپنے دھندوں میں مشغول ہو جاتا۔

احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ شیطان انسان کے خون میں گردش کرتا ہے۔ ہر لحظ اور ہر لمحہ انسان کو گمراہ کرانے کے لئے مواقع کی تلاش میں رہتا ہے۔ جب اسے موقع ملتا ہے' حملہ کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں شیطان کے حملوں سے بچانے کے لئے دن اور رات میں پانچ نمازیں عطاء فرمائیں اور نہایت ہی خوبی سے ان اوقات مقرر کر دیئے' جس کی وجہ سے مسلمان کے لئے شیطان کے حملوں سے بچنا آسان ہو گیا ہے۔

نمازِ فجر کی ادئیگی انسان کو مجبور کرتی ہے کہ وہ نیند جیسی پیاری شئے کو اللہ کے لئے قربان کر دے۔ فجر سے ظہر کی نماز تک کئی گھنٹوں کا وقفہ ہوتا ہے۔ ان اوقات میں

انسان بالعموم کاروبارِ زندگی میں مصروف ہوتا ہے۔ اس کی یہ مشغولیت اسے شیطانی گرفت سے دور رکھتی ہے۔ مفکرین کہتے ہیں کہ خالی دماغ شیطان کا گھر ہوتا ہے' ایک فارغ آدمی بہ نسبت ایک مصروف آدمی کے بُرے کاموں کی طرف جلد مائل ہوتا ہے اور شیطان کا اس کو زیر کرنا نسبتاً آسان ہوتا ہے۔

نمازِ ظہر سے نمازِ عصر تک کا وقفہ نہ تو بہت زیادہ ہے اور نہ ہی بہت کم اس دوران کھانا وغیرہ کھایا جاتا ہے' گرم ممالک میں تھوڑا سا آرام بھی کیا جاتا ہے' لیکن کاروبارِ زندگی میں انسان کا انہماک اور توجہ بدستور رہتی ہے۔

عصر سے مغرب تک کا وقفہ کم ہے ان اوقات میں انسان اپنے کاموں سے بڑی حد تک فراغت پالیتا ہے اس کی خواہش ہوتی ہے کہ تفریح کرے اور اپنے آپ کو آرام پہنچائے' لیکن چونکہ وقفہ نماز کم ہوتا ہے اس لیے شیطان کو اس پر غلبہ حاصل کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ اذان کی آواز اور اس پر انسان کا مسجد کی جانب رُخ سارے شیطانی وسوسات کو دور بھگا دیتا ہے۔

مغرب سے عشاء تک کا معاملہ بھی کم و بیش ایسا ہی ہے' عشاء کے بعد شیطانی حملوں میں نہایت تیزی آجاتی ہے' شریعت ہمیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم نماز عشاء پڑھ کر جلدی سو جائیں' ہاں اگر کوئی علمی کام ہو' کاروباری مصروفیت ہو تو جاگا جاسکتا ہے۔

غرض یہ کہ دن میں پانچ مرتبہ نماز کی ادائیگی انسان کا اللہ سے مسلسل رابطہ قائم رکھتی ہے یہ تعلق و رابطہ ٹوٹنے نہیں پاتا' دراصل رابطہ کا ٹوٹنا ہی شیطان کے لیے راہ ہموار کرنا ہے۔

تعینِ وقت کی حکمت

جب تک کسی کام کے کرنے کا وقت متعین نہ ہو کام ہو ہی نہیں سکتا یا اگر ہوگا تو ادھورا و نامکمل رہ جائے گا یا خوش اُسلوبی کے ساتھ پورا نہ کیا جاسکے گا۔

مثلاً: ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ہمیں کسی کام کے فوری کرنے کا حکم دے تو ہم پریشان سے ہو جاتے ہیں یا ہمیں کوئی ایسا کام کرنے کے لیے دیا جائے جس کو مکمل کرنے کی مدت اگر نہ بتلائی جائے تو ایسا کام ہم بڑی مشکل سے ختم کر پاتے ہیں، تھوڑا سا کام کرتے ہیں، پھر اُسے اگلے دن پر اُٹھا رکھتے ہیں، یہاں تک کہ تاریخوں پہ تاریخیں گزرتی چلی جاتی ہیں، لیکن انسانی سہل پسندی کے باعث کام ختم نہیں ہوتا، اسی لیے ہر عقل مند کے نزدیک کسی بھی کام کے کرنے کے لیے اوقات کا مقرر کرنا نہایت ضروری ہے۔ نماز جیسی عظیم الشان عبادت بھلا تعینِ وقت کے بغیر کیسے ادا کی جا سکتی ہے، اسی لیے نماز کے اوقات مقرر کیے گئے اور ہر ایک کے لیے ان ہی اوقات میں نماز کا ادا کرنا ضروری قرار دیا گیا، نیز یہ کہ نماز باجماعت کی ادائیگی تعین اوقات کے بغیر ممکن ہی نہ تھی۔

تعین اوقات

حقیقت یہ ہے کہ نماز کے سلسلہ میں اوقات کا تعین اسلام کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ کسی بھی منظم، باقاعدہ اور دائمی عمل کے لئے اوقات کا تعین ضروری ہے۔ یہ انسان کی فطرت ہے کہ اگر اس کو کسی کام کے کرنے کے لئے ۲۴ گھنٹوں کی مہلت دی جائے تو وہ سستی اور کاہلی سے اس کام کو ایک وقت سے دوسرے وقت پر ٹالتا جائے گا، حتیٰ کہ دن تمام ہو جائے گا۔ اس کے برعکس جب کام کے وقت کا تعین ہو جاتا ہے تو اس مقررہ وقت کی آمد انسان کو لازماً کام کی یاد دلاتی ہے۔ اسلام کی چونکہ ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ محض نظری نہیں بلکہ عملی ہے اس لئے اس نے اگر نماز کی تعلیم دی تو ساتھ ہی ایسے اوقات بھی مقرر کر دیئے کہ جب انسان فرض کو ادا کر سکتا ہے، جیسا کہ قرآنِ مجید میں ارشاد ہوا کہ:

''نماز کھڑی کر سورج کے ڈھلنے سے رات کی تاریکی تک''۔ (یعنی ظہر، عصر،

مغرب' عشاء اور فجر کی نماز)۔

نماز کے اوقات کے تقرر میں ایک اور بنیادی چیز جو مدِ نظر ہے' وہ ہے اصولِ وحدت جو اسلام کا اصلی رمز اور شعار ہے۔ مسلمان دُنیا کے مختلف شہروں میں کروڑوں کی تعداد میں آباد ہیں' مگر یہ کثرت ایک خاص حالت اور وقت میں وحدت کا نمونہ بن جاتی ہے۔ انسان فطرتاً آرام پسند ہے' لہٰذا اسے پابندِ اوقات بنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے ذمہ بعض کام جبراً مقرر کر دیئے جائیں۔ ان بعض کاموں کے اوقات مقرر کرنے سے انسان خود بخود اپنے دوسرے کاموں کے اوقات مقرر کر لیتا ہے اور یوں اس کی زندگی باقاعدہ نظم وضبط کی عادی ہو جاتی ہے اور اس کا وقت بھی ضائع نہیں ہوتا۔ نماز کے اوقات مقرر کرنے میں بھی یہی حکمت ہے کہ مسلمان کی زندگی نظم وضبط کی پابند ہو جائے۔ یہ حقیقت ہے کہ جو لوگ پابندی سے نماز ادا کرتے ہیں ان کے دیگر کاموں کے اوقات خود بخود مقرر ہو جاتے ہیں اور دراصل نماز کے اوقات ان کے دیگر کاموں کا معیار بن جاتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَثَلُ الصَّلٰوۃِ الْمَکْتُوْبَۃِ کَمَثَلِ الْمِیْزَانِ مَنْ اَوْفٰی اِسْتَوْفٰی

﴿الترغیب والترہیب جلد اوّل﴾

حضرت یزید اقاشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں" نبی کریم ﷺ کی نماز برابر برابر ہوتی تھی گویا اس کا وزن کیا گیا ہو۔

﴿احیاء العلوم الدین' نماز کے اسرار و مسائل کا بیان' پہلا باب﴾

حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نماز ایک (ماپنے کا) پیمانہ ہے' جس نے اس سے پورا ناپا' اُس کو پورا ناپ کر دیا جائے گا اور جس نے اس میں کمی کی تو اُس کو کم ناپنے والوں کی سزا معلوم ہے' جیسا کہ قرآنِ پاک میں ہے" وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ " (پ ۳۰' سورۃ المطففین' آیت ۱) بربادی ہے

ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے۔

﴿احیاء العلوم الدین' نماز کے اسرار و مسائل کا بیان' پہلا باب﴾

﴿تنبیہ الغافلین' باب پانچ نمازوں کا بیان﴾

حقیقت یہ ہے کہ طب اور حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق رات کو سویرے یا جلدی سونا اور صبح کو طلوعِ آفتاب سے پہلے بیدار ہونا کس حد تک ضروری ہے' کسی سے مخفی نہیں اور وہ لوگ جو نماز کی پابندی کرتے ہیں' یعنی اس کو قائم کرتے ہیں' اس اصول کی بالکل خلاف ورزی نہیں کرتے اور نہ ہی کر سکتے ہیں۔ لہٰذا یوں نہ صرف ان کی صحت اچھی رہتی ہے' بلکہ ان کے وقت میں اتنی برکت ہو جاتی ہے کہ وہ تمام دُنیاوی کام بھی سہولت اور آسانی سے کر لیتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ جس کو دین و دُنیا کی سہولت نصیب ہو اُس کی خوش قسمتی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ اللہ ہمیں نماز اور اس کے اوقات کا پابند بنائے۔

بہر حال یہاں یہ بات واضح رہے کہ اسلام میں کوئی فرض نمازِ صبح سے دوپہر تک نہیں رکھی گئی کہ یہ آفتاب کے عروج کا وقت ہے' بلکہ تمام نمازیں آفتاب کے بتدریج انحطاط اور تنزل سے وابستہ ہیں۔ آفتاب کے نکلتے وقت' اس کے عروج و کمال کے وقت اور اس کے ٹھیک غروب کے وقت نماز پڑھنا منع ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ اوقات سورج پرستوں کی عبادت کے اوقات ہیں۔ نماز کن اوقات میں پڑھنی چاہیے' اس کے لئے قرآنِ مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

"إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا"

﴿پ ۵' سورۃ النسآء' آیت ۱۰۳﴾

بے شک نماز اہل ایمان کے لئے ایسا فرض ہے جس کے لئے ہر ایک نماز کا وقت مقرر ہے۔

مقررہ اوقات کی تفصیل سورۃ انعام' سورۃ بنی اسرائیل' سورۃ طور' سورۃ کہف'

سورۂ نور' سورۂ احزاب' سورۂ مزمل اور سورۂ احزاب میں مذکور ہے۔ اگر ان تمام سورتوں کے نفس مضمون کو ملایا جائے تو یہی پانچ اوقات بنتے ہیں جن میں تمام روئے زمین کے مسلمان آج تک نماز ادا کرتے آئے ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو نماز کے یہ پانچ اوقات آپ کی روزمرہ زندگی کو اس خوبصورت انداز سے مرتب کرتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ فجر کی نماز کے لئے انسان طلوعِ آفتاب سے پہلے اُٹھتا ہے اور پھر پاک و صاف ہو کر اللہ کے حضور حاضر ہوتا ہے۔ گویا وہ اپنا آج کا دن اللہ تعالیٰ کے پاک نام سے اُس کی یاد سے شروع کرتا ہے۔ اس کے بعد ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر اپنے معاشی مسئلہ میں اُلجھ جاتا ہے' جس کے لئے اچھا خاصا وقت درکار ہوتا ہے' لہٰذا دوپہر تک کوئی اور نماز فرض نہیں۔ دوپہر کو کھانے کے بعد یا کھانے سے پہلے وہ پھر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری دیتا ہے اور اس کے بعد کچھ دیر آرام کرتا ہے جو اس کے لئے بہرحال ضروری ہے۔ اس کے بعد دوبارہ معاشرتی زندگی شروع کرنے کے لئے عصر کی نماز پڑھتا ہے' یعنی برکت کے لئے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوتا ہے' حتیٰ کہ مغرب کا وقت آجاتا ہے' جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ اب دن کی مصروفیات ختم ہو گئی ہیں اور رات کا اہتمام ہوا چاہتا ہے۔ جبکہ عشاء کی نماز تمام دن اور شام کی مصروفیات کا اختتام ہے کہ جب بندہ ایک مرتبہ پھر اللہ کے حضور حاضر ہو کر اُس سے دُعا اور مغفرت مانگتا ہے' پھر سو جاتا ہے تاکہ علی الصبح پھر بیدار ہو اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا ہے اور اللہ کرے کہ چلتا رہے کہ اسی میں خیر و برکت اور بھلائی ہے۔

تعینِ وقت

عبادت کے وقت کے تعین میں بھی بڑی مصلحتیں پوشیدہ ہیں اگر نماز کے لیے وقت کا تعین نہ ہوتا اور یہ اپنی عقل کے مطابق ادا کیا جاتا تو غافل اور کاہل قسم کے لوگ تھوڑی سی نماز کو زیادہ خیال کرتے اور اس غفلت اور کاہلی کا یہ نتیجہ نکلتا کہ یہ نماز چھوڑ

بیٹھتے اور جس مقصد کے لیے عبادت فرض قرار دی گئی ہے وہ فوت ہو جاتا۔

وقت کے تعین میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ بلا عذر ترک کرنے والے سے باز پرس تو کی جا سکتی ہے

دُنیا میں آنے کے بعد ہر انسان اللہ تعالیٰ کی ان پانچ نعمتوں سے سرفراز ہوتا ہے (۱) کھانے پینے کی چیزیں (۲) گرم سرد لباس (۳) رہائشی مکان (۴) خدمت کے لیے نوکر اور خادم (۵) سفر کے لیے سواری' تو گویا پانچ وقت کی نمازیں ان پانچوں نعمتوں کا شکریہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے از راہِ رحمت و کرم ان نعمتوں سے سرفراز کیا۔

ایک راز نمازِ مغرب کی فرضیت میں یہ بھی ہے کہ آفتاب غروب ہوتے ہی ہزاروں موذی جانور' بلائیں اور خبیث چور ڈاکو نکل پڑتے ہیں۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کے وقت بچوں کو باہر نکلنے سے اسی لیے منع فرمایا ہے تا کہ وہ ان اثراتِ بد سے محفوظ رہیں۔ رات کی تاریکی میں ان بلاؤں سے حفاظت دشوار ہے۔ ان حالات میں حافظِ حقیقی کی حفاظت ہی کام آ سکتی ہے۔ مغرب کی نماز حفاظتِ خداوندی حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے' تا کہ خدا کے ذکر اور خدا کے نام کی برکت سے تمام رات ہر قسم کی تکلیفوں سے محفوظ رہے۔

(۲)

اس کے علاوہ ایک راز یہ بھی ہے کہ دن بھر کی نعمتیں جو اللہ اپنے بندوں پر نازل فرماتا رہتا ہے شام کو ختم ہو جاتی ہیں دن بھر کی تمام نعمتوں کا شکریہ علیحدہ علیحدہ دشوار تھا اس لیے تمام نعمتوں کا مجموعی شکریہ نمازِ مغرب پڑھ کر ادا کر دیا گیا۔

پابندیٔ صلوٰۃ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو مجبورِ محض نہیں بلکہ صاحبِ اختیار بنایا۔ پھر خود ہی ہدایت و ضلالت کی راہیں واضح کر دیں۔ معاشرہ کو پاکیزہ رکھنے کے لئے جو قوانین خدائے

قدوس نے وضع فرمائے اُن میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایک بہت عظیم قانون ہے اس طرح گویا ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا محتسب ہو جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''تم میں سے جو شخص برائی دیکھے تو اُسے اپنے ہاتھ سے روک دے اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو دل میں اُسے برا سمجھے اور یہ ضعیف ترین ایمان ہے''

یہ تو ہر مومن کی انفرادی ذمہ داری ہے۔ نماز میں جب ہم ''نَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ'' پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں کہ ہم ہر فاسق اور فاجر سے ترک موالات کریں گے۔ اجتماعی طور پر پوری ملت اسلامیہ کو حکم ہوا ہے کہ وہ پوری دُنیا میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سر انجام دے۔ یہ دونوں طاقتیں اخلاقی طاقتیں ہیں۔ تیسری طاقت قانونی ہے۔ اور وہ یہ کہ اسلامی حکومت پوری قوت سے برائی کو بیخ کنی کرکے معاشرہ کو جرائم سے نجات دلائے۔ نماز چونکہ اس سلسلہ میں سب سے بڑا عمل ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ادائیگی پر بہت زور دیا ہے صرف ادائیگی ہی نہیں بلکہ باجماعت ادائیگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا:

''جو لوگ جماعت سے نماز ادا نہیں کرتے اور گھر میں نماز پڑھ لیتے ہیں دل چاہتا ہے کہ ان کے گھروں کو آگ لگا دوں''

فقہ شافعی اور مالکی میں تو یہاں تک لکھا ہوا ہے کہ تارکِ صلوٰۃ کو قتل کر دیا جائے۔ فقہ حنفی میں کچھ رعایت ہے اور وہ یہی کہ تارک صلوٰۃ کو قتل نہ کیا جائے لیکن اس وقت تک قید رکھا جائے جب تک وہ نماز کی پابندی کا حتمی وعدہ نہ کرے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو اسے تاحیات قید رکھا جائے۔ جب تک اسلامی حکومت قائم رہی مساجد میں تمام مسلمان باجماعت نماز ادا کرتے تھے۔ امام لازمۂ حکومت سمجھی جاتی تھی۔ قصبات تک میں وہاں کے حاکم نماز پڑھاتے تھے یہی وجہ تھی کہ تمام مسلمان، مساجد میں اجتماعی طور پر نماز پڑھنے پر مجبور ہوا کرتے تھے۔ لڑکوں لڑکیوں کو ابتداء ہی سے پڑھنے

کے لئے وہ نصاب مہیا کیا جاتا تھا جو ان کی رگ و پے میں دینی روح سرایت کر دیتا تھا۔ مسلمان مہد سے لحد تک مذہبی فضا میں رہتا تھا اور اس کی یہ برکت تھی کہ زمین و آسمان اس کے لئے برکات و حسنات کے سرچشمے بنے ہوئے تھے۔ مکاتب نے بھی بہت اہم کردار سرانجام دیا۔ مدارس و مکاتب بالعموم مسجدوں یا درگاہوں سے ملحق تھے ان میں سب سے پہلے مسلمانوں کو قرآنِ کریم کی تعلیم دی جاتی تھی پھر پند نامہ' گلستان' بوستان' اخلاقِ جلالی اور کیمیائے سعادت وغیرہ کتابیں ہر طالب علم کو پڑھنا پڑتی تھیں۔ ایک طرف اس تعلیم سے مذہبیت' دل و دماغ پر مرتسم ہو جاتی تھی۔ دوسری طرف مساجد اور درگاہوں کا قرب خیالات کو متاثر کرتا تھا۔ تیسری طرف مکاتب کے معلمین' تعلیم کے ساتھ تربیت کا فریضہ بھی سرانجام دیتے تھے۔ کسی طالب علم کی مجال نہ تھی کہ وہ نماز نہ پڑھے۔ مکتب میں شرارت تو کجا گھر میں بھی کوئی طالب علم شرارت نہیں کرتا تھا کہ میاں جی کو خبر ہوئی تو کم بختی آجائے گی۔ بڑے بڑے اُمراء و رؤسا کے بچے غریب معلموں کا ادب کرتے تھے اور غلاموں کی طرح اطاعت کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ جب سے یہ باتیں ختم ہوئیں ترکِ صلوٰۃ کا فتنہ پروان چڑھنے لگا ہے۔ ﴿نماز پڑھنے کے فائدے: ۱۲﴾

کسی بھی حال میں نماز معاف نہ ہونے کی حکمت

ایک انسان پر اچھے اور بُرے وقت آتے ہی رہتے ہیں' زندگی پھولوں سے کھیلنے اور کانٹوں سے اپنے دامن کو بچانے ہی کا نام ہے۔ ایک انسان کبھی بیمار ہوتا ہے کبھی صحت مند' کبھی وہ غریب ہوتا ہے تو کبھی امیر' کبھی مقیم ہوتا ہے اور کبھی مسافر' غرض یہ کہ ہر حالت میں اسے نماز ادا کرنی ہے۔ اگر اچھی حالت میں یعنی خوشی کے موقع پر نماز ادا نہیں کرے گا تو انسان میں شکر کا جذبہ کیسے بیدار ہوگا' عجز و انکساری کیسے فروغ پائے گی۔ اسی طرح اگر بیمار کو نماز معاف کر دی جاتی تو اس کو تسلی و ڈھارس دینے والی

کون سی شئے ہوتی' صبر کا مادہ اس میں آخر کس ذریعہ سے پیدا ہوتا' آہ وفغاں سے کون سی شئے اس کو باز رکھ سکتی' یہ صرف نماز ہی ہے جس کی بدولت انسان کا ہر گھڑی اور ہر آن اپنے رب سے تعلق قائم رہتا ہے' وہ اچھی حالت میں اتراتا اور اکڑتا نہیں ہے اور بُری حالت میں مایوس ہو کر نہیں بیٹھ جاتا۔

نماز ہی ہے جس کی بدولت انسان شیطانی حملوں سے بچا رہتا ہے' اللہ اور بندے کا تعلق ہر لحظہ قائم رہنا چاہیے۔ اسی تعلق کو قائم رکھنے کے لیے شدید بیماری میں بھی نماز معاف نہیں کی گئی۔ البتہ کچھ رخصتیں دے دی گئیں' مثلاً یہ کہ بیمار تیمّم کر سکتا ہے' کھڑے ہو کر نماز ادا نہیں کر سکتا تو بیٹھ کر ادا کر لے' بیٹھنے کی بھی طاقت نہیں ہے تو لیٹ کر ادا کرے وغیرہ وغیرہ۔

نماز باجماعت کی حکمت

تنہا نماز میں وہ حلاوت و چاشنی نہیں ہوتی اور نہ ہی اللہ کا وہ قرب حاصل ہوتا ہے جو کہ باجماعت نماز کا خاصہ ہے۔ نیز یہ کہ باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے جب ایک شخص اپنے گھر سے چل کر مسجد میں خشوع و خضوع سے نماز ادا کرتا ہے' نماز کے بعد اپنے محلے والوں اور پڑوسیوں سے ملاقات کرتا ہے' اُن کے مسائل دریافت کرتا ہے اُن کی ضروریات سے آگاہ ہوتا ہے' پھر اُن کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش اور ضروریات پوری کرنے کی تگ و دو کرتا ہے اس طرح آپس میں اُنسیت و محبت پیدا ہوتی ہے۔ ایک ایسا معاشرہ جنم لیتا ہے جہاں چین و سکون ہوتا ہے۔ دولت کی فراوانی نہ ہونے کے باوجود زکوۃ دینے والے تو بہت مل جاتے ہیں' لیکن لینے والا کوئی نہیں ملتا۔

ظاہر بات ہے کہ جب باجماعت نماز اتنے سارے فوائد کی حامل ہے تو اس کا اجر بھی بہت زیادہ ہونا چاہیے' لیکن اجر کے بتلانے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ شریعت نے بلا جماعت نماز ادا کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ دراصل اجر کی کمی

یا زیادتی اس لئے بتائی جاتی ہے کہ انسان پر اس کام کی اہمیت واضح ہو جائے۔

﴿۲﴾

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم اس لئے ہوا تا کہ اُمت کے افراد کے مابین اتحاد، یکجہتی، اُلفت و محبت اور اسلامی اجتماعیت اور دینی رابطہ اور تعلق کو پیدا کیا جا سکے، جس میں ایک حقیر امیر کے برابر کھڑا ہو، جماعت کی صفوں میں چھوٹا بڑے کے ساتھ اور حقیر امیر کے آگے بیٹھا ہو اور سب کے سب وہاں بیٹھے نیک کام اور تقویٰ پرہیز گاری اختیار کرنے کا عہد و پیمان باندھ رہے ہوں اور ایک دوسرے کو خیر و بھلائی کے ساتھ پیش آنے اور احسان و سلوک کرنے کی تاکید و تلقین کر رہے ہوں اگر کوئی فرد نظر نہیں آتا تو سارے نمازی اس کے متعلق پوچھتے ہیں۔ حتیٰ کہ اگر کوئی بیمار ہو جاتا ہے تو اس کی عیادت کے لئے جاتے ہیں، اگر کوئی ایسی بات پیش آجاتی ہے جس سے دین کی اہانت ہوتی ہے تو اپنے دین کے دفاع کے لئے سب جمع ہو جاتے ہیں۔ بہر کیف جماعت کے فوائد بے شمار ہیں اور اس کے ثمرات شمار سے باہر ہیں۔ جمعہ اور عیدین کو اسی پر قیاس کر لیں، البتہ جمعہ و عیدین میں خطبہ کا اضافہ کیا گیا ہے، جس کی حکمت یہ ہے کہ انسان ایک ایسے خیر خواہ کا محتاج ہے جو اُس کی رہنمائی کرے اور اُسے دینی و دُنیوی اُمور کی تعلیم دے اور اس کو بے حیائی اور دوسرے تمام گناہوں سے اجتناب کرنے کی تلقین کرے، چنانچہ شارع کی حکمت کا تقاضا ہوا کہ وہ ہمارے لئے ہر ہفتہ میں اور سال میں ایک دن اجتماع کا مقرر فرماتے اور ایک خطیب مقرر ہوتا جو ہمیں اللہ تعالیٰ کے احکامات یاد دلاتا رہتا اور ہمیں ممنوعات سے باز رکھتا، اسی لئے جمعہ فرض کر دیا گیا اور جمعہ کی شرائط میں سے ایک شرط خطیب یا ناصح (نصیحت کرنے والا) کا ہونا (یعنی خطبہ کا ہونا) قرار دے دیا گیا۔

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت

شریعت نے عبادات و معاملات ہردو کے متعلق ہمیں واضح واضح احکام بتلا دیئے ہیں۔ عبادات کا منشاء صرف تصفیہ وتزکیہء باطن ہے اور جو شخص عبادت وذکر سے بالکل بے بہرہ ہے وہ اصطلاع شریعت میں شیطان کا ساتھی ہے اور اُس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اصطلاح اہلِ حقیقت میں ایسے شخص کو مردہ بولتے ہیں کیونکہ ذکر ہی حیات قلبی کا ذریعہ ہے اور ذکر ہی سے انسان کو اطمینان کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ ذکر وعبادت ہی سے مقاماتِ رُوحانیہ تک ترقی حاصل ہوتی ہے۔ اِسی سے انسان کا قلب کشف والہام کا رُتبہ پاسکتا ہے۔ الغرض بجز عبادت کے اور کوئی ذریعہ تہذیب نفس کا متصور نہیں ہوسکتا۔ کوئی شخص علم وکمال کے خواہ کسی درجہ فضیلت تک ترقی حاصل کرلے گا بجز ذکر وعبادت کے وہ مردانِ الٰہی کی صف میں شمار کیئے جانے کے قابل نہیں۔ ذکر وعبادت کے فضائل اور اُن کے نتائج حسنہ سے قرآن واحادیث پُر ہیں۔ پس جو ذکر وعبادت باتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کیا جائے گا وہ یقیناً نہایت مفید نتائج کا موجب ہوگا۔ عبادات سے مراد اس تعلق کی نوعیت کا قائم کرنا ہے جو انسان اور اُس کے خالق حقیقی کے درمیان پیدا ہوسکتا ہے۔ چونکہ ظاہر کو باطن سے تعلق ہے اس لیئے ہر ایک عمل کا ظاہر کے مقابل ایک باطنی عمل بھی موجود ہوتا ہے۔ بعض ملحدین جو تصوف کا دعویٰ کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ظاہر شریعت اور چیز ہے باطن کچھ اور' اس لیئے عارف کو جو ظاہر سے گذر جاتا ہے احکام شرعیہ کی پابندی ضروری نہیں ہوتی۔ انہیں اسلام اور اہل اسلام سے کچھ تعلق نہیں بلکہ ایسے لوگ دشمنانِ دین اور حزب الشیطان میں داخل ہیں۔ کیونکہ عقل ونقل سے

یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ معرفت ذات باری کا صرف ایک ہی راستہ ہے جس کو اتباع سنتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام بولتے ہیں۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جماعت کے اکابر سب کے سب پابند شریعت تھے۔ اس لئے اگر کوئی شخص نیا طریق اختیار کرے گا جو مخالفِ سنت ہو تو وہ صحیح معنی ہیں اُمتیانِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل نہیں رہیگا۔ چنانچہ اس امر کی تصریح کتب تفسیر واحادیث میں بخوبی ہوچکی ہے۔

نماز کی پہیلی

چار پھول پَو چھاٹے پھولیں

بارہ ڈھلتی بار

چار پھول چوگھڑیا تیزیں

ساتوں سنجی بار

سترہ کلی بن نیند نہ آئے

سیج چڑھن کی بار

﴿زیورِ اسلام: ۱۹/ از علامہ راشد الخیری﴾

طہارت کی حکمتیں

شریعت اِسلامی میں لفظ طہارت کا مفہوم بہت وسیع ہے جو کہ ہر ایک قسم کی ظاہری اور باطنی صفائی و پاکیزگی پر حاوی ہے۔

ظاہری طہارت تو یہ ہے کہ نماز پڑھتے وقت بدن' کپڑے اور نماز پڑھنے کی جگہ پاک ہو۔ باطنی طہارت یہ ہے کہ دل گناہ کی نجاست سے پاک ہو اور اسے ندامت کے پانی سے دھو دیا گیا ہو۔

طہارت کے فضائل

طہارت کی فضیلت کے متعلق قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ۔ ﴿پ۲' سورۃ البقرۃ' آیت ۲۲۲﴾

یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے اور پاک صاف رہنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

پس اطاعتِ الٰہی کے قصد و نیت سے ظاہری و باطنی نظافت سے انسان یقیناً اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جائے گا۔

اس آیت میں "تَوَّابِیْنَ" کے لفظ سے اللہ تعالیٰ نے باطنی طہارت اور پاکیزگی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اس آیت کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اللہ تعالیٰ صرف ایسے ہی لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو محض ظاہری پاکیزگی کے پابند ہوں' بلکہ "تَوَّابِیْنَ" کے لفظ کو ساتھ ملا کر اور "مُتَطَھِّرِیْنَ" سے مقدم کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے

کہ ظاہری پاکی اور صفائی کے ساتھ ساتھ باطنی صفائی بھی مقصود ہے۔ باطنی صفائی ہی درحقیقت عبادات مفروضہ کا مطلوب و مقصود ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلَی النَّظَافَةِ۔

دین اسلام کی بنیاد پاکیزگی پر رکھی گئی ہے۔

﴿احیاء العلوم الدین' اسرار طہارت کا بیان﴾

ایک اور مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ۔

طہارت حاصل کرنا نصف ایمان ہے۔

﴿مسلم شریف' کتاب الطہارت' فضل الوضوء/ مشکوٰۃ شریف کتاب الطہارۃ' الفصل الاول﴾

آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوتا ہے کہ وضو سے مقصود صرف منہ ہاتھ کا دھونا اور ظاہری اعضاء جسم کا پاک کرنا ہی نہیں بلکہ طہارتِ باطنی بھی مقصود ہے

باطنی طہارت

عبادت کا اصل مقصد چونکہ دل کی تطہیر یعنی پاکیزگی اور اس کی اصلاح ہے' اس لئے طہارت ظاہری کی طرح طہارت باطنی بھی اشد ضروری ہے۔ اگر انسان کا جسم صاف ہے اور روح صاف نہیں ہے تو عبادت میں کبھی لطف نہیں آسکتا۔ اگر روح صاف اور مزکی ہے تو لازماً جسم بھی پاک و صاف ہوگا' اس لئے اسلام میں عبادت کے لئے کامل طہارت و صفائی مطلوب ہے۔ اگر ایک انسان ہر طرح صاف ستھرا رہنے کے باوجود جھوٹ بولتا ہے' غیبت کرتا ہے' مال حرام کھاتا ہے' زنا کرتا ہے' شراب کا عادی ہے' لوگوں پر ظلم و ستم ڈھاتا ہے' اسلام میں ایسے شخص کی عبادت کی کوئی وقعت

نہیں، ایسے آدمی کی عبادت مکمل عبادت نہیں کہی جا سکتی۔ اسلام نے انتہائی دینی اور دُنیاوی مصالح مفاد کے پیشِ نظر عبادت کے دو جز قرار دیئے ہیں، ایک یہ کہ با قاعدہ اور عملی طور پر عبادت کی جائے اور دوسرا یہ کہ گناہوں اور برائیوں سے بھی اپنے آپ کو محفوظ رکھا جائے۔ روحانی غلاظتیں ظاہری غلاظتوں سے اس درجہ کیف اور مکروہ ہیں کہ وہ قلب و رُوح کو بالکل ناپاک کر کے رکھ دیتی ہیں اور انسان کسی کام کا نہیں رہتا۔ اگر انسان جسم و رُوح کی پاکی و صفائی کے ساتھ عبادت کرے تو روحانی ترقی کے علاوہ اس کی جسمانی صحت بھی اچھی رہے گی۔ آخر ایک روز پاک ہو کر ایک پیکر نورانی بن جائے گی اور دُنیا کے لئے بھی باعثِ خیر و برکت ہوگا۔ عبادت کے لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت ضروری ہے۔ کامل اطاعت یہی ہے کہ احکام کی تعمیل کے ساتھ ساتھ ان گناہوں کو بھی چھوڑ دیا جائے جس سے دور رہنے کا اُس نے حکم دیا ہے۔

طہارت برائے حصول لذتِ روحانی

طہارتِ وضو کی فضیلت میں بہت سی احادیث صحیحہ موجود ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ تَوَضَّاءَ وَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُحَدِّثُ نَفْسَهُ فِيهِمَا بِشَيْءٍ مِّنَ الدُّنْيَا خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهُ

جو شخص وضو کر کے دو رکعت نماز تحیۃ الوضوء ایسے طور پر ادا کرے کہ اُس کے دل میں کسی قسم کے خیالات دُنیویہ کا گذر نہ ہو تو وہ اپنے تمام گناہوں سے اسی طرح پاک ہو جاتا ہے جس طرح کوئی بچہ ابھی اپنی ماں کے پیٹ سے باہر آیا ہو۔

اسی طرح دیگر بہت سی احادیث موجود ہیں جن میں طہارتِ وضوء کو بجائے خود ایک عبادت قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ہمیشہ باوضوء رہنا موجب ثواب عظیم ہے۔ رات کو باوضوء سونا ہر ایک قسم کی شر و وحشت سے محفوظ رہنے کا آلہ ہے۔ وضوء شیطان کی روک کے لئے ایک حربہ قرار دیا گیا ہے۔ پس تجربہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ظاہر بدن

اور لباس کی صفائی سے انسان کو کہاں تک باطن کی صفائی کا خیال پیدا ہو جاتا ہے۔ دین اسلام کی بنیاد ہر ایک قسم کی ظاہری اور باطنی پاکیزگی پر قائم کی گئی ہے' طہارت کو نصف ایمان قرار دیا گیا ہے۔

چونکہ طہارتِ وضوء میں تمام اعضاء و جوارح داخل ہیں اس لئے حضور ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ وضوء سے ہر ایک عضو کے متعلقہ گناہ دُور ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ کوئی عملی گناہ حواسِ خمسہ کے تعلق سے باہر نہیں جا سکتا۔ پس عباداتِ طہارت سے حضور ﷺ کا نہایت لطیف طور پر اس امر کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ جس طرح ظاہری اعضاء کو تم پاک کرتے ہو اسی طرح باطن کی پاکیزگی کو بھی لازم پکڑو۔ کیونکہ صرف ظاہر کی پاکیزگی جبکہ دل مختلف قسم کی خباثتوں سے آلودہ ہو کچھ مفید نہیں۔ اگر کوئی شخص کسی مہمان کے لئے مکان کی بیرونی آرائش پر بڑا زور دے اور اس کے اندر ہر ایک قسم کی پلیدی اور نجاست بھر رکھی ہو تو اس کا نتیجہ خود ظاہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خداوند کریم کی طرف سے جو انوار و برکات قلبِ مومن پر نازل ہوتے ہیں انکی مناسبت باطنی طہارت کی اصلیت پر مبنی ہے آیہ

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ۔ ﴿پ۲' سورۃ البقرۃ' آیت ۲۲۲﴾

(یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے اور پاک صاف رہنے والوں سے محبت فرماتا ہے)

میں غور کرنے سے اس امر کا یقینی ثبوت مل سکتا ہے' کیونکہ اگر صرف طہارت ظاہری کو موجب محبت الٰہی قرار دیا جائے۔ اور اس کے ساتھ طہارت باطنی کی ضرورت کو اصل تصور کیا جائے تو پھر محبت الٰہی کا درجہ حاصل کرنا مشکل نہ تھا جس طرح بدن اور لباس میں کسی قسم کی نجاست کے ہونے سے طبیعت انسانی میں ایک قسم کی کراہت اور تشویش پیدا ہوتی ہے اسی طرح اندرونی نجاست پاک روح کو اذیت پہنچاتی ہے اور نورِ ایمان کو کم کر دیتی ہے۔ برخلاف اس کے جس طرح ظاہری طہارت

سے طبیعت میں ایک قسم کا سرور پیدا ہوتا ہے اسی طرح باطنی طہارت سے روحانی لذت اور ذوقِ ایمان حاصل ہوتا ہے جس کی مقدار ہر ایک شخص کے اخلاص پر مبنی ہے۔

طہارتِ استنجہ کی حکمت

نجاست آگے یا پیچھے کی راہ سے نکلے تو استنجا کرنا سنت ہے کیونکہ پیشاب کو احتیاط سے کرنے میں شریعت میں بڑی سخت تاکید آئی ہے اور بے احتیاطی سے کرنے میں شدید وعیدیں وارد ہوئی ہیں اس لئے تمام مسلمانوں کو لازم ہے کہ ڈھیلے اور پانی سے ہمیشہ استنجا کیا کریں تاکہ طہارت کاملہ حاصل ہو اور ذرا سی غلطی سے خواہ مخواہ اپنے کپڑے نجس نہ کریں کیونکہ نجس کپڑوں سے نہ صرف نماز پڑھنی ناجائز ہے بلکہ موجب عذابِ عقبیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔

۲

جب پانی سے استنجا کرنے لگیں تو دونوں مقاموں کو اس طرح دھوئیں کہ نجاست کی بو جاتی رہے اس کے بعد اپنا ہاتھ زمین یا مٹی سے مل کر تین بار دھوئیں۔

اگر استنجا ڈھیلے سے کریں تو ڈھیلے مٹی یا پتھر وغیرہ کے ہونے چاہئیں' بائیں ہاتھ سے ان کا استعمال کریں' دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ پیشاب پاخانہ کے وقت قبلے کی طرف منہ نہیں کرنا چاہئے' چھوٹے بچے کو قبلہ کی طرف بٹھلا کر ہگانا متانا بھی مکروہ اور منع ہے۔

ڈھیلے سے استنجا کرتے وقت اتنا خیال رکھیں کہ نجاست ادھر ادھر پھیلنے نہ پائے اور بدن خوب صاف ہو جائے۔ گرمی کے دنوں میں پہلے ڈھیلے کو آگے سے پیچھے کو لے جائیں اور دوسرے ڈھیلے کو پیچھے سے آگے کو لائیں اور تیسرے کو پھر آگے سے پیچھے کو لے جائیں اگر زیادہ کی ضرورت ہے تو زیادہ لے لیں کیونکہ غرض صاف ہونے سے

ہے۔ ڈھیلا اس طرح لیں کہ پاک بدن پر نہ لگے۔ جاڑے کے دنوں میں اُلٹ کرے یعنی پہلا ڈھیلا پیچھے سے آگے کو لائیں اور دوسرا آگے سے پیچھے کو لے جائیں اور پھر تیسرا پیچھے سے آگے کو لائیں۔ پہلا ڈھیلا پیچھے سے آگے کو لانے میں زیادہ صفائی ہوتی ہے۔ اگر عورت ہے تو ہمیشہ پہلا ڈھیلا آگے سے پیچھے کو لے جائے اور دوسرا ڈھیلا پیچھے سے آگے کو لائے اور تیسرا آگے سے پیچھے کو لے جائے' عورت کے واسطے ڈھیلہ لینے میں گرمی سردی برابر ہے' ہمیشہ اسی طرح کیا کرے' ڈھیلہ کر چکنے کے بعد پانی سے استنجا کریں۔

انسان کو چاہیئے کہ پیشاب پاخانہ کرتے وقت اپنی شرمگاہ کو نہ دیکھے اور نہ پاخانہ پیشاب کو اور نہ ہی پاخانہ پیشاب میں تھوکے' نہ ہی بلا ضرورت زیادہ دیر تک وہاں ٹھہرے اور نہ ہی اپنی شرمگاہ سے کوئی شغل کرے' نہ نگاہ کو اونچا اٹھائے رکھے بلکہ نہایت شرم وحیا کی حالت میں بیٹھے۔ پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلے کی طرف نہ منہ اور نہ پشت کرے۔ جس چیز پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہووے یا قرآن مجید میں سے کچھ لکھا ہووے یا کسی انگوٹھی پر اللہ ورسول کا نام ہو تو اس کو ساتھ نہ لے جائے' کاغذ اگرچہ سفید ہو یعنی اس پر کچھ بھی نہ لکھا ہو تو اس سے استنجا نہ کریں کیونکہ کاغذ کی تعظیم کرنا اسلام کے اندر آداب میں سے ہے۔ نہ ہی ننگے سر طہارت خانہ میں جائیں' جب پیشاب پاخانہ کو جائیں تو طہارت خانہ کے دروازہ سے باہر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھیں اور یہ دُعا پڑھیں:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ"

داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پاؤں رکھیں اور اندر اللہ تعالیٰ کا نام زبان سے نہ لیں' نہ وہاں کچھ بولیں' نہ بات کریں۔ پھر جب بیت الخلاء سے باہر نکلے تو دایاں پاؤں پہلے نکالیں اور دروازے سے نکل کر یہ دُعا پڑھیں: غُفْرَانَكَ...... پھر پڑھیں

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ"

استنجے کے بعد بائیں ہاتھ کو زمین پر رگڑ کر یا مٹی سے مل کر دھوئے اور آبدست کے بعد تھوڑے کپڑے سے پانی کو پونچھے تا کہ زانوں پر نہ ٹپکے یہ ادب ہے اس کو استنقاء کہتے ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ طہارت کو دوست رکھتا ہے۔ طہارت پر نماز جیسی عبادت کا دارومدار ہے۔

غسل طہارت کی حکمتیں

نماز کے لئے ہر قسم کی نجاستوں سے پاکی شرط ہے اگر کسی مرد یا عورت پر غسل واجب ہو یا عورت حیض ونفاس میں مبتلا ہو تو جب تک غسل کر کے پاک وصاف نہ ہو جائے نماز نہیں پڑھ سکتے اس لئے ضروری ہے کہ پہلے غسل کر کے پاک وصاف ہو لیں پھر نماز پڑھیں۔

غسل جنابت کی حکمت

غسل کے حکم میں کیا حکمت ہے؟ پہلے یہ سمجھئے کہ منی ایک جوہر ہے جو کہ گاڑھی اور سفید رنگ کی ہوتی ہے۔ جب معدہ کی حرارت سے غذا خوب پک جاتی ہے تو اس غذا کا ایک خلاصہ اور نچوڑ نکلتا ہے جس سے منی بنتی ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ ظاہر ہوتی ہے اور یہ مادہ منویہ جس وقت شہوت کے جذبہ سے نکلتا ہے خواہ خواب کی صورت میں نکلے یا بیداری کے عالم میں تو بدن کے ہر حصہ سے بہہ

کر نکلتا ہے، جسم کا کوئی حصہ یا جوڑ ایسا نہیں جہاں سے اس کا گزر نہ ہو۔

جب یہ بات آپ کو معلوم ہو گئی کہ انسان کی منی بدن کے ہر ہر جزو سے نکلتی ہے اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ منی کے خروج سے انسانی قویٰ کمزور ہو جاتے ہیں اور جسم ضعیف اور پژمردہ ہو جاتے ہیں، کیونکہ وہ بدن کے تمام حصوں سے نکلتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا نام سُلالہ رکھا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿پ۱۸، المؤمنون:۱۲﴾

اور بے شک ہم نے انسان کو تیار شدہ مٹی سے بنایا ہے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے غسل کا حکم دیا اور اسے حتمی طور لازم اور فرض قرار دے دیا۔ غسل میں حکمت یہ ہے کہ انسانی قوتیں کمزور ہونے کے بعد غسل کرنے سے دوبارہ بحال ہو جاتیں ہیں اور جسم تروتازہ ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جماع کے بعد عضوتناسل کا دھونا مسنون قرار دیا گیا، تاکہ قدرت وطاقت میں دوام رہے۔

غسلِ حیض ونفاس کی حکمت

حیض ایک غلیظ گندہ خون ہے جو عورت کی شرمگاہ سے نکلتا ہے، قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اس حیض کو "اَذًی" یعنی گندگی فرمایا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ط قُلْ هُوَ اَذًى ﴿پ۲، البقرہ:۲۲۲﴾

اور اے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم! لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حیض کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایئے کہ وہ ایک گندگی یعنی تکلیف دہ شئے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایامِ حیض میں عورتوں سے الگ رہنے کا حکم فرمایا ہے، کیونکہ اس خون میں زہریلے جراثیم ہوتے ہیں۔ ایسی عورت کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے مولیٰ کے سامنے اس حال میں کھڑی ہو کہ اس کی سُرین سے گندہ خون بہہ رہا ہو، اسی لئے جب حیض ونفاس کا خون بند ہو جائے تو اس پر غسل کرنا واجب قرار دیا گیا۔

اخلاقی اور شرعی اعتبار سے غسل کی حکمت

شرعی اور اخلاقی پہلو سے غسل کی حکمت یہ ہے کہ انسان جب اپنی بیوی سے مباشرت اور لطف اندوز ہوتا ہے تو لذت کی شدید تاثیر کی وجہ سے ایک طرح کی غفلت اور سستی اس میں پیدا ہو جاتی ہے۔ انسان کا نفس پراگندہ ہو جاتا ہے، فرشتے بھی اس سے کراہت کرنے لگ جاتے ہیں اس لئے کہ وہ ناپاک ہے۔ فرشتے اس کو گندگی میں آلودہ دیکھتے ہیں جیسا کہ ہم انسان کو حسی اور ظاہر نجاستوں میں ملوث اور آلودہ دیکھ سکتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان مرد و عورت پر غسل کو فرض قرار دیا تا کہ وہ انسان اس مخفی نجاست اور معنوی گندگی سے بھی پاک وصاف ہو جائے۔

غسل کا مسنون طریقہ

غسل کے تین فرض ہیں (۱) اس طرح کلی کرنا کہ سارے منہ میں پانی پہنچ جائے (۲) ناک میں پانی ڈالنا جہاں تک ناک نرم ہے۔ (۳) سارے بدن پر پانی پہنچانا یہاں تک کہ ایک بال بھی سوکھا نہ رہے اگر ایک بال بھی سوکھا رہ گیا تو غسل نہ ہوگا۔

اگر ناخن میں آٹا سوکھ گیا اور اس کے نیچے پانی نہیں پہنچا' آج کے رواج کے مطابق ناخن پالش کیا اور اس کے نیچے پانی نہیں پہنچا تو ان سب صورتوں میں غسل نہ ہوگا۔ وقت غسل شرمگاہ کا دھونا فرض ہے اگر چہ اس پر نجاست نہ ہو' غسل میں بدن ملنا گو فرض نہیں ہے مگر احتیاطاً جسم کو اچھی طرح مل لے تا کہ تمام بدن تر ہو جائے اور ہر بال کے نیچے کی جنابت بھی دور ہو جاوے۔

غسل کرانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ غسل کرنے والے کو چاہیے کہ پہلے گٹوں تک دونوں ہاتھ دھوئے۔ پھر استنجے کی جگہ دھوئے ہاتھ اور استنجے کی جگہ پر نجاست ہو تب بھی نہ ہو تب بھی ہر حال میں ان دونوں کو پہلے دھونا چاہیے۔ پھر جہاں بدن پر

نجاست لگی ہو پاک کرے۔ پھر وضو کرے۔ اگر غسل کرنے والا کسی چوکی یا پتھر وغیرہ پر بیٹھ کر غسل کرتا ہو تو وضو کرتے وقت پاؤں بھی دھولے اور اگر ایسی جگہ ہے کہ پاؤں بھر جائیں گے اور غسل کے بعد پھر دھونے پڑیں گے تو سارا وضو کرے مگر پاؤں نہ دھوئے۔ پھر وضو کے بعد تین مرتبہ اپنے سر پر پانی ڈالے' پھر تین مرتبہ داہنے کندھے پر' پھر تین مرتبہ بائیں کندھے پر پانی ڈالے۔ ایسے طور پر کہ سارے بدن پر پانی بہ جائے۔ پھر اس جگہ سے ہٹ کر پاک جگہ میں آئے۔ پھر پاؤں دھوئے۔ اگر وضو کے وقت پاؤں دھو لیے ہوں تو اب دھونے کی حاجت نہیں۔ سارے بدن پر اچھی طرح ہاتھ پھیر لے تب پانی بہائے تاکہ سب جگہ اچھی طرح پانی پہنچ جائے۔ اگر غسل کے بعد یاد آئے کہ فلانی جگہ سوکھی رہ گئی تو پھر سے نہانا واجب نہیں بلکہ جہاں سوکھا رہ گیا تھا اُس کو دھولے' لیکن فقط ہاتھ پھیرنا کافی نہیں ہے بلکہ تھوڑا سا پانی لے کر اس جگہ بہانا چاہئے۔ جنبی آدمی کو جس پر نہانا فرض ہے اُسے غسل میں بڑی احتیاط برتنی چاہئے تاکہ کوئی فرض غسل کا رہ نہ جائے۔

بوقت غسل نیتیں

طہارتِ گردن

گردن کا مسح کرتے وقت حرص و ہوائے نفسانی سے اپنی گردن کو چھڑانے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اُس کی اطاعت کا حق ادا کرنے اور گردن کشی کا خیال ترک کرنے پر اظہارِ عزم و آمادگی ہے' تاکہ ان چیزوں کے حلقہ اطاعت سے کاربند ہو جائے جو حضورِ الٰہی سے مانع ہیں۔ کیونکہ نفسانی حرص کا طوق جب گلے میں پڑ جاتا ہے اور انسان پر حرص و ہوائے نفسانی کا غلبہ ہو جاتا ہے' وہ دُنیا کا سچا دوست نہیں بن سکتا' اس کا دل ہر وقت اس جستجو میں مصروف رہتا ہے کہ کہیں اُسے کچھ اور زیادہ مل جائے۔ ایسا شخص ہمیشہ حقوق تلف کرنے والا' وعدہ شکن اور خائن ہوتا ہے۔

طہارتِ پشت

بوقت غسل پشت دھوتے وقت تکیہ ما سوا اللہ تعالیٰ اور حق گو عادل کی غیبت سے دست برداری پیش نظر رکھنی چاہیے۔

طہارتِ سینہ

بوقت غسل سینہ دھوتے وقت اپنے سینہ سے مخلوق کے ساتھ کینہ اور دھوکہ دہی کے خیالات کو دل سے نکال دینا چاہیے اور مختلف الخیال اور مختلف مشرب لوگوں کے ساتھ نیک نیتی اور فائدہ پہنچانے کا ارادہ رکھنا چاہیے۔

طہارتِ شکم

بوقت غسل شکم دھوتے وقت حرام اور مشتبہ چیزوں کے کھانے پینے سے طہارتِ شکم مدِنظر رکھنی چاہیے۔

طہارتِ ران وشرمگاہ

شرمگاہ اور ران دھوتے وقت تمام اُمور ممنوعہ اور غیر مشروع طریقہ پر اُٹھنے بیٹھنے سے حفاظت پیش نظر رکھنی چاہیے۔

طہارتِ قدم

پاؤں دھوتے وقت ایسے کاموں سے جو شرعی نقطۂ نظر سے حرام و ناجائز ہوں قدموں کو بچانے کی نیت ہونی چاہیے۔

اب زندگی کا راج ہے کرلے جو کرنا آج ہے
جب مر گیا محتاج ہے پھر تو نہیں مختار ہے

مسواک کی حکمتیں

یوں تو بالعموم دانتوں کو صاف رکھنا اور اُجلا بنانا بڑے بڑے فوائد پر مبنی ہے مگر اس کے ساتھ یہ بات بھی نہایت ہی انسب اور عمدہ ہے کہ جب کسی عالی شان دربار میں جانا ہو تو قبل از حضور دربار ظاہری شکل و شباہت کا سنوارنا اور دانتوں کا صاف کرنا بھی بڑا ضروری ہے۔ کیونکہ بات چیت کرنے کے وقت دانتوں کی زردی اور میل نظر پڑنے سے طبائع سلیمہ کو نفرت ہوتی ہے۔ پس احکم الحاکمین سے بڑھ کر کس کا دربار عالی شان ہو سکتا ہے جس کے لئے یہ اہتمام کیا جائے کیونکہ:

''اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ وَ یُحِبُّ الْجَمَالَ'' اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔

اسی وجہ سے اعظم شعار اللہ یعنی نماز پڑھنے سے پہلے جیسے دیگر اعضاء سے میل کچیل صاف کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے ایسے ہی دانتوں کے میل و مسوڑھوں کی عفونت کو رفع کرنا بھی مستحق ہے، یہی وجہ ہے کہ نماز سے پہلے مسواک کا استعمال کیا جاتا ہے۔

جب کوئی بندہ مالک الملک اور احکم الحاکمین کے دربار عالی میں حاضری اور نماز کے ذریعہ اس سے مخاطبت اور مناجات کا ارادہ کرے اور یہ سوچے کہ اس کی عظمت و کبریائی کا حق تو یہ ہے کہ مُشک و گلاب سے اپنے دہن و زبان کو دھو کر اس کا نام نامی لیا جائے اور اس کے حضور میں کچھ عرض کیا جائے لیکن چونکہ اس مالک نے اپنی عنائیت و رحمت سے صرف مسواک ہی کا حکم کیا ہے اس لئے میں مسواک کرتا ہوں۔ بہر حال جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے اس احساس اور ادب کے ان جذبہ سے نماز کے لئے مسواک کرے تو خدا کی خوشنودی و رضا حاصل ہوگی۔ اور یہ مسواک والی نماز اس نماز کے مقابلہ میں جو بلا مسواک پڑھی جائے ستر گنا فضیلت رکھتی ہے۔

اطباء جدید وقدیم اس اصول پر متفق ہیں کہ اکثر امراض جو انسانی صحت کے لئے مہلک ہیں دانتوں کی خرابی سے پیدا ہوتے ہیں کیونکہ جتنی غذائیں انسان کے اندر جاتی ہیں پہلے انہیں دانتوں ہی سے واسطہ پڑتا ہے۔ اب دانت اگر خراب ہو کے یا مسوڑھوں میں پیپ یا گندہ مواد جمع ہو تو ان کے جراثیمی اثرات غذا میں مخلط ہو کر اندر چلے جائیں گے۔ جن کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ وہ زہریلے جراثیم اندر جا کر امراض کا باعث بنیں گے۔ ان جراثیم سے بعض دفعہ ایسی مہلک بیماریاں بھی پیدا ہوتی ہیں جو انسان کو ختم کر کے چھوڑتی ہیں۔

ایک انگریز ڈاکٹر لکھتے ہیں کہ دانت تندرستی کے لئے اس قدر مفید سمجھے جاتے ہیں کہ ان کی حالت صحت پر اتنا اثر ڈالتی ہے کہ یورپ کے ایک ملک میں فوج کے ہر سپاہی کے دانت اور دانت صاف کرنے کے برش کا معائنہ روزانہ اسی طرح ہوتا ہے جس طرح توپ اور بندوقوں کا معائنہ کیا جاتا ہے۔ اسلام جو کہ ایک فطری مذہب ہے اس میں ایسی جامعیت ہے جس میں دین و دنیا کی تمام بھلائیاں سمٹ کر آ گئی ہیں۔ اسلام میں مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ ہر نماز کے ساتھ مسواک کر لیا کریں۔ مسواک ایک معمولی درخت کی جڑ و شاخ سے بنائی جاتی ہے۔ اس کی شکل بھی معمولی اور سادہ ہوتی ہے اور معمولی قیمت پر حاصل ہو جاتی ہے لیکن اس کے استعمال میں اتنے طبی فوائد جمع ہیں کہ عصرِ حاضرہ کے محققین ڈاکٹر بھی رائے دے چکے ہیں کہ اس لکڑی میں ایسا مادہ ہوتا ہے جس کے استعمال سے دانتوں کی جملہ امراض رفع ہو جاتی ہیں۔ اگر لوگ مسواک کے سادہ فطری طریقہ پر عمل کریں تو اُخروی اجر کے علاوہ ہزاروں مہلک امراض سے بھی بچاؤ ہو سکتا ہے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر مجھے اُمت پر ایک تنگی کا احساس نہ ہوتا تو میں اپنی اُمت پر ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنا لازم کر دیتا۔ یعنی اس کے نہ کرنے سے مواخذہ ہوتا۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جب نماز پڑھنے والا مسواک کر کے نماز میں قرآن

پڑھتا ہے تو فرشتے قرآن کے ہر الفاظ کو بڑی محبت سے سنتے ہیں۔ اور ان الفاظ کی نورانی تجلی کو اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں۔ (ابن ماجہ)

مسواک نرم ہونی چاہئے مگر ایسی نرم بھی نہیں کہ اس سے مقصد حاصل نہ ہو سکے۔ اور مسواک ایک بالشت ہونی چاہئے اور کڑوے درخت کی ہو۔

مطلب یہ ہے کہ مسواک ایسی خشک اور سخت لکڑی کو نہ ہو جو دانتوں کو نقصان پہنچائے اور نہ ایسی تر او رنرم کہ میل کو صاف نہ کر سکے بلکہ متوسط درجے کی ہو نہ بہت نرم اور نہ بہت سخت' زہریلے درخت کی بھی نہ ہو۔ پیلو یا زیتون یا کسی کڑوے درخت مثل نیم وغیرہ کی ہو تو بہتر ہے ورنہ جو میسر آ سکے۔ لمبائی میں ایک بالشت ہونی چاہئے' استعمال سے تراشتے تراشتے اگر کم ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔ موٹائی میں انگوٹھے سے زیادہ نہ ہو بلکہ چھنگلیا کے برابر ہونی چاہئے۔

نیز فتاویٰ شامی میں علامہ سید محمد امین عابدین بن عمر عابدین جو کہ ۱۱۹۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۱/ ربیع الثانی ۱۲۵۲ھ میں ۵۴ سال کی عمر پا کر فوت ہو گئے اور دمشق باب الصغیر کے مقبرے میں دفن ہوئے (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں) مسواک کے متعلق ہدایات یوں فرماتے ہیں:

(۱) مسواک کا دائیں ہاتھ سے پکڑنا۔ (۲) مسواک کا سیدھا ہونا۔ (۳) گرہ دار نہ ہونا۔ (۴) نرم ہونا۔ (۵) چھوٹی انگلی کے برابر موٹا ہونا۔ (۶) ایک بالشت لمبا ہونا۔ (۷) منہ کی چوڑائی میں مسواک کرنا۔ (۸) موذی چیز سے مسواک کرنا مکروہ ہے۔ (۹) زہریلی چیز سے مسواک حرام ہے۔ (۱۰) اوپر نیچے مسواک نہ کرنی چاہئے یعنی پہلے اوپر کے دانتوں کے طول میں داہنی طرف مسواک کرے پھر بائیں طرف اسی طرح کرے۔ پھر نیچے کے دانتوں میں اسی طرح کرے۔ اور ایک بار مسواک کرنے کے بعد مسواک کو منہ سے نکال کر نچوڑ دے اور از سر نو پانی سے دھو کر پھر کرے۔ اسی طرح تین بار کرے۔ اس کے بعد مسواک دھو کر دیوار وغیرہ سے کھڑی کر کے رکھ

دے۔ زمین پر ویسے ہی نہ رکھے دانتوں کے عرض میں مسواک نہ کرنی چاہیئے۔ (۱۱) مسواک لیٹ کر نہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اس سے تلی بڑھ جاتی ہے۔ (۱۲) مسواک مٹھی میں نہ پکڑنا چاہیئے کیونکہ اس سے بواسیر کی مرض پیدا ہوتی ہے۔ (۱۳) مسواک کو چوسنا بھی نہ چاہیئے کیونکہ اس سے بینائی کمزور ہوتی ہے۔ (۱۴) مسواک کر کے دھو لینا چاہیئے تاکہ شیطان اسے استعمال نہ کرے۔ (۱۵) ایک بالشت سے زائد نہ ہو ورنہ اس پر شیطان سواری کرتا ہے۔

مسواک کے فائدے

(۱) موت کے علاوہ ہر بیماری کے لئے شفاء ہے۔ (۲) مسواک کی ہیشگی سے کلمہ شہادت موت کے وقت نصیب ہوتا ہے (۳) انسان جلدی بوڑھا نہیں ہوتا۔ (۴) قوت باصرہ تیز ہوتی ہے۔ (۵) پل صراط کی دشواری سہل ہوتی ہے۔ (۶) منہ پاک وصاف ہوجاتا ہے۔ (۷) اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں۔ (۸) ملائکہ خوش ہوتے ہیں۔ (۹) منہ کی بدبو دور ہوتی ہے۔ (۱۰) دانت صاف ہوتے ہیں اور مسوڑھے مضبوط ہوتے ہیں۔ (۱۱) طعام ہضم ہوتا ہے۔ (۱۲) بلغم ختم ہوتا ہے اور بلغم ہی اُم الامراض ہے۔ (۱۳) نماز کا ثواب زیادہ ملتا ہے۔ (۱۴) قرآن پڑھنے کی راہ یعنی منہ پاک صاف ہوتا ہے۔ (۱۵) فصاحت بڑھتی ہے۔ (۱۶) معدہ قوی ہوتا ہے۔ (۱۷) شیطان کو رنج ہوتا ہے۔ (۱۸) حسنات یعنی اچھے افعال میں زیادتی ہوتی ہے۔ (۱۹) صفراء ختم ہوتا ہے۔ سر کی رگوں میں سکون اور دانتوں کے درد کو تسکین ہوتی ہے۔ (۲۰) موت کے وقت روح آسانی سے نکلتی ہے۔ (۲۱) مظاہر حق میں ایک حدیث کے ذیل میں مرقوم ہے کہ مسواک کرنے کے ستر فائدے ہیں۔ ادنی فائدہ یہ ہے کہ کلمہ شہادت کو موت کے وقت یاد رکھے گا۔ اور افیون کھانے میں ستر نقصان ہیں۔ ادنی نقصان یہ ہے کہ کلمہ شہادت موت کے وقت بھول جائے گا۔

احمد نے ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کبھی جبرائیل علیہ السلام میرے پاس تشریف لاتے تو مجھے مسواک کا حکم کرتے۔ میں اس بات سے ڈر گیا کہ میں اپنے منہ کی اگلی طرف چھل جانے کا خوف ہوتا ہے۔ (مسند احمد)

مسواک کے بارے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کی بار بار یہ تاکید و وصیت دراصل اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھی اس کا خاص راز یہ تھا کہ جو ہستی اللہ تعالیٰ سے مخاطبہ اور مناجاۃ میں ہمہ وقت مصروف رہتی ہو اور اللہ کا فرشتہ جس کے پاس بار بار آتا ہو اور اللہ کے پاک کلام کی تلاوت اور اس کی طرف دعوت جس کا خاصی وظیفہ ہو اس کے لئے خاص طور سے ضروری ہے کہ وہ مسواک کا بہت زیادہ اہتمام کرے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی کبریائی و جبروت وعظمت اور شان کو سامنے رکھتے ہوئے حقیقت تو یہ ہے:

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

مسواک کرنے کا طریقہ

فقہ کی کتابوں میں مسواک کا طریقہ اس طرح مرقوم ہے کہ مسواک داہنے ہاتھ میں اس طرح لے کہ مسواک کے ایک سرے کے قریب انگوٹھا اور دوسرے سرے کے نیچے اخیر کی انگلی اور درمیان میں اوپر کی جانب باقی تین انگلیاں رکھے اور مٹھی باندھ کر نہ پکڑے۔ مسواک کو اوپر نیچے نہ مارنا چاہئے تاکہ مسوڑھوں کا گوشت نہ اُکھڑ جائے۔ ساتھ ہی یہ احتیاط بھی ملحوظ رکھیں کہ مسواک کو پہلے نرم کرلیں اور پانی سے دھولیں۔ جو منہ سے میل کچیل نکلے اسے باہر تھوکتے جائیں کیونکہ اس کا نگلنا مضر صحت ہے۔ نیز مسواک صرف دانتوں کے باہر کے حصہ پر منحصر نہ رہنا چاہئے بلکہ مسواک کو اندر بھی لگائیں اور زبان بھی اس سے صاف کریں۔

وضو کی حکمتیں

عام لوگوں کی عادات واطوار اور جدید وقدیم اصطلاحات میں غور کریں کہ وہ اپنے ظاہری اور دنیوی حاکموں اور حکمرانوں سے ملاقات کی خاطر کس قدر اپنے جسموں کی نظافت اور کپڑوں کی طہارت اور صفائی وستھرائی کا اہتمام کرتے ہیں۔ خصوصاً اپنے چہروں، ہاتھوں کی صفائی اور اپنے بالوں کی ترتیب، حتیٰ کہ اپنے ہاتھ اور گردن کے اشارات تک کا خاص خیال رکھتے ہیں تو ایسے ماحول کو دیکھنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وضو کا حکم دینے میں کیا حکمت پوشیدہ، جسم سے میل کچیل کو دور کرنا اور بدن کو صاف ستھرا رکھنا وغیرہ۔ کم از کم اس گرد وغبار کو دور کرنا جو اٹھنے بیٹھنے، صبح و شام کہیں آنے جانے میں جسم سے جدا نہیں ہوتا۔ وضو کی یہی حکمت ہے تا کہ وہ نمازی پاک صاف ہو کر اپنے اس مالکِ حقیقی کے سامنے کھڑے ہونے کے قابل ہو سکے، جو واحد، احد اور بے نیاز ہے اور اپنے بندہ کے تمام ظاہری اور باطنی احوال سے باخبر ہے لہٰذا اس کے بندہ کو چاہیے کہ اپنے جسم کو پاک وصاف اور آراستہ و پیراستہ رکھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے:

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ۔ (پ ۸ سورۃ الاعراف: ۳۱)

اے اولادِ آدم مسجد میں نماز کے لئے جاؤ تو آراستہ ہو کر جایا کرو۔

اس سے واضح ہوا کہ وضو کا حکم دینے میں حکمت اور راز اصل میں یہی نظافت ہے تا کہ بندہ اپنے آقا و مولیٰ کے سامنے بہترین صورت میں کھڑے ہونے کے قابل ہو جائے اور پھر نماز میں اسے خشوع وخضوع کا مقام بھی حاصل ہو جائے۔

(۲)

جن سلیم الفطرت انسانوں کی روحانیت بہیمیت سے مغلوب نہیں ہوئی ہے وہ حدث کی حالت میں یعنی جب پیشاب پاخانے جیسے کسی سبب سے ان کا وضو ٹوٹ جائے تو وہ اپنے باطن میں ایک گونہ ظلمت و کدورت اور ایک طرح کی گندگی محسوس کرتے ہیں شریعت اسلام نے اسی کے ازالہ کے لیے وضو مقرر فرمایا ہے جن بندوں نے بہیمیت کے سفلی تقاضوں سے مغلوب ہوکر اپنے لطیف روحانی احساسات کو فنا نہیں کردیا ہے وہ حدث کی حالت میں اس باطنی گندگی اور ظلمت و کدورت کو بھی محسوس کرتے ہیں کہ وضو سے یہ کیفیت زائل ہوکر ایک روحانی پاکیزگی و نورانیت پیدا ہوجاتی ہے۔

(۳)

ایک صحیح المزاج انسان جب کسی نجاست سے آلودہ ہوجاتا ہے یا اس کو پیشاب پاخانہ کا سخت تقاضا ہوتا ہے یا وہ جماع وغیرہ سے فارغ ہوا ہوتا ہے تو وہ اپنے نفس میں ایک خاص قسم کی گرانی وانقباض، بے لطفی اور اپنی طبیعت میں سخت ظلمت کی ایک کیفیت محسوس کرتا ہے پھر جب وہ اس حالت سے نکل جاتا ہے مثلاً پیشاب یا پاخانہ کا جو سخت تقاضا تھا اس سے فارغ ہوجاتا ہے اور اچھی طرح استنجا و طہارت کرلیتا ہے یا اگر وہ جماع سے فارغ ہوا تھا تو غسل کرلیتا ہے اور اچھے صاف ستھرے کپڑے پہن لیتا ہے اور خوشبو لگا لیتا ہے تو نفس کے انقباض و تکدر اور طبیعت کی ظلمت کی وہ کیفیت جاتی رہتی ہے اور اس کی بجائے اپنی طبیعت میں وہ ایک انشراح وانبساط اور سرور و فرحت کی کیفیت محسوس کرتا ہے پس دراصل پہلی کیفیت اور حالت کا نام حدث یعنی ناپاکی ہے اور دوسری حالت کا نام طہارت یعنی پاکی و پاکیزگی ہے۔ نفس انسانی کی یہ طہارت کی حالت ملائکہ کی حالت سے بہت مشابہت و مناسبت رکھتی ہے کیونکہ اللہ کے فرشتے دائمی طور پر آلودگیوں سے پاک صاف اور اپنی نورانی کیفیات سے شاداں و فرحاں

رہتے ہیں اس کے برعکس جب آدمی حدث یعنی ناپاکی کی حالت میں ڈوبا رہتا ہے تو اس کو شیاطین سے ایک مناسبت و مشابہت حاصل ہو جاتی ہے اور شیطانی وساوس کی قبولیت کی ایک خاص استعداد اور صلاحیت اس میں پیدا ہو جاتی ہے اور ایسے آدمی کی روح کو ظلمت گھیر لیتی ہے پس وضو کا اصل مقصد موضوع تو یہی ہے اور اسی وجہ سے اس کو نماز یعنی بارگاہ الٰہی کی خاص حضوری کی لازمی شرط قرار دیا گیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس میں اپنے فضل سے اس کے علاوہ بھی بہت سی برکات رکھی ہیں۔

دیکھئے جب امراء وسلاطین کے حضور میں ہم جاتے ہیں تو ان اعضاء وضو کو دھو لیتے ہیں کیونکہ ان پر اکثر گردوغبار میل کچیل کا اثر بوجہ ان کی برہنگی کے ہوتا رہتا ہے اور باہم ملاقات کے وقت بھی یہی اعضاء نظر پڑتے ہیں نیز تجربہ سے بھی شہادت ملتی ہے کہ ہاتھ پاؤں کے دھونے سے اور منہ و سر پر پانی چھڑکنے سے نفس پر بڑا اثر پڑتا ہے اور اعضاء رئیسہ میں تقویت و بیداری پیدا ہو جاتی ہے اسی لیے حاذق اطباء غشی والے مریض کو یا جس کو زیادہ اسہال آتے ہوں یا کسی کی فصد لی گئی ہو تو اس کے اعضاء مذکور پر پانی چھڑکنا تجویز کرتے ہیں، چنانچہ علامہ قرشی مشہور طبیب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ منہ اور ہاتھ پاؤں پر پانی چھڑکنا حرارت غریزیہ کو تازہ اور قوی بنا دیتا ہے اسی واسطے انسان کو امر ہوا کہ اپنے نفس کی کاہلی و کثافت کو بذریعہ وضو دور کرے تاکہ خدا کے حضور میں کھڑا ہونے کے لائق ہو سکے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سدا ہشیار و بیدار ہے۔ لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ یعنی اللہ تعالیٰ کو غفلت و نیند نہیں پکڑتی پس غافل و کاہل انسان اس کے حضور میں کھڑے ہونے کے قابل نہیں ہو سکتے یہی وجہ ہے کہ غفلت کی حالت میں نماز پڑھنا مشروع نہیں۔

کسی بھی غافل آدمی کو کسی دنیادی حاکم و بادشاہ کے دربار میں غفلت کی حالت میں جانے کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔ جب غافل غفلت کی حالت میں ایک دنیادی حاکم کے دربار میں باریاب نہیں ہو سکتا تو جو شخص غافل جیسی حالت بنائے

ہوئے ہو اس کو احکم الحاکمین کے دربار میں کب شرف باریابی عطا ہو سکتا ہے۔ غفلت کی حالت میں نماز اسی وجہ سے ممنوع ہوئی کہ اُس کو معلوم نہیں ہوتا کہ منہ سے کیا کہہ رہا ہے اور اس کے دل میں کیا گزر رہا ہے۔

سو وضو انسان کو ظاہری و باطنی گناہوں اور غفلت ترک کرنے پر آمادہ کرتا ہے' اگر نماز بغیر وضو کے پڑھنی شروع ہوتی تو انسان اسی طرح پردۂ غفلت میں سرشار رہتا' لہٰذا اسی نشۂ غفلت کو اتارنے کے لئے وضو شروع ہوا ہے تاکہ انسان باخبر و باحضور ہو کر بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہو۔

وضو کے فضائل

وضو کی فضیلت کے متعلق چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

صحیح مسلم میں ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وضو نصف ایمان ہے۔ اس لئے کہ ایمان سے چھوٹے بڑے گناہ بخشے جاتے ہیں اور وضو سے صغیرہ گناہ بخشے جاتے ہیں۔ پس طہارت ایمان کی نصف ہوئی۔ علاوہ ازیں طہارت ظاہر و باطن کی صفائی کا نام ایمان ہے' لہٰذا ظاہر بدن کی طہارت غسل اور وضو نصف ایمان ہوئی اور باطن بدن یعنی دل کی صفائی۔ صحیح عقیدہ اور نیک اخلاق نصف باقی ٹھہرے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سلسلہ کلام میں فرمایا کہ جو کوئی تم میں سے وضو کرے اور پورے آداب کے ساتھ خوب اچھی طرح اور مکمل وضو کرے۔ پھر وضو کے بعد کہے "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُه"۔ تو لازمی طور پر اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جائیں گے۔ وہ جس دروازے سے بھی چاہے گا جنت میں جا سکے گا۔ (مسلم)

وضو کرنے سے بظاہر صرف اعضاء وضو کی صفائی ہوتی ہے اس لئے مومن بندہ

وضو کرنے کے بعد محسوس کرتا ہے کہ میں نے حکم کی تعمیل میں اعضاء وضو تو دھو لئے اور ظاہری طہارت اور صفائی کر لی لیکن اصل گندگی تو ایمان کی کمزوری' اخلاص کی کمی اور اعمال کی خرابی کی گندگی ہے' اس احساس کے تحت وہ کلمہ شہادت پڑھ کے ایمان کی تجدید اور اللہ تعالیٰ کی خالص بندگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری پیروی کا گویا نئے سرے سے عہد کرتا ہے اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی کامل مغفرت کا فیصلہ ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ اس کے لئے جنت کے تمام دروازے کھل جاتے ہیں۔ امام مسلم ہی نے ایک دوسری روایت میں اسی موقعہ پر کلمہ شہادت کے پورے الفاظ بھی نقل کئے ہیں۔ نیز اسی حدیث کی ترمذی کی روایت میں اس کلمہ شہادت کے بعد ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ'' کا بھی اضافہ ہے۔ دعائے وضو کے آخری ٹکڑہ میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ اعضائے ظاہر کی طہارت جو ہمارے اختیار میں تھی بجا لائے اور احوالِ باطن کی طہارت جو تیرے ہاتھ میں ہے تو ہی اس کو اپنے فضل سے عطا کر۔

صحیح مسلم میں ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے خلیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مومن کا زیور جنت میں وہاں تک پہنچے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچے گا۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے دوسری ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اُمتی قیامت کے دن بلائے جائیں گے تو وضو کے اثر سے ان کے چہرے اور ہاتھ اور پاؤں روشن اور منور ہوں گے۔ پس تم میں سے جو کوئی اپنی وہ روشنی اور نورانیت بڑھا سکے اور مکمل کر سکے تو ایسا ضرور کرے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

یعنی قیامت میں وضو کا ایک مبارک اثر یہ بھی ظاہر ہوگا کہ وضو کرنے والے آپ کے اُمتیوں کے چہرے اور ہاتھ اور پاؤں وہاں روشن اور تاباں ہوں گے اور یہ ان کا وہاں امتیازی نشان ہوگا۔ پھر جس کا وضو جتنا کامل اور مکمل ہوگا اس کی یہ نورانیت اور

تابانی بھی اسی درجہ کی ہوگی۔ اسی لئے حدیث شریف کے آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس سے ہو سکے وہ اپنی نورانیت کو مکمل کرنے کی امکانی کوشش کرتا رہے جس کی صورت یہی ہے کہ وضو ہمیشہ فکر اور اہتمام کے ساتھ مکمل کیا کرے اور آداب کی پوری نگہداشت رکھے۔

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا بھلا بتلاؤ تو اگر کسی کے گھوڑے سفید پیشانی، سفید ہاتھ پاؤں والے نہایت سیاہ رنگ گھوڑوں میں ملے جلے ہوں۔ کیا وہ اپنے گھوڑوں کو نہ پہچانے گا؟ صحابہ نے کہا: ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پہچان لے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میری اُمت کے لوگ وضو کے اثر سے سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والے آئیں گے اور میں حوضِ کوثر پر ان کا میرِ سامان بنوں گا یعنی ان کے لئے مغفرت اور رفعتِ درجات کا انتظام کرنے والا ہونگا۔

احادیث میں مذکور ہے کہ وضو کرنے سے خطائیں محو کر دی جاتی ہیں اور اعمالنامہ میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ طہارت کی کیفیت نفس میں راسخ ہونے کے بعد بہمیت کی تاریکی کا حصہ مغلوب ہو جاتا ہے اور قوتِ ملکیت کی روشنی بہمیت پر غالب آجاتی ہے۔

گناہوں کے ارتکاب سے روحانی نور اعضاء سے صلب ہو جاتا ہے، وضو کرنے سے ہی نور عود کر آتا ہے یعنی واپس پلٹ آتا ہے۔ یہی نور قیامت کے دن اعضائے وضو میں نمایاں اور درخشاں ہوگا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِنَّ اُمَّتِیْ یُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ غُرًّا مُّحَجَّلِیْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمْ اَنْ یُّطِیْلَ غُرَّتَهٗ فَلْیَفْعَلْ ﴿مشکوٰۃ شریف، کتاب الطہارۃ، پہلی فصل﴾

قیامت کے دن وضو کے آثار سے میری اُمت کے ہاتھ، پاؤں اور چہرے روشن ہوں گی، اس لیے تم میں سے جو کوئی اپنی چمک دمک دراز کر سکے تو کرے۔

دوسری حدیث میں ہے:

تَبْلُغُ الْحِلْيَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوُضُوْءُ

﴿مشکوۃ شریف' کتاب الطہارۃ' پہلی فصل﴾

جہاں تک وضو کا پانی ہاتھوں' پیروں پر پہنچے گا وہاں تک مومن کو جنت کے زیورات پہنائے جائیں گے۔

— ◀ ۲ ▶ —

دربارِ شاہی میں عرضِ حال یا احکامِ شاہی سننے کے لئے جس طرح دربار میں حاضری کے وقت آداب و تعظیمات کی بجا آوری ضروری ہے۔ اسی طرح جسم اور لباس کی صفائی ضروری ہے' ظاہری و جسمانی صفائی بھی آدابِ شاہی میں شمار ہے۔ نماز چونکہ دربارِ الٰہی میں حاضری ہے۔ اس لیے حاضری کے آداب میں جسمانی اور لباس کی صفائی بھی لازمی ہے۔

— ◀ ۳ ▶ —

ہاتھ پاؤں دھونے سے غفلت اور کسل دور ہو جاتا ہے' نماز اس شہنشاہ کے دربار میں حاضری ہے جس کی شان ہے "لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ" (نہ اس کو غفلت ہوتی ہے نہ نیند آتی ہے) اس لیے غافل اور نیند کا متوالہ اس شہنشاہ کے دربار میں حاضری کا مستحق نہیں۔ ایسے بادشاہ کے دربار میں غفلت کی حالت میں جانے کی اجازت نہیں تو خدا (شاہوں کے شاہ) کے دربار میں غفلت کی حالت میں باریابی کی کب اجازت مل سکتی ہے۔ نماز میں چونکہ یہ امر نہایت ضروری ہے کہ تم اپنی زبان سے کیا کہہ رہے ہو' غفلت کی حالت میں یہ بات میسر نہ ہو سکے گی' انسان کو غفلت کی حالت میں اسی لیے نماز پڑھنے کی ممانعت ہے کہ وہ ادراک نہیں کر سکتا کہ زبان سے کیا کہہ رہا ہے۔ ہاتھ' منہ اور پاؤں دھونے سے غفلت دور ہو جاتی ہے' اس لیے نماز کے لئے وضو کی مشروعیت بڑی ہی مصلحتوں اور حکمتوں پر مبنی ہے۔

ناقص وضو کے برے اثرات

شُبیب بن ابی روح نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فجر کی نماز پڑھی اور اس میں آپ نے سورۂ روم شروع کی تو آپ کو اس میں اشتباہ ہو گیا اور خلل پڑ گیا' جب آپ نماز پڑھ چکے تو فرمایا بعض لوگوں کی یہ کیا حالت ہے کہ ہمارے ساتھ نماز میں شریک ہو جاتے ہیں اور طہارت (وضو وغیرہ) اچھی طرح نہیں کرتے' پس یہی لوگ ہمارے قرآن پڑھنے میں خلل ڈالتے ہیں۔ (سنن نسائی)

معلوم ہوا کہ وضو وغیرہ طہارت اچھی طرح نہ کرنے کے برے اثرات دوسرے صاف قلوب پر بھی پڑتے ہیں اور اتنے پڑتے ہیں کہ ان کی وجہ سے قرآنِ مجید کی قرأت میں گڑبڑ ہو جاتی ہے' غور کیجئے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک دوسرے لوگوں کی اس طرح کی کوتاہیوں سے اتنا متاثر ہوتا تھا تو پھر ہم عوام کس شمار وقطار میں ہیں' لیکن چونکہ ہمارے قلوب پر زنگ کی تہیں کی تہیں جم گئی ہیں اس لئے ہم کو ان چیزوں کا احساس نہیں ہوتا۔

اس حدیث شریف سے بڑی وضاحت کے ساتھ یہ بات معلوم ہو گئی کہ انسانوں کو قلوب پر ساتھ والوں کی اچھی یا بری کیفیات کا کس قدر اثر پڑتا ہے۔

یہ حدیث ان لوگوں کے لئے باعث عبرت ہے جو تاثیرِ صحبت سے غافل ہیں' کیا نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اس قدر رتبے کے ایک ادنیٰ صحابی کی صحبت نے جس سے آداب وسنن وضو رہ گئے تھے ایسی تاثیر کی کہ قرأت میں متشابہ ہوا۔ پس کیا حال ہوگا ان لوگوں کا جو اہلِ بدعت وہوا اور اہلِ فسق وفجور کی صحبت میں شب وروز رہتے ہیں۔

ہمیشہ باوضو رہنے سے تمام بلیات کے ٹل جانے کے متعلق ایک اہم واقعہ

ہمیشہ باوضو رہنے سے کئی طرح کی بلیات دُور ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا ایک سچا واقعہ اس کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک عورت نیک بخت تھی، اُس نے آٹا گوندھ کر خمیری روٹی بنا کر تنور میں لگائی۔ چونکہ نماز کا وقت تنگ ہو رہا تھا اس لئے اسی وقت کام چھوڑ کر اُس نے نماز شروع کر لی۔ ایسے وقت ابلیس ملعون ایک عورت بن کر اُس کے پاس آکر کہنے لگا کہ اری روٹی تنور میں جلی جاتی ہے مگر اُس نیک بخت عورت نے اُس کے کہنے کا کچھ خیال نہ کیا۔ اور نہایت خشوع و خضوع سے نماز پڑھتی رہی۔ جب ابلیس ملعون نے دیکھا کہ اُس نے نماز نہیں توڑی اور میرا داؤ نہیں چلا تو پھر اُس نے ایک اور زبردست داؤ چلایا۔ وہ یہ کہ اس کا شیر خوار بچہ جو کھیل رہا تھا اُس کو اُٹھا کر تنور میں پھینک دیا۔ مگر اس پارسا نے نہ نماز کو توڑا اور نہ ہی اُس کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بال برابر پھرا۔ اللہ تعالیٰ کی شان دیکھو کہ اسی وقت اس عورت کا خاوند باہر سے آیا اور دیکھا کہ بچہ تنور میں کھیل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تنور کی آتش کو لعل و عقیق بنا دیا۔ جب یہ خبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہنچی تو اسی وقت آپ نے اُس عورت کو بلا کر پوچھا کہ تو نے کونسا ایسا عمل کیا ہے جس کی برکت سے تجھے یہ کرامت ملی۔ اُس نے کہا: میرا کوئی ایسا زبردست عمل تو نہیں ہے مگر ہاں ایک عمل کی میں بڑی پابند ہوں، وہ یہ ہے کہ جس وقت میرا وضو ٹوٹتا ہے اسی وقت پھر وضو کر لیتی ہوں، شاید اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رحم کیا اور اس جانکاہ صدمہ سے محفوظ رکھا اور حق تعالیٰ نے مجھے یہ کرامت بخشی اور جو کوئی حاجت و مراد مجھ سے مانگے وہ بھی خدا تعالیٰ پوری کر دیتا ہے۔ (مقاصد الصالحین)

کتاب طبقات میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے موسیٰ! ہمیشہ وضو کے ساتھ رہ جس وقت بے وضو رہے گا اس وقت اگر بلا اور مصیبت تجھ کو پہنچے تو کسی کو ملامت نہ کر اپنے نفس کو ملامت کر کیونکہ بے وضو رہنے کے سبب سے بلا و مصیبت پہنچتی

ہے۔(کتابِ طبقات)

جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو فرمایا: ہمیشہ وضو سے رہنے کی اگر قدرت ہو تو ہمیشہ وضو سے رہو۔ کیونکہ ملک الموت جس وقت بندے کی روح قبض کرتا ہے اور وہ بندہ اس وقت اگر وضو سے ہے تو اس کو شہید کا قرب ملتا ہے۔

وضو کی حکمتیں

وضو کے ظاہری مفاد و برکات میں سے ایک اہم ترین فائدہ یہ ہے کہ ظاہری صفائی و پاکیزگی یعنی جسم، کپڑے اور مکان کی صفائی سے اکثر خطرناک وبائی امراض سے حفاظت رہتی ہے۔ مشاہدہ ہے کہ جو لوگ ظاہری طہارت کے پابند نہیں ہوتے وہ عام طور پر خطرناک امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

— ◄ ۲ ► —

قرآنِ مجید کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم کا اقتضاء ہے کہ انسان باطنی پاکیزگی حاصل کر کے عذابِ آخرت سے نجات پائے اور ظاہری صفائی ستھرائی سے دُنیا کے جہنم سے بچا رہے، جو طرح طرح کی بیماریوں اور وباؤں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ﴿پ ۱۸، سورۃ المؤمنون: ۵۱﴾

تم بہترین اور پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرتے رہو۔

اس آیت میں جسمانی صلاحیت کے انتظام کا بھی حکم ہے اور روحانی صلاحیت کا اہتمام بھی۔ اچھی چیزیں کھانے سے صحت جسمانی قائم رہے گی، نیک اعمال سے عذابِ آخرت سے نجات ملے گی۔ اس کے برعکس بد اعمال سے عذابِ آخرت لازمی ہے اور بُری چیزوں سے جسمانی صحت بھی برقرار نہیں رہتی اور باطنی صحت بھی خراب ہو جاتی ہے۔ اس لئے ظاہری طہارت ہر مسلمان پر اس لئے لازمی قرار دی گئی، وہ دُنیا اور

آخرت میں صحت مندرہ کر دونوں عالم کی لذتوں سے لطف اندوز ہو۔

(۳)

وضو انسان کو ظاہری و باطنی خباثتوں سے پاک و صاف کر دیتا ہے' اگر نماز سے پہلے وضو شروع نہ ہوتا تو انسان غفلت کی حالت میں نماز کے لئے کھڑا ہو جاتا' حالانکہ ضرورت اس امر کی تھی کہ انسان باخبر اور باحضور ہو کر اللہ تعالیٰ کے آگے کھڑا ہو۔

(۴)

نماز پڑھنے کے لئے وضو انتہائی ضروری اور لازمی ہے۔ وضو کے فرض ہونے کی دلیل قرآنِ پاک سے ثابت ہے۔

(۵)

طبی نقطہ نظر سے بھی وضو اس لئے بھی ضروری ہے کہ انسان کے اندرونی جسم کے زہریلے مواد مسامات سے خارج ہو کر جسم میں جمع ہوتے رہتے ہیں اور وہی عفونت پا کر زہریلی پھنسیوں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ ہاتھ' منہ اور پیر وغیرہ دھونے سے لباس کے باہر کے اعضاء صاف ستھرے ہو جاتے ہیں۔ گندہ مادہ پانی سے دھونے سے دور ہو جاتا ہے' جراثیم بھی دور ہو جاتے ہیں۔

(۶)

وضو کے احکام کا علم ہونا ضروری ہے اور ان کے آداب بھی جاننا انتہائی ضروری ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اعضائے وضو دھوتے وقت حضوریٔ قلب کو بھی برقرار رکھنا چاہئے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اگر وضو کے دوران حضوریٔ قلب میسر ہو گی تو نماز میں بھی حضوریٔ قلب میسر ہو گی' اگر اس میں کوئی سہو ہو گا تو نماز میں وسوسے پیدا ہوں گے۔

(۷)

وضو مومن کا ہتھیار ہے' اعضاء و جوارح جب وضو کے حصار اور حفاظت میں

آجاتے ہیں تو صاحب وضو شیطان کے وار سے محفوظ رہتا ہے۔

— ◄ ⑧ ► —

انسان کے جسم میں قوت اور اس کے اعضاء و جوارح میں نشاط پیدا ہو جائے تا کہ وہ نماز دو غیرہ جیسے احکامات کی ادائیگی میں اس سے مدد لے سکے۔

— ◄ ⑨ ► —

وضو کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ وضو مخلوق کی رضا اور خوشی حاصل ہونے کا ذریعہ ہے، کیونکہ جس وقت لوگ اس کو عام اجتماعات (جمعہ و عیدین وغیرہ) میں صاف ستھرا دیکھیں گے تو ان کے دل خوش ہوں گے۔

— ◄ ⑩ ► —

وضو میں ایک اور دقیق حکمت پنہاں ہے کہ نفس کو گناہوں، عیوب کی آلائشوں اور نجاستوں سے پاک کرنا، کیونکہ وضو صغیرہ گناہوں کے لئے کفارہ کا باعث ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس بندہ مسلمان کو فرض نماز کا وقت حاضر ہو اور وہ خوب اچھی طرح وضو کرے اور نہایت خوبی سے نماز کے خشوع اور رکوع ادا کرے تو (یہ نماز) اُس کے تمام (گزشتہ) گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے جب تک کہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ ہو اور یہ (دستورِ قدرت) ہمیشہ کے لئے ہے۔ ﴿مشکوٰۃ شریف، کتاب الطہارۃ، الفصل الاول﴾

نماز سے قبل وضو کی حکمتیں

ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ جب ہم کسی بڑے شخص سے ملاقات کے لئے جاتے ہیں خواہ وہ صدر ہو، وزیر ہو، کسی ادارے کا سربراہ ہو یا ہمارا کوئی عزیز ہی کیوں نہ ہو۔ ہم یہ کوشش کرتے ہیں کہ ہمارا لباس اچھا ہو، منہ دُھلا ہوا ہو، بال وغیرہ بنے ہوئے

ہوں۔

تو ظاہر ہے کہ جب ہم بادشاہوں کے بادشاہ' اللہ ربّ العالمین کے حضور میں جائیں اور وہ بھی ایک عظیم الشان عبادت کی ادائیگی کے لئے' اُس وقت ہمیں زیادہ تیاری کی ضرورت ہے' زیادہ بننے اور سنورنے کی ضرورت ہے' ظاہری و باطنی گندگیوں اور غلاظتوں کو نکالنے کی ضرورت ہے اور یہ کام وضو ہی سے ممکن ہوسکتا ہے۔

جس کی بدولت ہماری ظاہری ناپاکی و نجاست بھی دُور ہوتی ہے اور باطنی گندگیوں کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب کوئی مسلمان وضو کرتا ہے اور چہرہ دھوتا ہے تو اُس کے چہرے سے وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں جو اُس نے نظر سے دیکھ کر کئے تھے۔ یہ گناہ پانی کے ذریعے (اور ایک روایت کے مطابق) پانی کے آخری قطرے کے ذریعے نکل جاتے ہیں۔ پھر جب وہ بازو دھوتا ہے تو پانی کے ذریعے یا پانی کے آخری قطرے کے ذریعے اس کے ہاتھوں سے وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں جن کی طرف اُس نے ہاتھ بڑھائے تھے اور جب وہ پاؤں دھوتا ہے تو پانی کے ذریعے یا پانی کے آخری قطرے کے ذریعے اُس کے پاؤں سے وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں جن کی طرف وہ پاؤں کے ذریعے چل کر گیا تھا' یہاں تک کہ (وضو مکمل کرنے کے بعد) وہ شخص گناہوں سے مکمل طور پاک ہو جاتا ہے۔''

﴿مسلم شریف' کتاب الطہارت' باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء﴾

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص اچھی طرح وضو کرے تو اس کے جسم سے یہاں تک کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں۔''

﴿مسلم شریف' کتاب الطہارت' باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء﴾

حضرت عبداللہ صنابحی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا:

بندۂ مومن جب وضو کرنے لگے، کلی کرے تو خطائیں اُس کے منہ سے نکل جاتی ہیں اور جب ناک میں پانی لے تو خطائیں اُس کے ناک سے نکل جاتی ہیں اور جب اپنا منہ دھوئے تو خطائیں اُس کے چہرے سے نکل جاتی ہیں حتیٰ کہ اُس کی آنکھوں کی پلکوں کے نیچے سے نکل جاتی ہیں اور جب اپنے ہاتھ دھوئے تو خطائیں ہاتھوں سے نکل جاتی ہیں حتیٰ کہ ہاتھوں کے ناخنوں کے نیچے سے نکل جاتی ہیں اور جب اپنے سر کا مسح کرے تو خطائیں اُس کے سر سے نکل جاتی ہیں حتیٰ کہ اُس کے کانوں سے نکل جاتی ہیں۔ پھر جب پاؤں دھوئے تو خطائیں اُس کے پاؤں سے نکل جاتی ہیں حتیٰ کہ پاؤں کے ناخنوں کے نیچے سے نکل جاتی ہیں پھر اس کا مسجد کی طرف جانا اور نماز پڑھنا زیادتی ہوتی ہے۔

(مشکوٰۃ شریف جلد اول، کتاب الطہارۃ، الفصل الثالث)

ترتیب وضو کی حکمتیں

وضو کی ترتیب منصوص کا خلاف اس لئے ناجائز ہے کہ انسانوں سے احکامِ الٰہی کی مخالفت وگناہ کا ظہور اس ترتیب سے ہوتا ہے جو قرآنِ کریم میں مذکور ہے، لہٰذا اعضاء وضو کو بہ ترتیب منصوص دھونا ان کو گناہوں اور خدا کی نافرمانیوں کے دھونے اور تائب کرنے کی طرف اشارہ ہے، مثلاً جس عضو کے ذریعہ سے انسانوں سے اولاً گناہ سرزد ہوا ان کو سب سے پہلے دھونا، سب سے پہلے اس کے ترکِ گناہ اور توبہ کی طرف ایماء واشارہ ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے چہرے کے دھونے کا امر فرمایا یعنی وضو کے چاروں فرائض میں سے پہلا فرض چہرے کا دھونا ہے جس میں منہ، ناک اور آنکھیں شامل ہیں۔ پہلے کلی کے ذریعے زبان کو صاف کیا جاتا ہے جس میں توبہ زبان کی طرف اشارہ ہے کیونکہ انسان کی زبان مخالفت احکامِ الٰہی میں

سارے اندا موں واعضاء سے سبقت لے جاتی ہے اسی زبان سے الفاظ کفر وغیبت وغیرہ صد ہا قسم کے بیجا کلمات نکلتے ہیں۔ پھر ناک میں پانی ڈال کر اس کو صاف کیا جاتا ہے جو کہ مشمومات ممنوعہ اور دماغی کبر وغرور سے توبہ کرنے کی علامت ہے۔ پھر سارے چہرے کو مع دونوں رخسار و پیشانی کے دھویا جاتا ہے۔ جو کہ مواجہ یعنی چہرہ کے سارے گناہوں اور آنکھوں کی بدنظری کے چھوڑنے کی طرف اشارہ ہے۔ پھر دونوں ہاتھوں کو دھویا جاتا ہے جو ہاتھوں کے ترکِ ذنوب کی طرف اشارہ ہے' کیونکہ جب انسان باتیں کرتا ہے اور آنکھیں دیکھتی ہیں تو ہاتھ پکڑتے یا چھوتے ہیں۔ پھر سر کا مسح کیا جاتا ہے اور اس کو دھویا نہیں جاتا۔ کیونکہ سر سے بذاتہٖ کوئی مخالفت صادر نہیں ہوتی۔ بلکہ باتباع زبان اور آنکھ اور ان کی مجاورت کے باعث ہوتی ہے لہٰذا سر کے لئے ایسا حکم ملا جو دھونے اور نہ دھونے کے درمیان ہے۔ اور وہ مسح ہے۔ پھر کانوں کا مسح کیا جاتا ہے کیونکہ اکثر اوقات انسان کے کانوں میں بلا اختیار اور بغیر قصد آواز آپڑتی ہے لہٰذا ان کے لئے بھی دھونے اور نہ دھونے کے درمیان یعنی مسح کا حکم ملا اور ایسا ہی مسح گردن کا سمجھو۔ پس سر' کان' اور گردن تینوں کے مسح میں سرکشی۔ گردن کشی اور عدم سماعتِ حق کے قبیح اعمال سے توبہ کی طرف اشارہ ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر ان تینوں اعضاء کے دھونے کا حکم ہوتا تو بڑا حرج ہوتا اور لوگ سخت تکالیف میں مبتلا ہوتے۔ کیونکہ جس شخص کو پانچوں نمازوں میں پانچ بار وضو کی حاجت ہوتی اور اس کو سر پر پانچ بار پانی ڈالنا پڑتا تو بلاشبہ اس کے لئے یہ فعل سخت اور تنگی میں داخل ہے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حق تعالیٰ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی حرج ڈالے۔ مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ ۔ دیکھئے سخت سرد ممالک میں سر اور کانوں کو سردی سے بچانے کے لئے بڑا اہتمام کیا جاتا ہے۔ پس جن کو ایسے سرد ملک میں پانچ بار روزمرہ سر اور کانوں کو دھونا پڑتا تو ان کے لئے یہ امر ہلاکت یا مرض تھا۔ اسی واسطے بطور حفظ ماتقدم سر اور کانوں کا مسح بجائے تین بار کے ایک بار مشروع ہوا کہ

مسح صرف ایک دفعہ ہی کرو۔

غرضیکہ وضو کے آخر میں پاؤں کو دھویا جاتا ہے کیونکہ آنکھیں دیکھتی اور زبان بات کرتی اور ہاتھ حرکت کرتے اور کان سُنتے ہیں۔اور سب کے بعد پاؤں چلتے ہیں۔لہٰذا پاؤں کو دھونا سب سے آخر ٹھہرا۔کیونکہ ان سے مخالفت الٰہی کی حرکت سب سے آخر میں سرزد ہوتی ہے۔پس سب سے آخر ان کی توبہ کی نوبت آتی ہے۔

— ◀ (۲) ▶ —

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے "تفسیر کبیر" میں ترتیب وضو کے بارہ میں جو فلسفہ تحریر کیا ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وضو میں، جو سر کا مزاج سرد ہے اس لئے سر کو زیادہ تری پہنچانا مضر ہے، اس مضرت سے بچنے کے لیے شریعت اسلامیہ میں بجائے دھونے کے سر کا صرف ایک بار مسح کرنے پر اکتفا کیا گیا ورنہ اگر تین بار مسح کیا جاتا تو سر پانی سے تر ہو جاتا اور اس کی وہی حالت ہو جاتی جو پانی سے دھونے سے ہو سکتی ہے، پھر سرد ممالک میں بار بار پانی سے مسح کرنے کے متعلق خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ کس درجہ صحت انسانی کے لیے مضر ہوتا۔

وضو میں چہرہ، ہاتھ، پاؤں اور سر کی تخصیص میں حکمت

وضو میں خصوصی طور پر دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت، چہرہ، اور دونوں پاؤں کو دھویا اور سر کا مسح کیا جاتا ہے، باقی اعضاء نہیں دھوئے جاتے، صرف یہی اعضاء وضو میں دھوئے جاتے ہیں اور صرف سر کا مسح کیا جاتا ہے اسے دھویا نہیں جاتا، ان میں کیا حکمت ہے؟ حالانکہ ان اعضاء سے ہوا کا خروج نہیں ہوا، ہوا کا خروج تو دُبر سے ہوا ہے۔ان اعضاء کو دھونے اور مسح کرنے کی حکمتیں ملاحظہ فرمائیں:

دونوں ہاتھ دھونے کی حکمت

دونوں ہاتھوں کے دھونے میں حکمت یہ ہے کہ عام طور پر کام کاج کا تعلق

ہاتھوں سے ہوتا ہے۔ میلے کچیلے کپڑے انسان ہاتھ سے چھوتا ہے اور اسی طرح کسی چیز کے لینے اور دینے میں ہاتھ ہی زیادہ استعمال ہوتا ہے اسی لئے یہ ہاتھ نظافت اور طہارت کے مستحق قرار پائے۔

منہ اور ناک میں پانی ڈالنے کی حکمتیں

ہاتھ، منہ اور پاؤں دھونا اور سر کا مسح کرنا تو فرض ہے۔ تین مرتبہ کلی کرنا اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالنا تو فرض نہیں، لیکن یہ کیا وجہ ہے کہ پہلے ہم وہ عمل کرتے ہیں جو فرض نہیں اور فرض عمل بعد میں کرتے ہیں۔ جس پانی سے وضو جائز ہے اس کی تین شرطیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ پانی صاف اور شفاف ہو وہ تو ہماری آنکھیں دیکھ لیتی ہیں۔ دوسری یہ کہ پانی بدذائقہ نہ ہو وہ تین دفعہ کلی کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے، اور تیسری یہ کہ پانی بدبودار نہ ہو اس کی تین دفعہ ناک میں پانی ڈالنے سے تسلی ہو جاتی ہے تب جا کر فرض کی ادائیگی کی باری آتی ہے۔

وضو میں ناک کو صاف کرنے کی حکمت

فتوحاتِ مکیہ میں ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر مذہب وملت کے لوگ ناک کی بلغمی رطوبتوں کو رفع کرنا پسندیدہ نظر سے دیکھتے ہیں اگر ناک کو اندر سے نہ دھو یا جائے تو ناک کی منجمد بلغم سے دماغ میں برا اثر پہنچتا ہے جو بسا اوقات باعثِ ہلاکت ہوتا ہے۔ نیز ناک کا دھونا اپنے کبر و غرور کو چھوڑنے اور خدا کی درگاہ میں کسر نفسی دکھانے کی طرف اشارہ ہے۔

وضو میں کہنیوں تک ہاتھ دھونے کی حکمت

ہاتھوں اور منہ کے دھونے سے دل وجگر کو تقویت پہنچتی ہے اور پانی کا اثر رگوں کے ذریعے سے اندر جاتا ہے جو رگیں دل اور جگر تک پہنچتی ہیں۔ وہ کچھ تو ہاتھ کی انگلیوں سے اور کچھ کف دست وساعد سے اور کچھ کہنیوں سے شروع ہوتی ہیں اسی وجہ

سے کہنیوں تک ہاتھوں کا دھونا مقرر ہوا۔ جو لوگ فن سرجری اور جراحی میں ماہر ہیں وہ اس بات سے خوب واقف ہیں کہ اکحل رگ جس کا دوسرا نام نہر البدن بھی ہے۔ جب کبھی دلی، جگری وجلدی بیماریوں کے رفع کرنے اور تصفیہ خون کے لئے اس رگ کا خون نکالنا تجویز کرتے ہیں تو کہنیوں کے برابر سے ہی اس رگ پر نشتر لگا کر خون نکالا کرتے ہیں کیونکہ اس جگہ میں یہ رگ ظاہر و باہر بھی ہوتی ہے غالباً یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر وریدی انجکشن کہنی کی رگ میں ہی لگاتے ہیں کیونکہ یہاں یہ رگ خوب ظاہر ہوتی ہے۔ نیز علاوہ دل وجگر کے اس رگ کا اثر سارے بدن پر حاوی بھی ہے۔ پس ہاتھوں کا دھونا کہنیوں تک بھی اس لئے مقرر ہوا کہ رگِ نہر البدن کے ذریعے سے پانی کا اثر پورا پورا اندر چلا جائے۔

چہرہ دھونے کی حکمت

چہرہ کو دھونے میں حکمت یہ ہے کہ چہرہ کو وجہ کہتے ہیں کہ اس (چہرہ) سے مواجہت یعنی مواجہہ (ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہونا) حاصل ہوتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ وہ وجہ (چہرہ) صاف ستھرا ہو، گرد آلود نہ ہو۔

چہرہ کی یہ صفائی اور ستھرائی کیسے ضروری نہ ہو حالانکہ لوگوں کی عادت ہے کہ وہ خوبصورت آدمی کا احترام اور بدصورت یا گرد آلود چہرے والے آدمی کی تحقیر کرتے ہیں۔ آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ لوگ عام ملاقاتوں اور اجتماع گاہوں میں صفائی ستھرائی کا بہت زیادہ اہتمام کرتے ہیں اور خصوصاً اپنے چہروں کو صاف ستھرا رکھنے کا بہت زیادہ خیال رکھتے ہیں۔ یہ چہرہ کی صفائی انسان کے باطن پر دال اور اس کو نمایاں کرتی ہے۔ جب عام مخلوق کے لئے اتنا اہتمام کیا جاتا ہے اس خاطر کہ وہ اس کی طرف متوجہ ہو اور ان کی نظروں میں عزت ہو تو خالق و مالک کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ ذات عالی تو سب سے زیادہ اس بات کی مستحق ہے کہ اس کے لئے نظافت

اور طہارت کا اہتمام کیا جائے۔ اور چونکہ چہرہ کی نظافت سے زیادہ جمیل اور کوئی نظافت نہیں ہے اس لئے وضو میں سب سے پہلے چہرے کے دھونے کو فرض قرار دیا گیا۔

وضو میں سر کا مسح کرنے کی حکمت

لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴿پ ۳ بقرہ آیت ۲۸۶﴾

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کسی بھی شخص پر اس کی طاقت یا ہمت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔

وضو میں اگر سر کے دھونے کا حکم دے دیا جاتا تو سرد ممالک کے لوگ اچھی خاصی مشکل میں پڑ جاتے۔ غور کریں کہ احکاماتِ الٰہی کا نزول سرزمینِ عرب پر ہوا۔ عرب ایک گرم ترین ملک ہے۔ وہاں یہ حکم دیا گیا کہ وضو میں صرف سر کا مسح کر لیا کرو۔ دوسرے اعضاء کی طرح اگر سر کو بھی دھونے کا حکم دے دیا جاتا تو کوئی فرق نہ پڑتا، کیونکہ گرم ملک تھا، لیکن چونکہ اللہ کی ذات علیم و خبیر ہے اس نے اسلام کو ایک عالمگیر مذہب بنایا ہے۔ اس سے یہ بات کیسے محو ہو سکتی تھی کہ سرد ممالک (جہاں ہر طرف برف ہی برف ہوتی ہے) رہنے والے لوگوں کو نظر انداز کر دیا جاتا۔

عموماً سرد ممالک میں لوگ اپنے سر اور کانوں کو ڈھانپ کر رکھتے ہیں، اگر وضو میں سر کو دھونے کا حکم دے دیا جاتا تو سرد ممالک کے رہنے والے سخت پریشانی کا شکار ہو جاتے نیز مختلف قسم کی بیماریوں کا بھی امکان تھا، اس لئے سر کا مسح کرنے کا حکم دیا گیا۔

سر کا مسح کرنے میں حکمت

سر کا مسح اس لئے کیا جاتا ہے کہ چونکہ انسان کا سر خانۂ عقل اور دماغ کا مسکن ہے جس لئے اس کی حس و حرمت وابستہ ہے اور نیز وہ (سر) بدن کا اعلیٰ اور اشرف حصہ ہے اس لئے چہرہ کے بعد وہ قابلِ نظافت ہوا، انسان اسی سر کے ذریعہ یا تو کسی کی طرف تعظیم و توقیر کا اشارہ کرتا ہے یا تحقیر و تذلیل کا اشارہ کرتا ہے چونکہ یہ سر آلہ

احترام و وقار بھی ہے اور تحقیر و استہزاء کا ذریعہ بھی ہے جیسے بادشاہ کا استقبال اُس کے سامنے تعظیم و وقار کے ساتھ سر جھکا کر کیا جاتا ہے' اس لئے چاہیے تو یہ تھا کہ اس کو بھی دوسرے اعضاء کی طرح دھویا جائے لیکن حکم و تخفیف اور آسانی رکھی گئی کہ صرف سر کے مسح کا حکم ہوا تا کہ بندہ مشقت میں مبتلا نہ ہو

پاؤں دھونے میں حکمت

وضو میں پاؤں دھونے کی حکمت یہ ہے کہ پاؤں چونکہ مٹی میں زیادہ لگتے ہیں نہ کہ دوسرے اعضاء' انسان اپنے پاؤں کے ذریعہ ہی مختلف جگہوں پر چلتا ہے تو پاؤں پر میل کچیل اور گندگی لگ جاتی ہے اور پھر بسا اوقات گندے پاؤں سے بدبو آنی شروع ہو جاتی ہے جس کا تقاضہ ہوتا ہے کہ نظافت کا خوب اہتمام کیا جائے' اس لئے خاص طور سے پاؤں دھونے کو واجب قرار دیا گیا نہ کہ جسم کے دوسرے اعضاء کو۔

موزوں پر مسح کرنے کی حکمت

موزوں پر مسح کرنے کی حکمت اصل میں بندوں کو رخصت اور آسانی دینا ہے۔ خوشحال اور آسودہ حال لوگ نیز وہ مسلمان جو خصوصاً ٹھنڈے علاقوں میں رہتے ہیں اس رخصت سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ موزے پہنے رہتے ہیں' سردیوں اور گرمیوں میں بھی نہیں چھوڑتے' اسی طرح جو شخص پاؤں دھونے میں ذرا سا حرج یا مشقت محسوس کرتا ہے وہ بھی موزے پہنے ہوئے نظر آئے گا' اسی لئے فقہاء کرام نے اس رخصت کا نام "رخصتِ ترفیہ" یا "رخصتِ تخفیف" رکھا یعنی وہ رخصت جو رفعِ حرج کی خاطر دی گئی ہے اور پھر آپ مدت مسح میں غور کریں کہ مقیم کو تو صرف ایک دن اور ایک رات تک مسح کرنے کی اجازت دی گئی اور مسافر کو تین دن اور تین راتوں تک مسح کرنے کی رخصت دی گئی ہے۔ اگر آپ اس میں غور کریں گے تو سوائے تخفیف (آسانی) کے اور کوئی معقول وجہ یا حکمت آپ کی

سمجھ میں نہیں آئے گی کہ مقیم تو اپنے وطن میں اور اپنے گھر میں موجود ہے اور راحت و آسانی کی حالت میں ہے اس لئے اُس کے لئے ایک دن سے زیادہ کی رخصت نہیں رکھی گئی اور جب کہ مسافر کو سختیاں اور مشقتیں پیش آتی رہتی ہیں اس لئے اسے تین رات کی رخصت عطا ہوئی''۔ آسانی کے لئے قرآنِ پاک میں ارشاد ہے:

ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ﴿پ۲ البقرہ:۱۷۸﴾

یہ آسانی اور نرم دلی تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے۔

ہر عضو تین مرتبہ دھونے کی حکمت

ہر عضو کو تین دفعہ دھونے کا جو حکم دیا گیا ہے یہ توبہ کے ارکانِ ثلاثہ کی طرف اشارہ ہے کہ توبہ کا پہلا درجہ ندامت بر گناہ ہے' دوسرا درجہ ترکِ گناہ ہے۔ اور توبہ کا تیسرا درجہ آیندہ گناہ کو ترک کرنے کے لئے عزم بالجزم کی طرف اشارہ ہے۔ نیز ہر اندام وضو کو تین بار تک دھونا اس لئے مقرر ہوا کہ تین بار سے کم دھونے میں نفس پر پورا اثر نہیں پیدا ہوتا اور یہ امر تفریط میں داخل ہے اور تین بار سے زیادہ دھونے میں افراط و اسراف ہے اگر دھونے کے لئے ایک حد معین نہ ہوتی تو ظنی اور وہمی انسان سارا دن ہاتھ پاؤں ہی دھونے میں گزار دیتے اور ان کی نماز کا وقت گزر جاتا یہی وجہ ہے کہ ایک صحابی نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ کیا وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے؟ فرمایا بیشک وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے خواہ تم نہر و دریا جاری کے کنارے پر بیٹھ کر وضو کرو۔ اور بزرگوں سے سنا ہے کہ وضو میں اسراف کرنے والا اپنے مال میں بھی خرچ کرتے وقت اسراف کریگا اس لئے شریعت اسلامیہ نے ابتداء ہی سے اسراف کا دروازہ بند کر دیا ہے۔

— ◄ ۲ ► —

تعداد کا تعین ہر ہر شخص کے لئے سہولت فراہم کرتا ہے۔ اس لئے کہ اگر عضو کے

دھونے کی حد مقرر نہ کی جاتی تو وہمی اور بہت زیادہ احتیاط کرنے والا شخص اعضاء کو کئی مرتبہ دھونے کے بعد بھی مطمئن نہ ہوتا جبکہ اس کے برعکس ایک کاہل اور آرام طلب یا جلد باز شخص جیسے تیسے اپنے اعضاء کو دھو لیتا جس کے باعث اُس کے اعضاء سوکھے رہ جاتے اور وضو کا مقصد ہی فوت ہو جاتا اس لئے تعداد مقرر کر کے لوگوں کو افراط و تفریط میں مبتلا ہونے سے بچالیا گیا۔

وضو کے لئے سات اندام مخصوص ہونے کی حکمت

وضو میں سات اندامِ مخصوصہ یہ ہیں۔(۱) زبان (۲) آنکھ (۳) کان (۴) ناک جس میں سر بھی شامل ہے (۵) ہاتھ (۶) پاؤں (۷) شرمگاہ۔ ان ساتوں اندامون کا دھونا اس وجہ سے ہے کہ یہی اعضاء درکاتِ جہنم اور یہی اعضاء درجاتِ بہشت کے راستے ہیں۔ یہی سات اعضاء ہیں جن کے ذریعے سے نفسِ امارہ کی ناپاک و ناجائز حرکات کا ورود ہوتا ہے نیز یہ نکتہ بھی یاد رکھیں کہ جنابت کی حالت میں چونکہ آدمی سر سے لے کر پیر تک غرقِ لذت اور محوِ غفلت ہو جاتا ہے اس لئے ازالہ جنابت کے لئے تمام بدن کا دھونا فرض ہوا' بخلاف وضو کے کہ اس میں صرف اعضاء اربعہ کی طہارت کا حکم ہوا' کیونکہ پیشاب و پاخانہ میں جنابت جیسی لذت اور غفلت نہیں ہے۔

وضو میں چار عضو کے دھونے کی حکمت

جب حضرت آدم علیہ السلام سے اجتہادی خطا ہوئی تو انہی چار عضووں کے ذریعہ یہ خطا ظہور پذیر ہوئی۔ چنانچہ ممنوعہ درخت کی طرف اپنے پاؤں پر سوار ہو کر روانہ ہوئے تھے اور اپنے ہاتھوں سے میوہ توڑا تھا اور اپنے منہ کو اس درخت ممنوعہ کی طرف متوجہ ہو کے کھایا تھا۔ بناء بریں باری تعالیٰ سے حکم ہوا کہ اے آدم ان اعضاء کو جن کی امداد سے تو نے ہماری نافرمانی کی ہے۔ اس لئے کہ تمہارے یہ اعضاء ارتکاب خطا کے باعث نجاست سے ملوث ہو گئے ہیں۔

چونکہ حضرت آدم علیہ السلام اس حکم الٰہی کی حکمت سے واقف نہ تھے اس لئے آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے کہا: اے جبرائیل! منہ جو جسم کے سب اعضاؤں سے زیادہ لطیف اور پاک ہے اس کے دھونے میں کیا حکمت مضمر ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: اے آدم علیہ السلام! چونکہ آپ کے منہ سے چار ناپسندیدہ امر ظہور میں آئے ہیں اس لئے انہیں دھونا فرض ہے۔ چنانچہ تیری آنکھوں نے طمع کی نظر سے درخت دیکھا تھا۔ تیرے دماغ نے اس کی بو سونگھی تھی۔ تیرے کانوں نے ابلیس کی باتیں سنی تھیں۔ تیرے منہ نے اس ممنوعہ میوہ کو کھایا تھا اسی واسطے اس کے دھونے کی فرضیت کا حکم تیرے نام پر صادر ہوا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام نے ہاتھ پاؤں اور سر کی بابت دریافت کیا تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا اے آدم چونکہ تو نے ممنوعہ پھل کو انہیں ہاتھوں سے توڑا تھا اور انہیں پاؤں سے اس کی طرف چل کر گئے تھے اور اسی خاطر ہاتھ کو بہشتی لباس اُتر جانے کے وقت سر پر رکھا تھا۔ اسی واسطے اس کا دھونا تم پر فرض ہوا (مطلب یہ ہے اگرچہ تیرا سر بالاصالۃ خطا کا مرتکب نہیں ہوا مگر بباعث ہم نشینی اور ہمسائیگی جوارح گنہگار کے اس پر بھی مسح کا حکم ہوا)

حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: اے جبرائیل! مجھ پر اپنی خطا کی شامت سے جو کچھ میری تقدیر میں تھا وہ ظہور میں آ گیا مگر مجھ کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تکلیف جس کا میں آج مکلف ہوں میری اولاد میں قیامت کے دن تک ضرور رہے گی۔ آپ مجھے اس تکلیف کے ثواب سے آگاہ فرمائیے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: اے آدم! اس عمل کے ثواب میں چار چیزیں تم کو اور تیری اولاد کو عطا ہوں گی۔

اوّل یہ کہ وضو کرنے سے وضو کرنے والے کے تمام گناہ اُس کے بدن سے اس طرح گر جاتے ہیں جیسے موسم خزاں میں درختوں کے پتے گر جاتے ہیں۔

دوم قیامت کے دن وضو کرنے والے کو اس کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔

سوم وضو کرنے والے کا چہرہ آفتاب کی طرح سفید اور چمکدار ہو جائے گا۔

چہارم اس کا قدم پل صراط پر گزرنے کے وقت ڈگمگانے اور پھسلنے سے محفوظ رہے گا۔

بغیر وضو کے قصداً نماز پڑھنے سے حکم تکفیر

اگر کوئی شخص بغیر طہارت کے قصداً نماز پڑھے یا لوگوں کی شرم کے باعث بغیر وضو کئے نماز پڑھے تو ان دونوں صورتوں میں وہ شخص کافر ہو جاتا ہے کیونکہ اس نے شرع شریف کی بے حرمتی کی (شرح مشکوٰۃ شریف مظاہرِ حق)

وضو کرنے کا طریقہ

صحیح یہ ہے کہ دو مرتبہ بسم اللہ کہے۔ ایک مرتبہ استنجا کرنے سے پہلے اور دوسری مرتبہ استنجا کرنے کے بعد وضو شروع کرتے وقت۔ وضو کرنے والے کو چاہئے کہ وضو کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کر کے کسی اونچی جگہ بیٹھے کہ چھینٹیں اُڑ کر اُوپر نہ پڑیں۔ سب سے پہلے تین مرتبہ گٹوں تک ہاتھ دھووے۔ پھر تین مرتبہ کلی کرے اور مسواک کرے۔ اگر مسواک نہ ہو تو کسی موٹے کپڑے یا صرف انگلی سے اپنے دانت صاف کرلے کہ سب میل کچیل جاتا رہے۔ اگر روزہ دار نہ ہو تو غرغرہ کر کے اچھی طرح سارے منہ میں پانی پہنچاوے اور اگر روزہ ہو تو غرغرہ نہ کرے کہ شاید کچھ پانی حلق میں چلا جاوے۔ پھر تین بار دائیں ہاتھ سے ناک میں پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرے۔ لیکن جس کا روزہ ہو وہ جتنی دور تک نرم نرم گوشت ہے اس سے اوپر پانی نہ لے جاوے۔ پھر تین دفعہ منہ دھوئے سر کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے بھی پانی پہنچ جائے۔ اگر داڑھی گھنی نہ ہو تو داڑھی کے نیچے دھونا فرض ہے اور اگر گھنی داڑی کے بالوں کے نیچے پہنچانا ضروری نہیں۔ اور مسح کرے داڑھی لٹکی ہوئی کا اور خلال کرے۔ داڑھی کے خلال کرنے کی صورت یہ ہے کہ داہنے چلو میں پانی لے کر

ٹھوڑی کے نیچے بالوں کی جڑوں میں ڈالے اور ہاتھ کی پشت گردن کی طرف کر کے انگلیاں بالوں میں ڈال کر نیچے سے اوپر کی طرف لے جائے یعنی داڑھی کے نیچے سے انگلی اوپر کو لے جاوے اور اوپر سے نیچے کو نہ لاوے۔ پھر تین بار داہنا ہاتھ کہنی سمیت دھوئے۔ پھر بایاں ہاتھ کہنی سمیت تین دفعہ دھوئے اور ایک ہاتھ کی انگلی کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر خلال کرے اور انگوٹھی' چھلا' چوڑی وغیرہ جو کچھ ہاتھ میں پہنے ہو' ہلا لیوے کہ کہیں سوکھا نہ رہ جاوے۔ پھر ایک مرتبہ سارے سر کا مسح کرے اور ساتھ ہی اُسی تری سے کانوں اور گردن کا مسح بھی کر لے جس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ پانی سے دونوں ہاتھوں کو تر کر کے پھر انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کو جدا کر کے اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو بھی علیحدہ رکھ کے باقی تین انگلیوں کا آپس میں ملا کر پیشانی سے گدی تک کھینچ کر لائے پھر دونوں ہتھیلیوں کو سر کے دونوں طرف رکھ کے کنپٹیوں پر سے کھینچتا ہوا گدی سے پیشانی تک لاوے۔ پھر کانوں کے اندر کا مسح کرے۔ کلمہ کی انگلی سے اور کانوں کے اوپر کی طرف کا مسح کرے انگوٹھوں سے۔ پھر انگلیوں کی پشت کی طرف سے گردن کا مسح کرے۔ کانوں اور گردن کے مسح کے لئے نیا پانی نہ لیوے۔ سر کے مسح سے جو بچا ہوا پانی ہاتھ میں لگا ہے وہی کافی ہے اور گلے کا مسح نہ کرے کہ یہ برا اور منع ہے۔ پھر تین بار داہنا پاؤں ٹخنے سمیت دھوئے' پھر بایاں پاؤں ٹخنے سمیت تین دفعہ دھوئے اور بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے پیر کی انگلیوں کا خلال کرے اس طور پر کہ پیر کی داہنی چھنگلیا سے شروع کرے اور بائیں چھنگلیا پر ختم کرے۔ یہ وضو کرنے کا طریقہ ہے۔ اس میں چار چیزیں فرض ہیں۔ (۱) ایک مرتبہ منہ کا دھونا (۲) ایک ایک مرتبہ دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا (۳) ایک بار سر کے چوتھائی حصے کا مسح (۴) ایک ایک مرتبہ دونوں پاؤں کا ٹخنوں سمیت دھونا' اگر اس میں سے ایک چیز بھی چھوٹ جائے یا کچھ کمی رہ جائے تو وضو نہیں ہوتا۔

پس احتیاط یہ ہے کہ سب افعال مذکورہ ادا کیے جائیں اور یہ سب افعال

نزدیک امام اعظم کے سنت ہیں۔ نیز چاہئے کہ وضو کرتے وقت دنیا کی بات نہ کرے۔ اور ہر عضو کے دھوتے وقت کلمہ شہادت پڑھے اور وہ دعائیں پڑھے جو حدیثوں میں مذکور ہیں۔ پانی ضرورت سے زائد خرچ نہ کرے چاہے دریا کے کنارے بیٹھا ہو اور نہ بہت کمی کرے کہ اچھی طرح دھونے میں دقت ہو۔

ہاتھ' منہ اور پاؤں کو تین بار دھونے' سر اور کانوں کا مسح ایک بار کرنے کی حکمتیں

ہاتھ' منہ اور پاؤں کو تین بار دھونے' سر اور کانوں کا مسح ایک بار کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا تا کہ انسان کسی مشقت اور پریشانی کا شکار نہ ہو' اگر مسح بھی تین بار کرنے کا حکم دے دیا جاتا تو مسح کی حکمت ہی فوت ہو جاتی کیونکہ تین بار کے ہاتھ پھیرنے سے سر اور کان مکمل طور پر ہی بھیگ جاتے۔

نیند سے وضو ٹوٹنے کی حکمت

حدیث شریف میں آتا ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سرین کا بندھن آنکھیں ہیں تو جو سویا' وہ وضو کرے۔

﴿مشکوٰۃ شریف' کتاب الطھارۃ' باب مایوجب الوضوء' الفصل الثانی﴾

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آنکھیں سرین کا بندھن ہیں تو جب آنکھ سو گئی تو بندھن کھل گیا۔

﴿مشکوٰۃ شریف' کتاب الطھارۃ' باب مایوجب الوضوء' الفصل الثانی﴾

جب انسان اپنے آپ کو ڈھیلا کر کے سو جاتا ہے تو ریح کے خارج ہونے کا احتمال ہوتا ہے اور جب ریح خارج ہو جائے تو پاکیزگی اور طہارت باقی نہیں رہتی۔ اسی وجہ سے وضو کر کے سو جانے والے کو نماز کے لئے دوبارہ وضو کا حکم دیا گیا۔ ہاں! اگر نیند کے غلبہ کے باعث کسی کی آنکھیں بند ہو رہی ہوں' لیکن اُس نے کسی شئے سے

ٹیک لگا کر مکمل نیند نہیں لی تو وہ اسی وضو سے نماز ادا کر سکتا ہے' کیونکہ اس کے اعضاء ڈھیلے نہیں پڑے اور کسی ایسی بات کا امکان نہ رہا۔

دورانِ نماز ریح خارج ہونے سے نماز ٹوٹنے کی حکمت

جب کسی شخص کی ریح خارج ہوتی ہے' خواہ اُس کی وجہ کچھ بھی ہو' اس سے انسان کی طبیعت مکدر (سُست) ہو جاتی ہے۔ اگر کسی کام میں لگا ہو گا تو اس میں وہ پہلی سی یکسوئی بھی نہیں رہتی اور اس کا دھیان بٹ جاتا ہے۔ نیز یہ کہ ریح کے خارج ہونے کے ساتھ بد بو آتی ہے یا آواز شامل ہو جاتی ہے۔ ان دونوں صورتوں میں نماز کی وہ پاکیزہ فضاء برقرار نہیں رہتی جس کی نماز متقاضی ہے۔

ریح خارج ہونے سے چونکہ بد بو پھیل جاتی ہے' قریب والے پریشان ہو جاتے ہیں۔ نماز اہم اسلامی رُکن ہے اور جماعت والے بھی بہترین ہمنشیں ہیں اس لئے اُن کو پریشانی سے بچانے کے لئے حکم دے دیا کہ جس کو ریح کا معاملہ پیش آئے وہ اکیلا ہی نماز توڑ کر باہر آ جائے۔ وضو کر کے دوبارہ جماعت میں شامل ہو جائے تا کہ ساری جماعت اور یہ خود بھی خشوع خضوع کے ساتھ نماز ادا کر سکیں۔

وہ شخص جو کہ ریح کے خارج ہونے کے بعد بھی نماز پڑھتا رہتا ہے' وہ نہ صرف یہ کہ اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ دوسرے لوگوں کو بھی پریشانی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اسی لئے بہتر یہی ہے کہ وہ ریح کے خارج ہونے کے بعد نماز توڑ دے اور پہلے فراغت حاصل کر لے پھر وضو کر کے جماعت میں دوبارہ شامل ہو جائے تا کہ نماز خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کر سکے۔

تیمّم کی حکمتیں

بسا اوقات آدمی ایسی حالت اور کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے کہ غسل یا وضو کرنا اس کے لئے مضر ہوتا ہے۔ اسی طرح کبھی آدمی ایسی جگہ ہوتا ہے کہ غسل یا وضو کے لئے وہاں پانی ہی میسر نہیں آتا۔ ان حالات میں اگر بلا غسل اور بلا وضو یوں ہی نماز پڑھنے کی اجازت دے دی جاتی تو اس کا ایک نقصان تو یہ ہوتا کہ ان التفات سے طبیعتیں ترکِ طہارت کی عادی ہو جاتیں اور دوسرا اس سے بڑا ضرر یہ ہوتا کہ غسل اور وضو کی پابندی سے اللہ تعالیٰ کے دربار کی حاضری کا جو اہتمام محسوس ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے اس حاضری کی عظمت اور اس کے تقدس کا جو تصور ذہن پر چھایا ہوا رہتا ہے وہ مجروح ہوتا' اس لئے اللہ تعالیٰ کی حکمت نے مجبوری کے ایسے حالات میں تیمّم کو غسل اور وضو کا قائم مقام بنا دیا ہے۔ اب غسل اور وضو سے مجبور ہونے کے حالات میں جب آدمی نماز وغیرہ کے لئے تیمّم کا اہتمام کرے گا تو اس کی عادت اور اس کے ذہن پر ان شاء اللہ اس طرح کا کوئی غلط اثر نہیں پڑے گا۔

تیمّم کی حکمت

تیمّم کی حکمت یہ ہے کہ غسل اور وضو میں پانی استعمال ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ نے مجبوری کی حالت میں اس کی بجائے تیمّم کا حکم دیا۔ جس میں مٹی اور پتھر وغیرہ کا استعمال ہوتا ہے۔ اس کی ایک حکمت تو بعض اہل تحقیق نے یہ بیان کی ہے کہ پوری زمین کے دو ہی حصے ہیں۔ ایک بڑے حصہ کی سطح پانی ہے اور دوسرے کی سطح مٹی و پتھر

وغیرہ۔اس لئے مٹی اور پانی میں خاص مناسبت ہے۔ نیز انسان کی ابتدائی تخلیق بھی مٹی اور پانی ہی سے ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں مٹی ہی ایسی چیز ہے کہ جس کو انسان سمندر کے علاوہ ہر جگہ پا سکتا ہے۔ اور مٹی کو ہاتھ لگا کر منہ پر پھیرتے ہیں۔ مٹی میں تذلل اور خاکساری کی بھی ایک خاص شان ہے۔ چونکہ انسان کا آخری ٹھکانہ مٹی اور خاک ہی ہے۔ اس کو خاک ہی میں ملنا ہے اس لیے تیمم میں موت اور قبر کی بھی یاد ہے۔

تیمم گو ایک وجہ سے خلافِ عقل ہے۔ کیونکہ مٹی خود آلودہ ہے۔ وہ نہ پلیدی اور نہ میل کو دور کرتی ہے اور نہ ہی بدن اور کپڑے کو پاک کر سکتی ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو ہر چیز کو مٹی اور پانی سے پیدا کیا۔ ہماری سرشت کی اصل یہی دونوں چیزیں ہیں جن سے ہمارا نشو ونما اور ہماری تقویت وغذا ہوتی ہے جس کا ہم کو مشاہدہ بھی ہو رہا ہے پس جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس مٹی اور پانی کو ہماری نشو ونما وتقویت وغذا کے اسباب ٹھہرائے تو ہمارے پاک اور ستھرا ہونے کے لئے اور عبادات میں مدد لینے کے لئے بھی انہی کو وضع فرمایا۔ وجہ یہ ہے کہ مٹی وہ اصل چیز ہے جس سے بنی آدم وغیرہ کی پیدائش کی اصل یہی دونوں چیزیں ہیں۔ مٹی اور پانی' جن سے اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو مرکب کیا ہے پس جبکہ ہماری پیدائش اور تقویت اور نشو ونما مٹی اور پانی سے ہوئی ہے تو جسمانی اور روحانی پاکی کے لئے بھی انہیں کو اللہ تعالیٰ نے لازم ٹھہرایا۔

تیمم دو اندامون یعنی ہاتھوں اور چہرہ کے ساتھ مخصوص ہونا اور پاؤں وسر پر تیمم مشروع نہ ہونا اس وجہ سے ہے کہ مٹی کا سر پر ڈالنا ناپسندیدہ ومکروہ امر شمار کیا جاتا ہے کیونکہ مٹی کا سر پر ڈالنا مصائب اور تکالیف کے وقت لوگوں میں مروج ہے۔ اس وجہ سے سر پر مٹی ملنا مشروع نہیں ہوا۔ کیونکہ یہ امر عند اللہ وعند الناس مکروہ وناپسندیدہ ہے اور تیمم میں پیروں پر ہاتھ پھیرنے کا حکم اس لیئے نہیں دیا گیا کہ پیر تو خود ہی گرد وغبار سے آلودہ رہتے ہیں اور حکم ایسی چیز کا دیا جاتا ہے جو پہلے سے نہ پائی جاتی ہو تاکہ نفس میں اس کے کرنے سے تنبیہ پائی جائے۔

— ◄ (۲) ► —

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑے ہی مہربان ہیں۔ اتنے مہربان اور شفیق کہ کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا۔ ماں کی محبت بھی اللہ کی محبت کے مقابلے میں ہیچ ہے۔

بھلا اتنی مہربان ہستی کس طرح اپنے بندوں کو مشقت میں ڈال سکتی تھی اسی لئے پانی نہ ملنے کی صورت میں بہ امر مجبوری مٹی سے پاکی حاصل کرنے کا حکم دیا گیا۔

اگر تیمّم کی اجازت نہ دی جاتی تو پانی نہ ملنے سے مسلمان نماز جیسے اہم رُکن سے محروم ہو جاتے اور نافرمانی کے مرتکب بھی ہو جاتے۔

— ◄ (۳) ► —

تیمّم مٹی سے ہی کیوں مشروع ہے اس میں کیا حکمت اور راز ہے؟ حالانکہ مائع اور جامد اشیاء میں اور بھی ایسی چیزیں ہیں جن سے ازالۂ نجاست ممکن ہے۔ تو مٹی سے تیمّم کی مشروعیت میں حکمت یہ ہے کہ مٹی تخلیقِ انسانی میں اصل کی حیثیت رکھتی ہے اور یہ مٹی تخلیق و تکوین کی ابتداء میں پانی کے ہم مثل اور ہم شریک ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ﴿پ ۱۷' سورۃ الحج: ۵﴾

ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا ہے۔

مزید فرمایا:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ﴿پ ۱۷' الانبیاء: ۳۰﴾

ہم نے ہر جاندار شئے کو پانی سے بنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس عالم کی ہر چیز کو مٹی اور پانی سے پیدا کیا ہے' مٹی اور پانی یہی دونوں چیزیں شریعت کی اصل ہیں۔ انہی سے نشوونما کے اسباب پیدا ہوئے' اور چونکہ پانی کی طبیعت میں ازالۂ نجاست' قوتِ تطہیر (پاک کرنے کی قوت) اور جسم اور کپڑوں سے جراثیم وغیرہ ختم کرنے کی صفت موجود ہے اس لئے یہ پانی اشیاء کی

طہارت میں اصل کی حیثیت قرار پایا' چنانچہ حکمِ الٰہی کا تقاضا ہوا کہ جب کبھی پانی مفقود ہو یا کسی شرعی عذر کی بناء پر نا قابلِ استعمال ہو جائے تو مٹی سے حصولِ طہارت جائز قرار دی جائے اس لئے کہ مٹی پانی کے ہم مثل ہے اور دوسری چیزوں کی بہ نسبت استعمال کے زیادہ لائق ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ مٹی تو منہ کو آلودہ کرنے والی ہے اور ہاتھوں کو گندہ کرنے والی ہے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں' بلکہ یہ مٹی حصولِ طہارت میں پانی کے ساتھ شامل ہے' جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کتا اگر برتن میں منہ ڈال دے یا اپنے دانتوں سے کپڑے کو پکڑے تو برتن کی طہارت کے لئے پانی کے علاوہ مٹی بھی استعمال کرو' اس لئے کہ مٹی میں بھی ازالہ ء نجاست اور قوتِ طہارت موجود ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر مذاہب کے آئمہ کرام اسی وجہ سے فرماتے ہیں کہ جب کوئی برتن کتے کے منہ ڈالنے سے ناپاک ہو جائے تو وہ برتن سات مرتبہ دھونے اور مٹی سے مانجنے سے پاک ہوگا' کیونکہ حدیث مذکور سے یہ ثابت ہے۔

اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید ایک جدید انکشاف سے بھی ہوتی ہے وہ یہ کہ مٹی کے اندر ایسا مادہ ہوتا ہے جو کتے کے جراثیم کو ختم کر دیتا ہے' صرف پانی سے وہ جراثیم زائل نہیں ہو سکتے' اس لئے مٹی سے تیمم کا حکم ہوا۔

تیمم میں ہاتھ اور چہرہ کی تخصیص کی حکمت

تیمم میں صرف دو اعضاء (ہاتھ اور منہ) کا مسح کیا جاتا ہے۔ سر اور پاؤں کا مسح نہیں کیا جاتا' اس میں حکمت اور راز یہ ہے کہ مٹی کا سر پر ڈالنا ناپسندیدہ شمار کیا جاتا ہے اور عام رواج میں مٹی کا سر پر ڈالنا مکروہ اور قبیح سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ عام مصائب اور حوادثات کے وقت اہل عرب اپنے سروں پر مٹی ڈالتے تھے' اس لئے تیمم میں سر پر مٹی

مَلنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس لئے کہ تیمم قربت اور عبادت کا درجہ رکھتا ہے نہ کہ مصیبت اور حادثہ کا۔

تیمم میں پاؤں پر مسح یعنی مٹی مَلنے کا حکم اس لئے نہیں دیا گیا کہ پاؤں پہلے سے ہی گرد آلود رہتے ہیں۔ خصوصاً اہل عرب جو صحراء اور مٹی ریت وغیرہ پر چلتے تھے اور ان کے پاؤں اس وجہ سے غبار آلود رہتے تھے' اس لئے پاؤں پر مسح کرنے کی حاجت ہی نہیں ہے۔

منہ کا مسح کرنے میں بڑی دقیق اور عجیب حکمت ہے۔ منہ کا مسح کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ منہ کو خاک آلود کرنے میں عبودیت (بندگی) عجز وانکساری اور کسرِ نفسی کا اظہار ہے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے تیمم میں اس کو لازم قرار دیا۔

تیمّم کا طریقہ

پانی کی غیر موجودگی یا پانی کے استعمال سے بیماری کے بڑھ جانے کے خوف سے شریعت اسلامیہ میں تیمم کی اجازت ہے۔

تیمم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ پاک زمین پر مارے اور سارے منہ پر مَل لے پھر دوسری مرتبہ زمین پر دونوں ہاتھ مارے اور دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت ملے۔ اگر اس کے گمان میں ناخن برابر بھی کوئی جگہ چھوٹ جائے گی تو تیمّم نہ ہوگا اس لئے انگوٹھی چھلے وغیرہ اتار ڈالے تاکہ کوئی جگہ چھوٹ نہ جاوے۔ انگلیوں میں خلال کر لے۔ جب یہ دونوں چیزیں کرلیں تو تیمم ہو گیا۔

تیمم کی بہتر صورت یہ ہے کہ پہلے تیمم کی نیت کرے۔ اس واسطے کہ نیت تیمم میں فرض ہے' پھر دونوں ہاتھوں کو پاک زمین پر مارے ایک بار۔ اور مسح کرے تمام منہ کو بال جمنے کی جگہ سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک۔ پھر دوسری بار دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارے اور مسح کرے دونوں ہاتھوں کو

کہنیوں تک اس طرح کہ پہلے بائیں ہاتھ کی وسطی انگلی اور بنصر (یعنی وہ انگلی جو چھنگلی اور بیچ والی انگلی کے درمیان ہے) اور خنصر (یعنی چھنگلی جو چھوٹی انگلی ہے) ان تینوں انگلیوں اور تھوڑی ہتھیلی سے داہنے ہاتھ کی پشت کو انگلیوں کے سر سے کہنیوں تک مسح کرلے۔ تب داہنے ہاتھ کی دوسری طرف یعنی ہتھیلی والی طرف کو انگوٹھے اور انگشتِ شہادت سے مسح کرے انگلیوں کے سر تک۔ پھر اسی طرح سے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو مسح کرے۔ اس تیمم میں یہی تین فرض ہیں۔ یعنی نیت کرنا اور منہ کا مسح اور ہاتھوں کا مسح اور فقط دوبار ہاتھ مارنے کا حکم ہے اور دوبار ہاتھ مارنا کفایت کافی ہے۔ مگر نیت دونوں کے واسطے کرے۔ اگر ایک ہی کے واسطے نیت کی تو دوسرے کا تیمم نہ ہوا۔

حالت جنابت میں سارے بدن کا تیمّم نہ کرنے کی حکمت

اس میں حکمت یہ ہے کہ اگر سارے بدن کا تیمّم مشروع ہوتا تو یقیناً اس میں مشقت اور حرج لازم آتا، جیسے ہر ذی عقل شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ نیز اس میں یہ حکمت بھی ہے کہ اگر سارے جسم کے تیمم کا حکم دیا جاتا تو انسان جو افضل المخلوقات ہے گدھے کے مشابہ ہو جاتا جو مٹی میں لوٹ پوٹ ہوا کرتا ہے یا خچر کے مشابہ ہو جاتا جو ریت اور چھوٹے سنگریزوں سے جسم کو رگڑ کر لذت حاصل کرتا ہے۔ انسان کا حیوانات کی مشابہت سے منزہ اور ممتاز ہونا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حق جل شانہٗ نے سارے بدن کے تیمم کرنے کا حکم نہیں دیا۔

نجاستوں کے پاک کرنے کی حکمت

پہلے نجاست کے معنی کو سمجھیں، نجاست کا لغوی معنی ہوتا ہے گندگی، اور گندگی وہ چیز ہے جس سے نفوس کراہت کرتے ہیں، گھن کھاتے ہیں۔ جب آپ کو نجاست کا لغوی معنی معلوم ہو گیا کہ نجاست گندگی کا نام ہے تو بدن اور کپڑے کے پاک کرنے کی حکمت اور اس کا راز بھی آپ کے سامنے کھل گیا۔ آپ دیکھتے ہیں کہ جب کوئی انسان کسی امیر، وزیر یا اپنے کسی دوست اور صاحب سے ملاقات کا ارادہ کرتا ہے تو فاخرانہ اور اعلیٰ عمدہ قسم کا لباس پہنتا ہے۔ بلکہ ملاقاتی لباس الگ سے رکھتا ہے، بدن یا کپڑے کے ناپاک یا گندہ ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تو رب العالمین کے بارے میں تیرا کیا حال اور خیال ہے، وہ ذات تو ظاہری، باطنی تمام احوال سے باخبر ہے۔ کیا وہ ذاتِ عالی امیر و وزیر سے بھی زیادہ حقدار نہیں ہے کہ اس کی ملاقات کی تیاری کے لئے خوب نظافت اور طہارت حاصل کی جائے؟

خصوصاً اس وقت جب کہ تو جماعت کے ساتھ اس کی بارگاہ میں پیش ہو رہا ہو، کیونکہ اگر تیرے کپڑے اور تیرا بدن پاک نہیں ہو گا تو تیری بدبو اور گندگی کی وجہ سے لوگوں کو تکلیف اور اذیت پہنچے گی، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے نماز پڑھنے کے لئے جسم اور کپڑے کا پاک ہونا واجب قرار دے دیا تاکہ اجتماعی مصلحت کی رعایت ہو اور اس کی ملاقات کا ادب بھی ملحوظ رہے۔

طہارت کی حکمت کے سلسلہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پاک ہی کافی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ...... طہارت حاصل کرنا نصف ایمان ہے۔

﴿مسلم شریف، کتاب الطہارت، فضل الوضوء/مشکوٰۃ شریف کتاب الطہارۃ، الفصل الاوّل﴾

قبیلہ بنی سلیم کے ایک صاحب سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور کریم ﷺ نے میرے یا اپنے ہاتھ پر یہ چیزیں گنائیں، فرمایا: تسبیح آدھا ترازو ہے اور الحمد للہ اسے بھر دے گی اور تکبیر آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دیتی ہے، روزہ آدھا صبر اور پاکی آدھا ایمان ہے۔ ﴿ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف، کتاب الطہارۃ، الفصل الثالث﴾

نماز کے لئے جسم، کپڑے اور جگہ پاک ہونے کی حکمت

بادشاہوں کے دربار میں حاضری کے لئے تن بدن، لباس کی صفائی اور پاکیزگی کا خاص لحاظ ہوتا ہے۔ بادشاہوں کے دربار میں اُسی شخص کو حاضری کی اجازت مل سکتی ہے جو صاف ستھرا اور پاکیزہ لباس والا ہو۔ نماز خالقِ دو جہاں، مالکُ الملک اور احکم الحاکمین اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ خود پاک صاف ہے اور اسے ظاہری و باطنی صفائی اور پاکیزگی مرغوب ہے، اس لئے جسم، کپڑے اور نماز پڑھنے کی جگہ کی پاکی نماز کی شرائط میں شامل ہے۔

— ◀ ۲ ▶ —

یہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی بڑے معزز آدمی یا بادشاہ کی ملاقات کو جاتا ہے تو وہ حتی الوسع اپنی طرف سے بدن اور لباس کے تمام لوازمِ نظافت کو پورا کرتا ہے اور ایسا کرنا، ملمہد آداب دربار قرار دیا گیا ہے۔ چونکہ نماز سب بڑے شہنشاہ خالق السموات والارض کے دربارِ عالی میں حاضر ہو کر اسے ہمکلام ہونے ضروری ہے چنانچہ اس امر کی طرف حضور ﷺ نے یوں اشارہ فرمایا ہے "اَلْوُضُوْءُ مِفْتَاحُ الصَّلٰوۃِ" (وضو نماز کی کنجی ہے) کیونکہ جس طرح بلا رعایت آدابِ مجلس شاہی میں کسی کو دخل نہیں ہوسکتا سبحان اللہ کیا پاک مذہب ہے جس کے ہر ایک حکم میں تمام

ظاہر اور باطنی رعاتیں ملحوظ رکھی گئی ہیں' ایماندار کے لیے موجب تقویت ایمان ہیں۔

نماز پڑھنے سے پہلے طہارتِ بدن' طہارتِ مکان' طہارتِ جامہ ضروری ہے۔

چاہیے تو یہ تھا کہ نماز سے پہلے غسل کیا جائے کیونکہ بادشاہوں کے دربار میں غسل اور خوشبو اور عمدہ کپڑے پہن کر جاتے ہیں تو کیا دربارِ خداوندی اس سے بڑھ کر مستحق نہیں ہے؟ ہے اور ضرور ہے۔ خدائے رحمٰن و رحیم اپنے بندوں پر کمال درجہ کا مہربان ہے اگر دن رات میں پانچ مرتبہ غسل کرنے کا حکم دیتا تو یہ انسانوں کے لئے مشکل ہو جاتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے وضو کو اس کے قائم مقام قرار دیا گیا جس کو ہر شخص آسانی سے کر سکتا ہے بلکہ درصورت عذر یا تکلیف یا پانی کے نہ مل سکنے پر تیمم کو وضوء کا قائم مقام بنا دیا گیا ہے۔ باقی لباس کا پاک صاف ہونا' مکان کا پاک ہونا اس لئے ہے کہ جس کے سامنے کھڑا ہونا ہے سوءِ ادب میں داخل ہے' جس قدر زیادہ نفاست و نظافت کی پابندی کی جائے گی اسی قدر اس سے زیادہ قرب حاصل ہوگا اور جس قدر اس میں کمی ہوگی اسی قدر اس سے بعید ہوگا۔

نماز کے لئے ستر پوشی کی حکمت

چونکہ نماز سے توجہ الی اللہ اور بارگاہِ الٰہی میں حضوری مقصود ہے' ستر کھلا رہنے سے خیالات میں یکسوئی دشوار ہے' حضورِ قلب سے نمازی بارگاہِ الٰہی میں التجا پیش نہیں کر سکتا' اس لئے ستر پوشی انتہائی ضروری ہے۔

— ◀ ۲ ▶ —

بظاہر اس کا مقصد اعضائے شرم کو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھنا ہے' باطنی ستر یہ ہے کہ باطن کی برائی حق سے چھپا دی جائے اور یہ بات اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے کہ باطن کو برائی سے پاک اور دل کو خیانت سے صاف کر کے اس پر شرم اور توبہ کا پردہ چھوڑ دیا جائے۔

مسجد کی طرف چل کر جانے سے ہر قدم پر ایک نیکی ملنے کی حکمت

اللہ تعالیٰ کا مسلّمہ قانون ہے کہ اُس کی راہ میں نکلنے والا ہر قدم پر نیکیاں سمیٹتا ہوا چلتا ہے۔ حصولِ علم کے لئے گھر سے نکلنے والے کے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور یہ نیکیاں اس وقت تک لکھی جاتی رہتی ہیں جب تک وہ حصولِ علم میں مصروف رہتا ہے۔ اس لئے نماز کے لئے مسجد کی طرف جانے والے کو بھی اسی قانون کے تحت ہر قدم پر نیکیاں ملتی رہتی ہیں۔

یا الٰہی یہی ہے التجا تجھ سے تیری نماز میں
روح مری ہو بس رواں پڑھتے ہوئے نماز میں
ہر موئے تن ہو ذکر میں لطف تو جب ہے نماز میں
محو نظارہ جلوہ یار ہو یار رہے نماز میں

اذان کی حکمتیں

اذان شعائرِ اسلام میں سے ہے۔ اذان کے ذریعہ لوگوں کو نماز کے لئے بلایا جاتا ہے یعنی حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ آؤ نماز کی طرف' حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ آؤ نماز کی طرف اس کے ساتھ ساتھ اذان اسلام کی دعوت کو عام کرنے اور اس کو کفار تک پہنچانے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اذان میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کی جاتی ہے اور اس کے معبود ہونے کا اقرار کیا جاتا ہے اور پھر اس کے ساتھ ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا بھی اقرار کیا جاتا ہے۔

یوں سمجھ لیجئے کہ اسلام کی پوری دعوت یعنی توحید و رسالت اذان کے ذریعہ کفار و مشرکین اور اللہ کے نافرمانوں تک پہنچادی جاتی ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ اذان کی بدولت بہت سے غیر مسلم اسلام کی طرف راغب ہوئے۔ اُنہوں نے اسلام کا مطالعہ کیا اور بالآخر اسلام کی حقانیت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرلیا۔

بوقت اذان کانوں میں انگلیاں دینے کی حکمتیں

چونکہ اذان کے ذریعہ لوگوں کو نماز کے لئے بلایا جاتا ہے اس لئے مؤذن کی آواز کو بلند ہونا چاہئے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اسے سُن سکیں۔ جب کانوں میں انگلیاں دے کر اذان دی جائے گی تو اذان کی آواز زیادہ بلند ہوگی اور زیادہ لوگوں تک پہنچے گی۔ اگر انگلیاں کانوں میں نہ دی جائیں تو اذان دینے والے کی آواز اُس کے

اپنے کانوں سے ٹکرائے گی تو اس سے اس کی قوت سماعت پر اثر پڑے گا۔ اب یا تو مؤذن اپنی آواز کو پست کرے گا جس سے مقصدِ اذان فوت ہو جائے گا یا اپنی آواز بدستور اتنی ہی بلند رکھے گا' آواز بدستور اتنی ہی بلند رکھنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دن میں پانچ بار بلند آواز سے اذان دینے سے اس کی سماعت کمزور ہو جائے گی۔

شریعت اسلامی نہ تو یہ چاہتی ہے کہ اذان پست آواز میں دی جائے اور نہ ہی یہ چاہتی ہے کہ مؤذن اپنے کانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اسی لئے کہا گیا کہ اذان دیتے وقت اپنے کانوں میں انگلیاں دے لو۔

اذان کے کلمات کی حکمتیں

اذان میں پہلے چار بار اَللّٰہُ اَکْبَر کہا جاتا ہے اور آخر میں دو مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَر کہنے کے بعد صرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہا جاتا ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ نہیں کہا جاتا۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ توحید اور اللہ تعالیٰ کی عبادت' اللہ تعالیٰ کی چار صفات علم' قدرت' رحمت اور شرف کے جاننے پر موقوف ہے۔ شروع اذان میں چار بار اَللّٰہُ اَکْبَر کہنے سے اللہ تعالیٰ کی ان ہی چار صفتوں کی طرف اشارہ ہے۔ پہلی بار اَللّٰہُ اَکْبَر کہنے کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ علم کے اعتبار سے سب سے بڑا ہے' دوسری بار اَللّٰہُ اَکْبَر کہنے کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ قدرت کے اعتبار سے سب سے بڑا ہے' تیسری بار اَللّٰہُ اَکْبَر کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمت کے اعتبار سے سب سے بڑھ چڑھ کر اور فائق ہے' چوتھی بار اَللّٰہُ اَکْبَر کہنے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شرف اور بزرگی کی جانب سے سب سے بڑا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ کی چاروں صفتوں کا علم حاصل ہونے سے اللہ کی توحید معلوم ہو گئی۔ پھر توحید کی دو قسمیں ہیں توحید وجودی اور توحید عبادت تو پہلی مرتبہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنے سے اللہ تعالیٰ کی توحید وجودی کا اقرار ہے اور دوسری بار اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنے سے توحید عبادت کا۔ پہلی مرتبہ

شہادت دینے کے معنی یہ ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی خدا موجود نہیں اور دوسری بار کہنے کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی مستحق عبادت نہیں، پھر چونکہ اس معبود برحق کی حضوری تک ہر شخص کی رسائی نہیں ہو سکتی اس لئے ایک واسطہ رسول درکار ہے، جن کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا طریقہ معلوم ہو سکے۔ پھر رسول کی دو صفتیں ہیں، ایک یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام بندوں کو پہنچا دے دوسری یہ کہ وہ بندوں کو خدا تک پہنچا دے۔ تو اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم دو مرتبہ کہہ کر حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں صفتوں کے ساتھ یاد کیا گیا۔ پہلی مرتبہ شہادتِ رسالت سے مراد یہ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول اور پیغمبر ہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام بندوں کو پہنچاتے ہیں اور دوسری مرتبہ شہادتِ رسالت سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ بندوں کو اللہ تعالیٰ تک پہنچا دیتے ہیں۔ بہرحال اللہ تعالیٰ تک رسائی کے لئے جب ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اور واسطہ مل گیا تو ہم پر آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری واجب ہو گئی۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم جسم اور قلب سے رسولِ برحق کی اطاعت کریں۔ پہلی بار حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کہنے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے 'مسلمانو! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے لئے جسم و تن کے ساتھ حاضر ہو جاؤ اور دوسری بار کہنے سے یہ غرض ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دل و جان سے اطاعت کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس کے بعد حَیَّ عَلَی الْفَلَاح میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے ثمر اور نتیجے کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کا ثمر دینی بھی ہے اور دُنیاوی بھی۔ پہلی بار حَیَّ عَلَی الْفَلَاح سے دُنیاوی ثمر کی طرف اور دوسری بار دینی ثمر کی طرف اشارہ ہے۔ شروع اذان میں اَللّٰهُ اَكْبَر کہنا حاجت طلبی کے لئے تھا۔ اب جبکہ فیضِ نبوت اور معرفت کامل حاصل ہو گئی تو اب محض خلوص کی بناء پر دو بار اَللّٰهُ اَكْبَر کہا گیا کہ تو ہی اپنی ذات و صفات اور مظاہرِ عالم میں تاثیر کمالات کے اعتبار سے سب سے بزرگ اور برتر ہے۔ پھر اس معرفت کا خلاصہ ظہورِ حق ہے۔ اس لئے

سب سے آخر میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ کر اس بات کا اقرار کیا گیا کہ نہ خارج میں سوائے ذات پاک کے کوئی باعتبار حقیقت کے بالذات ثابت ہے اور نہ جمیع کمالات کے ساتھ بالاصالۃ کوئی ظاہر ہے، جس کے معنی یہ ہوئے کہ ذرِ حقیقت سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے اور کوئی شئے نہیں تو اب یہاں وسیلے کی گنجائش اور ضرورت باقی نہ رہی، شروع کے کلماتِ شہادت میں چونکہ عبادت کا بیان تھا اور انتظامِ عبادت کا بدون رسول کے تمام کامل نہیں ہوتا، اس لئے وہاں ضرورت تھی کہ توحید کیساتھ رسالت کا بھی اقرار کیا جائے۔

اذان کا جواب دینے کی حکمت

اذان اسلامی شعار میں سے ایک اہم شعار ہے۔ اذان کی مشروعیت کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دین قبول کرنے والوں کو شناخت ہو جائے اور یہ کہ مسجد میں حاضر جماعت ہو کر عملی جواب کے علاوہ زبان سے جواب دے کر اسلام کی صداقت اور حقانیت کا اقرار کر لیں۔

اقامت کی حکمت

اذان کے ذریعہ حکمتِ معاش میں مشغول اور غافل لوگوں کو متنبہ کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ لوگ نماز کی تیاری کے لئے کسی متنبہ کرنے والے شخص کے محتاج ہیں، کیونکہ عام طور پر لوگ سہو و غفلت میں پڑے ہوتے ہیں، جب اذان کی آواز اُن تک پہنچے گی تو اُن کی غفلت دور ہو جائے گی، اُن میں طلب و شوق پیدا ہو جائے گا۔

—◄ ۲ ►—

اقامت میں حکمت یہ ہے کہ اس کی مشروعیت دراصل ہمتوں میں تحریک، فکر کو بیدار اور قوم کو اس بناء پر تیار کرانے کے لئے ہوئی ہے کہ اب بادشاہ کی ملاقات کے لئے تیاری کر لو اقامت کا حال ایسا ہے جیسے کوئی قوم اپنے بادشاہ کے دربار میں بیٹھے

اُس کے آنے کا انتظار کر رہی ہو' پھر بادشاہ کا داعی آئے اور وہ آتے ہی کہے کہ بادشاہ کی آمد کا وقت ہو گیا ہے' لہٰذا اُس سے ملاقات کے لئے تیار ہو جاؤ' چنانچہ سارے لوگ اپنے بادشاہ کے استقبال اور اُس کے حضور میں اجتماع منعقد کرنے کے لئے مستعد ہو جاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ مسجد میں اقامت ایسی ہے جیسے بادشاہ کے دربار میں داعی ہوتا ہے۔

بدآواز مؤذن

ایک مؤذن نہایت بدآواز تھا۔ لیکن اسے یہ خوش فہمی تھی کہ اس کی آواز بڑی سریلی اور میٹھی ہے۔ لوگ اس کی خرآوازی اور بے ہنگم شور وغوغا سے بہت پریشان ہوتے' بچے خوفزدہ ہو کر رونا شروع کر دیتے' جانور بدک جاتے۔ ایسی آواز کہ گویا پہاڑ پر بجلی گری ہو اور چٹانیں لڑھک پڑیں۔ یا مردوں کو زندہ اور زندوں کو مارنے کیلئے جعلی صور پھونکا جا رہا ہو۔ لوگوں نے کچھ رقم جمع کر کے اس کے حوالہ کی اور اسے مسجد سے فارغ کر دیا۔ وہ رقم لے کر حاجیوں کے قافلہ میں شامل ہو گیا۔ قافلہ ایک ایسی بستی کے قریب ٹھہرا جہاں تمام باشندے یہودی تھے۔ عشاء کی نماز کا وقت ہوا۔ اس رشکِ بلبلاں نے اذان شروع کر دی۔ بستی والے گھبرا کر باہر نکل آئے۔ سب پریشان تھے۔ کہ کیا آفت ٹوٹ پڑی ہے۔ جب اصل صورتِ حال واضح ہوئی تب جا کر سکھ کا سانس لیا۔ صبح سویرے ایک بوڑھا یہودی کچھ تحائف لے کر قافلہ والوں کے پاس آیا اور پوچھا: آپ کا مؤذن کہاں ہے میں اس کا شکر ادا کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے احساس ہے کہ اس کے احسان کا بدلہ دینا میرے بس میں نہیں' بہر حال یہ حقیر سا نذرانہ پیشِ خدمت کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ قافلے کے امیر نے کہا: اس شخص کا تم پر کیا احسان ہے ۔ یہودی نے جواب دیا۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ میری اکلوتی بیٹی کے دماغ میں اسلام کا بھوت سوار ہو چکا تھا۔ ہم نے بہت سمجھایا لیکن وہ اسلام قبول کرنے کے لئے پختہ عزم

کر چکی تھی۔ آج اس مؤذن نے ہماری بیٹی کو اسلام سے بچانے کے لئے وہ کارنامہ سر انجام دیا جو ہمارے بڑے بڑے مربی اور مذہبی بھی نہ دے سکے۔ رات کو جب اس نے اذان دینا شروع کی تو ہماری بیٹی نے پوچھا یہ مکروہ آواز کس کی ہے جو دماغ پر ہتھوڑے برسا رہی ہے۔ ہم نے کہا یہ اذان ہے۔ نماز کے وقت مسلمان لوگوں کو اذان کے ذریعے نماز کے لئے بلاتے ہیں یہ سنتے ہی وہ خوف سے کانپنے لگی۔ اسلام کے بارے میں اس کی سوچ یکدم بدل گئی۔ اب بتایئے اس مؤذن سے بڑھ کر ہمارا کون محسن ہوگا؟ ﴿روحانی لطائف:۱۰۵﴾

اذان کی تاثیر

صبح کا وقت عام طور پر نہایت ہی مؤثر ہوتا ہے اور اتنا مؤثر کہ ایک عیسائی مصنف نے جو اسلام کو سخت ناپسند کرتا تھا لکھا ہے۔ صبح کی اذان جس وقت ایک خوش الحان مؤذن کی زبان سے ادا ہوتی ہے اور ہوا خدا کے اس پیغام کو مخلوق تک پہنچاتی ہے تو دل پر ایک چوٹ لگتی ہے اور دل متاثر ہو کر فوراً نماز کے واسطے تیار ہو جاتا ہے۔

﴿زیورِ اسلام:۳۷﴾

اذان کی اہمیت

بیان کیا جاتا ہے کہ روم کے ایک جنگجو بہادر نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسلمانوں کی ایک جماعت کو قید کر لیا اور روم کے کتے یعنی (شاہِ روم) کے سامنے بیان کیا کہ مسلمانوں میں ایک شخص نہایت قوی اور مہیب ہے یعنی لوگ اس کی صورت دیکھ کر ڈر جاتے ہیں۔ شاہِ روم نے اس کو دیکھنے کے لئے طلب کیا۔ اس کے سامنے ایک لمبی زنجیر لٹکی رہتی تھی جس کی وجہ سے اس کے پاس کوئی بلا جھجکے جا نہیں سکتا تھا۔ بس جب اس مردِ مسلمان نے اس کو دیکھا تو شاہِ روم کے پاس جانے سے انکار کیا۔ شاہ روم نے اس زنجیر کو اٹھانے کا حکم دیا تاکہ وہ اس کے پاس آئے۔

پس جب یہ مسلمان اُس کے پاس داخل ہوا تو شاہِ روم نے کہا تم عیسائی ہو جاؤ تا کہ میں اپنی انگوٹھی تمہارے ہاتھ میں پہنا دوں اور ولائیت روم تم کو عطا کروں۔ اس کے جواب میں مرد مسلمان نے شاہِ روم سے کہا کہ دُنیا کا کتنا حصہ تیرے قبضہ میں ہے۔ شاہِ روم نے کہا تہائی یا چوتھائی۔ مرد مسلمان نے کہا کہ اگر پوری دُنیا تیرے قبضہ میں ہوتی اور وہ سونے اور جواہرات سے پُر ہوتی اور اُس کو تو مجھے ایک دن کی اذان نہ کہنے کے عوض عطاء کرتا تو میں اُس کو قبول نہ کرتا۔ شاہِ روم نے اُن سے کہا کہ اذان کیا چیز ہے۔ مرد مسلمان نے کہا کہ وہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے۔ شاہِ روم نے کہا کہ بے شک اُس کے دل میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت راسخ ہو گئی ہے۔ اس لئے اُس کا یوں اپنے دین سے پھرنا ممکن نہیں ہے۔ پھر اُس نے حکم دیا کہ ایک دیگ آگ پر رکھی جائے اور اُس میں پانی بھر دیا جائے۔ جب وہ شدت سے جوش مارنے لگے تو اس شخص کو اُس میں ڈال دو۔ چنانچہ شاہی ملازموں نے ایسا ہی کیا۔ جب اس کو دیگ میں ڈالا تو اس نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہا اور ایک طرف سے داخل ہوا اور دوسری طرف سے قدرت الٰہی سے نکل آیا۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر تعجب کیا۔ اس کے بعد پھر شاہِ روم نے حکم دیا کہ یہ اندھیری کوٹھڑی میں قید کیا جائے اور اس سے کھانا پینا روک دیا جائے اور چالیس دن تک سوائے سور اور شراب اس کی کوٹھڑی میں نہ ڈالی جائے۔ چنانچہ شاہی نوکروں نے یہی کیا، پس جب چالیس دن پورے ہو چکے تو لوگوں نے دروازہ کھولا، دیکھا کہ انہوں نے جو کچھ اس کے سامنے ڈالا تھا وہ سب موجود ہے۔ اس نے اس میں سے کچھ بھی نہیں کھایا۔ حالانکہ دین محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ضرورت کے وقت اس کا کھانا جائز ہے۔ مسلمان نے جواب دیا کہ اگر میں اس میں سے کھاتا تو تم لوگ خوش ہوتے اور تمہیں غصہ دلانا منظور تھا، پھر بادشاہ نے اس سے کہا کہ اگر تم مجھے سجدہ کر لو تو میں تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو چھوڑ دوں۔ مرد مسلمان نے کہا کہ دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنا جائز

نہیں۔ اس کے بعد شاہِ روم نے کہا کہ میرا ہاتھ چومو تا کہ میں تم کو اور جو قیدی تمہارے ساتھ ہیں سب کو چھوڑ دوں۔ مردِ مسلمان نے کہا کہ ہاتھ کا بوسہ دینا صرف باپ' سلطانِ عادل اور اُستاد کے واسطے جائز ہے' دوسرے کے لئے جائز نہیں۔ شاہِ روم نے کہا کہ اچھا میری پیشانی کو بوسہ دو' اُس شخص نے بادشاہ سے کہا کہ ہاں یہ ایک شرط سے کر سکتا ہوں۔ بادشاہ نے کہا جس طرح تم چاہو کرو۔ پس مردِ مسلمان نے اپنی آستین اُس کی پیشانی پر رکھی اور اس کو بوسہ دیا' اور نیت یہ کی کہ میں آستین کو بوسہ دیتا ہوں' اس کے بعد شاہِ روم نے ان کو اور ان کے ساتھی قیدیوں کو بہت سا مال و زر دے کر رہا کر دیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ اگر یہ شخص ہمارے شہر میں ہمارے دین پر ہوتا تو ہم اس کی پرستش کرتے۔ یا اس کی پرستش کا اعتقاد رکھتے۔ پس جب وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا تو آپ نے اُس سے فرمایا: مال کے ساتھ اکیلے ہی مخصوص نہ رہو اور خاص اپنے ہی تصرف میں نہ لاؤ بلکہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لوگوں کو بھی شریک کر لو چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا۔ (انوارِ محبوبی ترجمہ نوادرِ قلیوبی: ۱۵)

اذان کا فلسفہ

اسلام کے عقائد اس قدر صاف اور سچے ہیں کہ ان کا بیان عام طور پر مذاہب باطلہ کے...... مخترعہ...... معتقدات کی طرح شرمناک نہیں۔ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو جو بات سکھائی ہے وہ عملی رنگ میں فطرت کے مطابق ہے۔ مؤذن بلند سے اپنے عقائدِ دین میں پانچ بار لوگوں کو سناتا ہے۔ مؤذن جن باتوں کا بلند آواز سے اعلان کرتا ہے وہ تمام اسلامی احکام کا مغز اور خلاصہ ہے۔ اونچے اونچے میناروں اور مقامات پر کھڑے ہو کر مذہبی معتقدات کا اعلان مذہب کی صداقت اور فطرت کے مطابق ہونے کی دلیل ہے۔ آجکل جدید سہولیات (یعنی سپیکر وغیرہ) کو استعمال کرتے ہوئے آواز دور دور تک پہنچائی جاتی ہے۔

علاوہ ازیں دُنیا کی مختلف قوموں نے عبادت کے لئے منتشر لوگوں کو جمع کرنے کے لئے مختلف طریقے تجویز کر رکھے ہیں۔ کوئی ناقوس بجاتا ہے' کوئی گھڑیال' انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو عبادت کے لئے لوگوں کو بلانے کے لئے جتنے طریقے دُنیا میں رائج ہیں اُن میں کوئی بھی اسلامی اذان کا مقام نہیں رکھتا۔ اسلامی اذان جہاں لوگوں کو عبادت کے لئے بلانے کا اعلان ہے وہاں اسلامی عقائد کی منادی اور مسلمانوں کو یاددہانی ہے کہ ان عقائد پر کاربند اور عامل ہونے پر نجاتِ آخرت کا دارومدار ہے۔

نمازیوں کی اقسام

نمازیوں کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) ٹھاٹھ کے (۲) آٹھ کے (۳) کھاٹ کے (۴) تین سوساٹھ کے

(۱)......ٹھاٹھ کے وہ نمازی ہیں جو سب نمازیں پابندی سے ادا کریں۔

(۲)......آٹھ کے نمازی صرف جمعہ پڑھنے والے ہوتے ہیں۔

(۳)......کھاٹ کے نمازی وہ ہیں جو نمازِ جنازہ میں بالعموم بے وضو شرکت کر کے ثوابِ دارین حاصل کرتے ہیں۔

(۴)......تین سوساٹھ کے نمازی سال کے بعد عید کے دن اپنے لباس اور ٹھاٹھ باٹھ کی نمائش کے لئے عیدگاہ پہنچ جاتے ہیں۔ اور دائیں بائیں جھانک کر نماز کا ٹوٹل پورا کر لیتے ہیں۔ ﴿روحانی لطائف:۵۴﴾

نماز کی حکمتیں

تمام اعمال اور عبادات میں نماز کی بات ہی کچھ اور ہے اس میں اسرار ہی اسرار ہیں...... سرور ہی سرور ہے...... حکمتوں سے بھرپور ہے...... اس کا تو مزہ ہی کچھ اور ہے ...... بزرگوں کا کہنا ہے کہ مَنْ لَّمْ یَذُقْ لَمْ یَعْرِفُ (جس نے اس مزے کو چکھا نہیں اُس نے جانا ہی نہیں) پانچ وقت کی نمازیں شب معراج کی یادگار ہیں۔

اجتماعیت

نماز میں انسان کو اجتماعیت کا سبق سکھایا جاتا ہے سب نمازی ایک خدا کے سامنے جھکنے کے لئے ایک قبلہ کی طرف رُخ کر کے ایک امام کی اقتداء کرتے ہیں۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ تمام مسلمانوں کا مقصودِ زندگی بھی ایک ہی ہے۔ علیحدہ علیحدہ زندگی گزارنا تو کجا اسلام نے ایک ایک عبادت کرنے کو بھی ناپسند فرمایا ہے جس کا نام رہبانیت ہے اور اللہ تعالیٰ نے رہبانیت کی پُرزور مخالفت کرتے ہوئے فرمایا:

وَرَهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ ۔ ﴿پ ۲۷، سورۃ الحدید: ۲۷﴾

اور رہبانیت یعنی دنیا کا چھوڑ دینا یہ انہوں نے خود ہی اپنا لیا تھا، ہم نے اُن پر فرض نہیں کیا تھا۔

گویا حضور نبی کریم ﷺ نے واشگاف الفاظ میں انسانیت کو یہ پیغام خداوندی پہنچایا کہ لوگو! تم حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرتے ہوئے آپس میں رحیم و کریم بن کر زندگی گزارو تا کہ "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ" ﴿پ ۲٦، الحجرات: ۱۰﴾ (مومن آپس

میں بھائی بھائی ہیں) کے جلوے ہر سو نظر آئیں۔

— ◀ (۲) ▶ —

اسلام انسانوں سے بے زاری' معاشرہ سے فرار' احسان فراموشی اور لوگوں سے الگ تھلگ رہنے کو منع کرتا ہے اور اس کے برعکس باہمی محبت' خلوص' ہمدردی' خیر خواہی' مروت' وفاداری' حق شناسی اور ایثار جیسے اعلیٰ جذبات کو فروغ دینے کی تاکید کرتا ہے۔ اسلام میں اللہ کی خوشنودی کے حصول کا یہ طریقہ نہیں کہ انسان بندوں سے تعلقات توڑ کر اور انسانوں سے بے زار ہو کر جنگلوں اور غاروں میں اللہ کی عبادت کرنے بیٹھ جائے' بلکہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا سیدھا اور مستند طریقہ یہی ہے کہ انسان لوگوں کے درمیان رہے' اُن کے دکھ درد میں برابر شریک ہو' ان کی ضرورتوں کا خیال رکھے' ان کے حقوق ادا کرے اور اس نیت کے ساتھ ادا کرے کہ یہی اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے اور یہی حقیقی دینداری ہے اور یہی دونوں جہاں کی سعادت اور کامرانی حاصل کرنے کا اسلامی طریقہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَرَهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ ۔ ﴿پ ۲۷' سورۃ الحدید: ۲۷﴾

اور رہبانیت یعنی دُنیا کا چھوڑ دینا یہ انہوں نے خود ہی اپنا لیا تھا' ہم نے اُن پر فرض نہیں کیا تھا۔

اسلام اپنے ماننے والوں میں حد درجہ کی یہ محبت' بھائی چارہ' ہمدردی اور اخوت و مساوات جس چیز کے ذریعہ پیدا کرتا ہے' وہ ہے نماز۔ نماز مسلمانوں میں باہمی محبت و اخوت اور مساوات کے احساس کو پوری قوت کے ساتھ پیدا کرتی ہے۔ اسلام تمام انسانوں کو ایک ہی آقا کے غلام اور ایک ہی ماں باپ یعنی آدم وحوا کی اولاد قرار دیتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ رنگ ونسل' زبان' نسب اور دولت کی بنا پر کوئی کسی کو اعلیٰ یا ادنیٰ نہ سمجھے' بلکہ برتری اگر کسی کو حاصل ہو سکتی ہے تو وہ اس کی دینداری اور تقویٰ کی بنا پر۔ نماز اس حقیقت کو نہ صرف اپنے ظاہر سے بیدار کرتی ہے بلکہ اپنے باطن سے بھی۔

ظاہر ہے کہ نماز میں نہ کوئی بندہ ہوتا ہے اور نہ کوئی بندہ نواز بلکہ آقا و غلام، کالے اور گورے، امیر و غریب سب ایک ہی صف میں کھڑے ہوتے ہیں۔ سب کے دلوں میں بلندی اور پستی کا ایک ہی تصور ہوتا ہے اور وہ یہ کہ ساری بلندیوں اور عظمتوں کا مالک صرف اللہ ہے اور باقی ہر ایک کی حیثیت خواہ دُنیا میں اسے کتنی ہی سرداری اور بڑائی کیوں نہ حاصل ہو، عبد اور غلام کی ہے۔ دن میں پانچ مرتبہ اس قسم کا اجتماع جس میں بڑے چھوٹے کی کوئی تمیز نہ ہو اور جس میں سب کے دل صرف ایک ہی ہستی کے بارے میں یہ کہیں کہ "اَللّٰہُ اَکْبَر" لازماً نمازیوں کے دل میں رنگ و نسل، مال و دولت اور نسب کے امتیازات مٹادے گی۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ بندہ نواز

نماز با جماعت کے لئے جب محلّہ اور بستی بھر کے لوگ مسجد میں جمع ہوتے ہیں تو ان کے صرف قدم اور شانے ہی آپس میں ملے ہوئے نہیں ہوتے بلکہ ان کے دل بھی آپس میں اس طرح ملے ہوئے ہوتے ہیں کہ سب یہی پکارتے ہیں: "اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ" ﴿پ ۱ سورۃ الفاتحہ﴾ (ہمیں سیدھا راستہ چلا) یعنی جمع کا صیغہ بولتے ہیں۔

اسرارِ جماعت

① نماز معافی گناہ کے لئے عذر پیش کرنے کا نام ہے۔ ظاہر ہے کہ اکیلے شخص کا عذر وہ وقعت پیدا نہیں کرتا جو ایک جماعت کا۔

② نماز دُعا کا نام ہے جس میں اپنے کام کی کارروائی کی التماس پیش کی جاتی ہے۔ بہت سے لوگوں کو جمع ہونا گویا ایک گونہ سفارش کا کام دیتا ہے۔

③ نماز رحمت الٰہی کا ایک وسیع دسترخوان ہے۔ کریم آدمی کا شیوہ ہے کہ جس

قدر زیادہ مہمان اس کے دستر خوان پر موجود ہوں اُسی قدر اُسے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

④ جماعت سے عبادت کا کفار پر اظہار ہوتا ہے جو اُن پر بمنزلہ حجت متصور ہوسکتا ہے اور ان کے دلوں میں ہیبت وحشمت اسلامی کا سکہ جم جاتا ہے۔

⑤ جماعت سے مسلمان باہم ایک دوسرے کے گواہ عبادت بن جاتے ہیں۔

⑥ ایک حدیث میں حضور علیہ السلام یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ جب چالیس آدمی ملکر نماز ادا کرتے ہیں تو اُن میں ایک شخص ضرور مغفور ومرحوم ہوتا ہے۔

⑦ ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کے خلیفۃ اللہ ہونے پر یوں اعتراض کیا تھا کہ اے اللہ کیا تو زمین میں ایک مفسد کو خلیفہ بناتا ہے۔ پس اقامت صلوٰۃ کے وقت آسمانوں کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں تاکہ ملائکہ دیکھ لیں کہ ان کا اعتراض دُرست نہیں تھا۔

⑧ ممکن ہے کہ اکیلے آدمی کو کسی رُکن کے ادا کرنے میں سہو ہوجائے۔ بصورتِ جماعت احتیاط ملحوظ رہے گی۔

⑨ شعائر اللہ کا اظہار موجب عظمتِ دین ہے۔

⑩ انتظارِ جماعت کا ثواب بھی ملتا ہے۔

⑪ باہم ایک دوسرے کے حالات سے آگاہ ہونا موجب ہمدردی وباعث زیادہ محبت ہے۔

⑫ السلام علیکم کا ثواب۔

⑬ ضرورت جماعت پر مساجد کی تعمیر جو منجملہ شعائر اللہ ہے۔

⑭ جماعت سے نماز اوّل وقت میں ادا ہوگی کیونکہ تنہا غالباً تاخیر کردے گا جو گناہ ہے۔

⑮ مشابہت بالملائکہ حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ ملائکہ اپنی نسبت یوں کہتے ہیں "اِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ"

---

⑯ مجاہدین سے مشابہت پیدا ہوتی ہے۔ ''اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ''

⑰ حجاج بیت اللہ سے مشابہت حاصل ہوتی ہے۔

⑱ امام کی اقتداء سے اطاعت وانقیاد کی عادت ہو جاتی ہے۔

⑲ پابندی وقت کی عادت ہو جاتی ہے۔

⑳ جماعت بجائے خود ایک زینت ہے۔

㉑ میدانِ حشر میں جمع ہونے کا خیال پیدا ہوتا ہے۔

معاشرتی مساوات اور اجتماعیت

''انسان'' زندگی کے بالکل ابتدائی اور سادہ دور میں بھی اجتماعیت پسند تھا اور کوئی زمانہ ایسا نہیں تھا جب انسان اجتماعیت پسندی سے بے نیاز رہا ہو' یعنی ابتدائی زندگی سے لے کر تمدن کی وسعت تک اجتماعیت اور معاشرت پسندی انسانی زندگی کی بنیاد رہی ہے۔ انسان کی اس فطری معاشرت پسندی کی تائید اسلام بھی کرتا ہے' جیسا کہ قرآنِ مجید میں ارشاد ہوا:......

وَھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَہٗ نَسَبًا وَّصِھْرًا ط وَکَانَ رَبُّکَ قَدِیْرًا

﴿پ ۱۹' سورۃ الفرقان آیت ۵۴﴾

اور وہی ہے (اللہ) جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا پھر اس کو خاندان والا اور سسرال والا بنا دیا اور یا رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کا پروردگار صاحب قدرت ہے۔

قرآنِ مجید کے علاوہ احادیث بھی اس فطری معاشرت پسندی کی تائید کرتی ہیں' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو گوشہ نشینی سے منع فرمایا اور اجتماعی زندگی گزارنے کا حکم دیا ہے۔

الغرض اسلام کے نزدیک اجتماعیت اور معاشرت کے فقدان سے انسان کا

مقصد تخلیق فوت ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام معاشرت کے مختلف پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اسلام کے نظامِ عبادات سے لے کر تنظیم ریاست تک ہر جگہ اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ لوگوں میں معاشرتی شعور برقرار رہے اور وہ آپس میں مل کر اس طرح اخوت' محبت اور بھائی چارہ کی مثال قائم کریں کہ جس کی نظیر کسی اور معاشرہ میں نہ ملے۔

مساوات

اسلام کے نظام عبادات میں سے کسی بھی عبادت کو لے لیجئے وہ روحانی فوائد' تزکیہ نفس کے ساتھ ساتھ معاشرتی فوائد کو بھی سمیٹے ہوئے ہے۔ مثال کے طور پر ہم نماز کو لیتے ہیں جس کے لئے عربی زبان میں لفظ صلوٰۃ استعمال کیا گیا ہے۔ نماز کے اندر اخلاقی' روحانی اور انفرادی فوائد کے ساتھ ساتھ نماز مسلمانوں میں معاشرتی مساوات پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

نماز کا دین میں جو مقام ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں اور ایمان کے بعد نماز ہی اسلام کا پہلا مظہر ہے۔ قرآنِ مجید میں شہادتِ ایمانی کے بعد جس چیز کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہی نماز ہے۔ جیسا کہ سورۂ بقرہ اور سورۂ اعراف میں ارشاد ہوا:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ ﴿پ ۳' سورۃ البقرہ: ۲۷۷﴾

یقین رکھو کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے ہیں نمازوں کو قائم رکھتے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ یُمَسِّکُوْنَ بِالْکِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ ﴿پ ۹' سورۃ الاعراف: ۱۷۰﴾

اور جو لوگ کتابِ الٰہی کو پکی طرح پیش نظر رکھتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں۔ قرآنِ مجید کا یہ اندازِ بیان ظاہر کرتا ہے کہ نماز ایمان کا پہلا اور لازمی مظہر ہے۔

یہ ممکن ہی نہیں کہ دل میں ایمان تو ہو لیکن سجدہ کی تڑپ نہ ہو۔

دوسری بات جو مذکورہ آیات میں غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ نماز پڑھنے کے لئے "اَقَامَ الصَّلٰوۃَ" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی ہر نماز، نماز نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اس وقت تک وجود میں آ سکتی ہے جب تک کہ اُسے ٹھیک طور پر ادا نہ کیا جائے اور ٹھیک طور سے ادا کرنے کے لئے قرآن و حدیث میں جو خاص لفظ استعمال کیا گیا ہے وہ "اقامت" ہے۔ یعنی نماز کو اس کے تمام ظاہری آداب اور باطنی صفات کے ساتھ ادا کیا جائے۔ ان آداب و صفات کی پوری تفصیل قرآن و سنت اور فقہ کی کتابوں میں موجود ہے، جس کا نچوڑ ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ قائم کی ہوئی نماز وہی ہوتی ہے جو ٹھیک وقت پر ٹھہر ٹھہر کر باقاعدگی کے ساتھ جماعت کے ساتھ پڑھی گئی ہو، جس میں قیام، رکوع اور سجود لمبے کیے گئے ہوں، جسم پر ادب اور عاجزی چھائی ہوئی ہو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دل اللہ کی یاد اور اس کی خشیت سے بھرا ہوا ہو۔ جس نماز میں یہ چیزیں ہوں گی وہی حقیقتاً نماز ہوگی اور صرف اسی صورت میں وہ فائدے بھی حاصل ہوں گے جو نماز سے مقصود ہیں۔

(۲)

دُنیا میں آپس کی محبت و ہمدردی اور مساوات کا اس سے اونچا اور کون سا معیار ہو سکتا ہے کہ جب تک تمام لوگ ایک دوسرے کے لئے سلامتی و مغفرت اور ہدایت کی دُعا مانگیں۔ انفرادی صورت اس وقت تک کوئی نتیجہ نہیں پیدا کر سکتی جب تک کہ جماعت میں بھی وہی صورت نہ موجود ہو۔ نماز ہماری اس ضرورت کو پورا کرتی ہے اور اجتماعی نظام کا ڈھانچہ اس طرح بناتی ہے کہ ہر مسلمان جہاں کہیں بھی ہو اذان کی آواز سن کر سب کام چھوڑ کر مسجد کا رُخ کرتا ہے اور پھر مسجد میں سب ایک دوسرے کو دیکھتے اور پہچانتے ہیں اور اس حیثیت سے متعارف ہوتے ہیں کہ سب ایک ہی راہ کے مسافر ہیں اور سب کا مقصد ایک ہے۔ یہ احساس لوگوں کے دل میں ایک دوسرے کے لئے

ہمدردی اور مساوات کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ پھر مسجد میں تمام مسلمان اس حیثیت سے مساوی ہوتے ہیں کہ اگر کوئی کم تر حیثیت والا پہلے آتا ہے تو وہ اس بات کا مستحق ہے کہ وہ اگلی صف میں کھڑا ہوگا اور ایک بڑے مرتبہ والا رئیس اگر بعد میں آئے تو وہ پچھلی صف میں جگہ پائے گا۔ یعنی دنیاوی لحاظ سے کوئی آدمی کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو وہ مسجد میں اپنی جگہ پہلے سے محفوظ نہیں کرا سکتا اور نہ ہی کسی شخص کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ دوسرے شخص کو اس کی جگہ سے ہٹا دے۔

یہ طریقہ اور عمل افراد کو اس بات کا احساس دلاتا ہے کہ اللہ کی نگاہ میں سب انسان برابر ہیں اور طبقاتی امتیاز یا مال و دولت' رنگ و نسل اور وطن کی بناء پر تفریق غلط ہے۔ نماز میں معاشرتی مساوات کا ایک اور ثبوت یہ ہے کہ مسجد میں ہر مسلمان امام بن سکتا ہے' البتہ یہ ہدایت ضروری دی گئی ہے کہ امام ایسے شخص کو منتخب کیا جائے جو پرہیزگار ہو' نیک سیرت ہو اور دین کی سوجھ بوجھ رکھتا ہو یعنی ان ہدایات پر جو شخص پورا اترے گا خواہ وہ امیر ہو یا غریب' آقا ہو یا غلام' امام بننے کا مستحق ہو جائے گا۔

نماز اگر باجماعت ادا کی جائے تو اس سے لوگوں میں فطری اور عملی وحدت پیدا ہوتی ہے کیونکہ انسان کا دل اسی کی طرف مائل ہوتا ہے جو خیالات' عقائد' زبان اور اعمال میں اس سے ملتا جلتا ہو اور یہی دراصل وہ اصل رشتہ اور کشش ہوتی ہے جو دو آدمیوں کو ایک دوسرے سے قریب کرتی ہے۔ جب بہت سے لوگ روزانہ مل کر ایک ہی ذہن کے ساتھ ایک ہی عمل یعنی نماز ادا کرتے ہیں تو ان میں یقیناً باہمی محبت' یگانگت' رفاقت' یک جہتی' مساوات اور برادری کے گہرے تعلقات پیدا ہوتے ہیں۔

نماز میں انسان کو مساوات کا سبق سکھایا گیا ہے۔ زبان اور رنگ و نسل کے امتیاز کو نیست و نابود کر دیا گیا ہے۔ نہ گورے کو کالے پر' نہ عربی کو عجمی پر فضیلت ہے' بحیثیت انسان سب برابر ہیں' ذات پات کی تمیز ختم کر دی گئی' سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔

جو کوئی جس قدر متقی اور پرہیز گار ہو گا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کا مقرب ہو گا۔ حالت نماز میں محمود و ایاز کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا گیا۔

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز
قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

نماز کی حقیقت اور اجتماعیت کا غیر مسلموں پر اثر

حکیم محمد طفیل قیوم اپنی تصنیف "کلید بہشت" میں رقمطراز ہیں کہ

اگر نماز صحیح خشوع و خضوع کے ساتھ ادا ہو تو اس نماز کا اثر ہم پر ہی نہیں بلکہ غیر اقوام پر بھی پڑتا ہے۔ پاکستان بننے سے پہلے کا واقعہ ہے کہ کلکتہ کے گول میدان میں جب عید کی نماز ہوتی تھی تو غالباً دس بارہ لاکھ آدمی جمع ہو کر ایک امام کے پیچھے اقتداء کرتے تھے۔ اس منظر کو دیکھنے کے لئے اکثر غیر مسلم بھی تماشائیوں کے طور پر جمع ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ان تماش بینوں میں بلبل ہند مسز سروجنی نائیڈو بھی یہ نماز کا منظر دیکھنے کے لئے آئی اور وہ اس وقت کے بڑے لیڈروں میں شمار ہوتی تھی۔ وہ نمازِ عید کا یہ منظر دیکھ کر حیران تھی اور اس نے کہا کہ یہ ڈسپلن اور یہ نظام کہ لاکھوں کی مرتب صفیں صرف ایک لیڈر کی ایک آواز پر حرکت کر رہی ہیں۔ کیا ٹھکانہ ہے اس نظم کا کہ امام اور لیڈر کے ایک اشارہ پر لاکھوں گردنیں خم ہو جائیں اور لیڈر کی ایک حرکتِ بدن سے لاکھوں انسان حرکت میں آ جائیں۔

مشہور انگریز لیبان نے دی لکچر آف اسلیجز صفحہ ۲۴۶ پر لکھا ہے کہ میں نے کئی مرتبہ

مسیحی واسرائیلی نماز اور اسلامی نماز کا مقابلہ ومواز نہ کیا تو ثابت ہوا کہ اسلامی نماز کا طرزِ عبادت افضل ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسلامی نماز بہت سی عبادتوں کا مجموعہ ہے اس میں خدا کی حمد وثناء، تقدیس وتمجید ہے۔ اسلامی نماز ایک دُعا اور عاجزانہ التجا ہے اس میں انکساری اور عاجزی کا عجیب مظاہرہ ہے۔ آگے لکھتا ہے کہ میں التزاماً جمعہ کے دن اسکندریہ کی جامع مسجد میں محض اسلامی نماز کی شان دیکھنے جاتا ہوں۔ میں نے جب خطیب کے پرجوش خطبہ، صفوں کی ترتیب اور رکوع وسجود کے اہتمام پر غور کیا تو میرے قلب پر عجیب اثر ہوا جو ناقابلِ بیان ہے۔ جمعہ کے دوران میں سمجھتا تھا کہ اسلام مجھے آواز دے رہا ہے اور نماز کی عبادت کا پُر کیف نظارہ میری روح پر قبضہ کر رہا ہے۔

معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ برطانیہ کے شہر نیو قیصر میں جب ایک مرتبہ مسلمان اکٹھے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور نماز کے لئے سب نے اکٹھے وضو کیا تو وہاں کا ایک پادری مع اپنے دس بارہ ساتھیوں کے وضو کا منظر دیکھ رہا تھا اور حیران تھا کہ سب مسلمانوں نے ایک ہی طریقہ پر وضو کیا۔ پھر جب جمع شدہ مسلمانوں نے باجماعت نماز پڑھی تو اس وقت بھی وہ حیرانی سے دیکھ رہا تھا کہ سب کا اکٹھا جھکاؤ ہے۔ سب مسلمان اکٹھے مل کر کھڑے ہوتے ہیں اور اکٹھے ہی یکدم زمین پر اپنی پیشانی کو اللہ کے حضور رکھ دیتے ہیں۔ اس نے کہا کہ میرے دل کو یقین آ گیا ہے کہ یہ وضو اور نماز کی ایسی شاندار ترکیب کسی جھوٹے مذہب کی ہرگز نہیں ہو سکتی۔ یہ سارا نماز کا منظر دیکھ کر ششدر اور دنگ رہ گیا اور اسی وقت مع اپنے ساتھیوں کے کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ ذرا غور فرمایئے کہ صرف ایک نماز نے ایک اسلام دشمن فرنگی کے دل میں یہ بات بٹھا دی کہ مذہب اسلام ایک سچا مذہب ہے اور بالآخر اس کو مذہب اسلام قبول کرنا ہی پڑا۔

ایک عرصہ ہوا اخبار میں یہ مضمون نکلا تھا کہ ایک امریکن ڈاکٹر جو کہ بائسکوپ

کمپنی کا منیجر تھا' اس نے ایک دن مسلمانوں کی اذان و نماز کا تماشا کرنے کی نیت سے ایک مؤذن کو بلایا اور اس سے کہا کہ تم اذان دو اور ہم تمہاری اذان کو گراموفون میں بند کریں گے۔ مؤذن نے اذان دی تو اس منیجر کے دل پر ایسی چوٹ لگی کہ اُس کی حالت بدلنے لگی۔ حالانکہ اس نے تماشا کی نیت سے اذان کو گراموفون میں بند کیا تھا' معتقد ہو کر اذان نہ سنی تھی مگر متبرک کلام میں برکت و اثر ہوتا ہے اگر قلب میں عناد نہ ہو۔

صحیح روایات میں منقول ہے کہ فتح مکہ کے بعد جب اسلامی لشکر جنگِ حُنین سے واپس آ رہا تھا اور ایک پڑاؤ پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی تو کفار کے چند نوعمر لڑکے جن میں ابو محذورہ بھی تھے' اذان کی ہنسی اور نقل کرنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ان لڑکوں کو پکڑ لاؤ۔ چنانچہ کچھ لڑکے حاضر کیے گئے۔ پوچھا گیا کہ کون نقل اُتارتا تھا۔ سب نے ابو محذورہ کی طرف اشارہ کر دیا۔ سب لڑکے رہا کر دیئے گئے اور ابو محذورہ کی خوش نصیبی نے اس کو روک لیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسی طرح کھڑے ہو کر اذان کہو۔ یہ کھڑے ہوئے اور جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اذان تلقین فرماتے گئے اور اپنی زبانوں سے ادا کرتے رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابو محذورہ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی محبت ڈال دی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی قدرت نے نقل اصل بن گئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مکہ کا مؤذن مقرر فرما دیا۔ حضرت ابو محذورہ نہایت خوش آواز اور بلند آواز تھے۔ ان کی وفات مکہ شریف میں ہوئی۔

مولانا ابو الکلام آزاد نے اپنی تصنیف ''جامع الشواھد'' میں لکھا ہے کہ ۱۷۹۸ء میں جو نپولین بونا پارٹ نے مصر پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا اور ڈھائی برس تک مصر پر فرانسیسیوں کا قبضہ رہا تو خود نپولین اور اکثر افسرانِ فوج نے اعلانیہ طور پر جامعہ از ہر میں اسلام قبول کر لیا تھا' جمعہ کی نماز میں بھی شریک ہوتے تھے اور انہوں نے اسلامی نام بھی اختیار کر لیے تھے یہ سب کچھ اسلام کی صداقت اور اسلام کی اجتماعی عبادات کا

اثر ہے۔

ایک انگریز مسٹر سی ایم کنگ اور مسیحی رہنما پادری جیمس مولر نے لکھا ہے کہ اسلامی نماز ایک بہترین ذریعہ ہدایت ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ میں نے اعلیٰ پوزیشن کے مسلمانوں کو دیکھا ہے جو کہ اپنے اثر واقتدار کے لحاظ سے ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں کہ کم حیثیت والے آدمی ان سے بات کرنے کی بھی جرأت نہیں کر سکتے لیکن جب نماز کا وقت آتا ہے تو ایک عظیم الشان آدمی بیتابانہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے اور اپنے غیر معروف اور کم درجہ کے مسلمان بھائیوں کے ساتھ مل کر فریضۂ نماز ادا کرتا ہے۔ اس نظارے سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ بیشک اس اسلامی نماز میں سادگی اور فروتنی کا سبق موجود ہے اور عبادتِ نماز میں مساوات کی ایک اعلیٰ شان نظر آتی ہے۔

آگے لکھتا ہے کہ واقعی اسلامی رسول نے عجیب انداز سے امیر وغریب' ادنیٰ و اعلیٰ کو ایک صف میں جمع کر دیا۔ اور مناسب طور پر غرور ونخوت کے طلسم کو پاش پاش کر کے رکھ دیا ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ نماز ایک بہترین عبادت ہے۔ آگے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ محمدیوں کا عقیدہ ہے کہ نماز برائیوں اور بے حیائی کے کاموں سے محفوظ رکھتی ہے۔ بظاہر یہ عقیدہ درست نہیں معلوم ہوتا کیونکہ اکثر نمازی بھی برائیوں کی طرف مائل نظر آتے ہیں لیکن تجربہ سے ثابت ہوا کہ وہ شخص جو دن میں پانچ مرتبہ اور مہینے میں ایک سو پچاس مرتبہ اپنے اللہ تعالیٰ سے پرہیز گاری کا عہد کرتا ہے اور گناہوں سے بیزاری ظاہر کرتا ہے وہ ایک نہ ایک دن ضرور اپنے عہد میں کامل ہو جاتا ہے اور حقیقتاً پرہیز گار بن جاتا ہے۔

اسی طرح جرمنی کے مشہور اعلیٰ رسالہ دی ہائف میں ایک مشہور جرمن فاضل نے لکھا ہے کہ اسلام کی عبادتِ نماز میں قیام ورکوع وقعود اور سجدہ کی حرکات ایک اعلیٰ حکمتِ عملی اور تدبر پر مبنی ہیں۔ اگر اہلِ یورپ میں اس اسلامی نماز کا رواج ہوتا تو ہمیں جسمانی ورزش کے لیے نئی نئی ورزشی حرکتیں ایجاد نہ کرنی پڑتیں۔ آگے لکھا ہے کہ ایشیا

کہ گرم ملک میں انسان کے جسم کے اندر چربی زیادہ پیدا ہوتی ہے اور دورانِ نماز سجدہ کے اندر دونوں ہاتھ اور دیگر اعضاء ایک خاص کشش کے ساتھ پھیلانا اور سمیٹنا فربہی اور موٹاپا کی مضرتوں اور نقصانات کو دور کر دیتا ہے۔ آخر میں یہ بھی تحریر کیا ہے کہ اسلام میں غسل اور وضو کے واجبات نہایت دور اندیشی اور مصلحت پر مبنی ہیں۔ غسل میں تمام جسم اور وضو میں ان اعضاء کا پاک صاف کرنا ضروری ہے جو عام کاروبار یا چلنے پھرنے میں کھلے رہتے ہیں۔ منہ کو صاف کرنا اور دانتوں کو مسواک کرنا۔ ناک کے اندرونی گرد وغبار وغیرہ کو دور کرنا' یہ تمام حفظانِ صحت کے لوازمات ہیں اور ان واجبات کی بڑی شرط آبِ رواں کا استعمال ہے کہ ان اعضاء کو صاف ستھرے اور بہتے ہوئے پانی سے دھویا جائے کیونکہ ایسا پانی فی الواقع جراثیم کے وجود سے پاک ہوتا ہے یہ تمام شرطیں اور تمام چیزیں اسلامی نماز کے ادا کرنے سے بخوبی پوری ہوجاتی ہیں۔ پانچ وقت کی نماز کی پابندی کرنا اور صبح سویرے اٹھنا ایک نمازی کو چست وچالاک اور ہوشیار بناتا ہے اور تندرستی میں ایک نمایاں اضافہ ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی

نماز پڑھتے ہوئے نمازی اس بات کا پابند ہوتا ہے کہ ہر عمل میں امام کی اقتداء کرے اگر کوئی عمل امام سے پہلے سرانجام دے گا یا امام کی اقتداء میں کوتاہی کرے گا تو نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوگی۔

جس سے یہ سبق ملتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری زندگی کے امام ہیں۔ لہٰذا ہماری زندگی اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت قابلِ قبول ہوگی جب ہم ہر کام کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقے یعنی سنت کے مطابق سرانجام دیں گے۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید

کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

جو شخص بھی خلافِ سنت زندگی گزارے گا وہ کبھی منزل نہیں پا سکے گا۔

یہی بات حدیث پاک میں بھی وارد ہے کہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام! ہم یہود کی کچھ باتیں سنتے ہیں جو ہمیں بھلی لگتی ہیں' کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیتے ہیں کہ کچھ لکھ بھی لیا کریں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم یہود اور عیسائیوں کی طرح حیران ہو' میں تمہارے پاس روشن وصاف شریعت لایا اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔ اسے احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔ ﴿مشکوٰۃ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ دوسری فصل﴾

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں توریت کا نسخہ لائے اور عرض کیا: یارسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام! یہ توریت کا نسخہ ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ آپ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) پڑھنے لگے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور بدلنے لگا' ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے کہ تمہیں رونے والیاں روئیں تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کا حال نہیں دیکھتے۔ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور دیکھا تو بولے میں اللہ اور اُس کے رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں' ہم اللہ کی ربوبیت' اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے سے راضی ہیں' تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُس کی قسم جس کے قبضے میں محمد مصطفیٰ کی جان ہے اگر حضرت موسیٰ (علیہ السلام) آج ظاہر ہو جاویں اور تم اُن کی پیروی کرو اور مجھے چھوڑ دو تو سیدھے راستہ سے بھٹک جاؤ گے' اے عمر! اگر اِس وقت حضرت موسیٰ (علیہ السلام) بھی ہوتے تو اُنہیں بھی میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔ (دارمی)۔

﴿مشکوٰۃ شریف باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ تیسری فصل﴾

چنانچہ حضور مجدد و منور الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات شریف میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی والے راستے کے سوا سب راستے بند ہو چکے ہیں۔

لہٰذا ہر مومن مسلمان کو چاہئے کہ اپنی پوری زندگی کوشش کر کے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں گذارے۔

نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت، رکوع میں جاتے وقت، سجدے میں جاتے وقت، سجدہ سے اُٹھتے وقت، التحیات میں بیٹھتے وقت امام اللہ اکبر کے الفاظ کہتا ہے، تو مقتدی ہر اللہ اکبر کہنے پر اپنی پوزیشن بدلتا رہتا ہے۔ اِس میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ مقتدی اپنے امام کی منشاء کو پہچانے۔ یہاں سے یہ سبق ملتا ہے کہ نمازی کو چاہئے کہ زندگی کے ہر کام میں اپنے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء کو پہچانے اور اس کے مطابق عمل کرے تا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو سکے۔

نماز کا تمام عبادات سے افضل ہونے کی حکمتیں

جامع عبادت

نماز میں تمام دیگر عبادات سے مشابہت پائی جاتی ہے کیونکہ نماز ان امور پر مشتمل ہے طہارت...... قبلہ کی طرف متوجہ ہونا...... ذکر اور تسبیح استغفار...... شہادتِ توحید ورسالت...... درود شریف...... دُعا اور یہ زبان کی بھی عبادت ہے۔ مگر اس میں روزہ کا وصف بھی پایا جاتا ہے کیونکہ اس میں تمام نفسانی خواہشات کو روکنا ہوتا ہے' بلکہ بہ نسبت روزہ کے اس میں یہ بات زائد ہوتی ہے کہ آنکھ کو غیر کے التفات سے' ہاتھ پاؤں کو حرکت سے' زبان کو غیر کے ذکر سے' تلاوتِ قرآن مجید سے' علیٰ ہذا قوتِ خیالیہ اور فکریہ کو اپنے کام سے روکنا ہوتا ہے اور یہ امر روزہ میں ضروری نہیں۔ اس میں حج کی خوبی بھی موجود ہے' اس کی تکبیر تحریمہ بمنزلہ احرام کے ہے' قبلہ کی طرف متوجہ ہونا بجائے طواف کے اور قیام بجائے قیام عرفات کے ہے' رکوع وسجود اور رکعات میں دور یہ حرکت صفا اور مروہ کی دوڑ کی طرح ہے۔ اس میں زکوٰۃ کا وصف بھی پایا جاتا ہے کیونکہ بدن کا ڈھانکنا اور طہارت کا سامان مہیا کرنا واجب ہے۔ وقت کو اس کے دنیوی کام اور دیگر فوائد سے باز رکھ کر خدا کی عبادت میں لگانا ہے گویا وہ مال کا ایک حصہ ہے جو خدا کی راہ میں خرچ کرنا ہے' نیز جمادات کی عبادت بیٹھنا ہے' جانوروں کی عبادت رکوع ہے' پرندوں کی عبادت ذکر وشہادت وتسبیح ہے جو خوش الحانی سے کرتے ہیں۔

مرغانِ چمن بہر صباحے...... خوانند ترا با صطلاحے

حشرات الارض کی عبادت سجدہ ہے' درختوں اور نباتات کی عبادت قیام ہے۔

فرشتوں کی عبادت بھی اسی قسم کی ہے۔ کروبیوں (ملائکہ مقربین جن کو مہیمن بھی کہتے ہیں کی عبادت استغراق اور مشاہدہ تجلی ذات حق سبحانہ ہے اور نماز ان سب اُمور پر مشتمل ہے۔ چونکہ نماز تمام عبادات بدنیہ ونفسیہ کی جامع ہے اسی لیے اس کا مرتبہ تمام عبادات سے بڑھکر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب صحابہ نے رسولِ اکرم ﷺ سے پوچھا کہ اعمال میں کونسا عمل افضل ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اَلصَّلٰوۃُ لِوَقْتِھَا'' نماز اپنے وقت پر ادا کرنا تمام اعمال سے افضل ہے۔

— ◀ ۲ ▶ —

نماز میں اخلاص زیادہ ہے' نماز کی حالت میں کوئی دُنیاوی کام نہیں کیا جاسکتا' کیونکہ اس میں سارے اعضاء پر مکمل کنٹرول ہوتا ہے' جبکہ دوسری عبادات میں دُنیاوی کام بھی ہوسکتے ہیں' مثلاً حج میں تجارت' روزے میں دُنیاوی کاروبار وغیرہ۔ کامل نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے روک لیتی ہے' جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ'' ﴿پ ۲۱ سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۴۵﴾

بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے

نماز میں عبودیت کی پوری شان بدرجہء اتم واکمل پائی جاتی ہے۔ نماز تمام ظاہری وباطنی اعضاء سے ادا ہوتی ہے۔ اس لئے ہمارا دل' ہماری زبان' ہماری آنکھ ہمارے کان اور ہمارے ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضائے جسمانی اپنے اپنے طبعی فرائض کو پورے اعتدال اور میانہ روی کے ساتھ بجالاتے ہیں اور ہمارے تمام ظاہری قویٰ شریک عبادت ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ شانِ عبودیت باقی ارکانِ اسلام میں نہیں پائی جاتی یہ صرف نماز میں ہی پائی جاتی ہے' اس لئے نماز تمام عبادات سے افضل ہے۔

— ◀ ۳ ▶ —

نماز تمام فرشتوں کی عبادات کا مجموعہ ہے' اس لئے کہ کچھ فرشتے قیام کی حالت میں ہیں' کچھ فرشتے رکوع کی حالت میں ہیں' کچھ فرشتے سجدے کی حالت میں ہیں'

کچھ فرشتے قعدے کی حالت میں ہیں۔

نماز ساری مخلوقِ الٰہی کی عبادات کا مجموعہ ہے' اسی طرح دوسری مخلوقات پر غور کریں درخت قیام میں ہیں۔ چوپائے اور جانور رکوع میں ہیں۔ کیڑے مکوڑے سجدے میں ہیں۔ مینڈک وغیرہ قعدہ میں ہیں۔ لہٰذا نماز ساری مخلوق کی عبادات کی جامع ہے۔ اس لئے نماز کی عبادت تمام عبادتوں سے افضل ہے۔

جب بندہ قیام کرتا ہے تو وہ ''ملائکہ قیامین'' کی صفت سے متصف ہوتا ہے

جب بندہ رکوع کرتا ہے تو وہ ''ملائکہ راکعین'' کی صفت سے متصف ہوتا ہے

جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو وہ ''ملائکہ ساجدین'' کی صفت سے متصف ہوتا ہے

— ◄ ۴ ► —

عیون المجالس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان پیدا فرمائے۔ ہر آسمان میں فرشتے ہیں جن کی تعداد سوائے رب تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں۔ ان فرشتوں کے لئے مخصوص عبادت ہے جو دوسروں کے لئے نہیں۔ وہ قیام قیامت تک اسی خاص قسم کی عبادت میں مشغول رہیں گے۔ چنانچہ

پہلے آسمان کے فرشتے ابتدائے خلقت سے قیامت تک قیام کی حالت میں رہیں گے۔

دوسرے آسمان کے فرشتے رکوع میں

تیسرے آسمان کے فرشتے سجدہ میں

چوتھے آسمان کے فرشتے قعود میں

پانچویں آسمان کے فرشتے سبحان اللہ کہنے میں مشغول ہیں

چھٹے آسمان کے فرشتوں کا وظیفہ الحمد للہ ہے اور

ساتویں آسمان کے فرشتوں کی تسبیح اللہ اکبر ہے

فرشتے اسی طرح اپنی اپنی مخصوص عبادات میں روزِ محشر تک مصروف رہیں

گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دو رکعت نماز کا حکم دیا۔ ان دو رکعتوں میں ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کی سب عبادتیں یعنی قیام، رکوع، سجود، قعدہ، تسبیح، تحمید و تکبیر یکجا کر دیں۔ گویا دو رکعتوں کے ادا کرنے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو تمام آسمان والوں کے برابر ثواب عطا فرمایا۔

"خیزت البلغا" میں ہے کہ جب انسان دو رکعت نماز ادا کرتا ہے تو گویا اُس نے ساتوں آسمانوں کے مذکور بالا فرشتوں کی عبادت ادا کی اور اس کو دو رکعت کے بدلے میں ان تمام فرشتوں کے برابر ثواب ملے گا۔

﴿تذکرۃ الواعظین، باب نمبر۱، نماز پنج گانہ کی فضیلت﴾

ہر آسمان والے فرشتوں کے لئے عبادت کی ایک نوع مقرر فرمادی۔ چنانچہ ایک آسمان کے فرشتے صور پھونکنے تک اپنے قدموں پر عبادت میں کھڑے ہیں اور ایک آسمان والے رکوع میں اور ایک آسمان والے سجدہ میں ہیں اور ایک آسمان والے ہیبت کے مارے اپنے پر ڈھیلے چھوڑے ہوئے ہیں اور علیین اور عرش کے گرد طواف میں لگے ہوئے اپنے رب کی تسبیح اور حمد کرتے ہیں اور زمین والوں کے لئے مغفرت کی دُعا مانگتے ہیں اور اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز بخشا ہے کہ ان کی ایک نماز میں فرشتوں کی یہ سب عبادتیں جمع فرمادیں حتیٰ کہ ہر آسمان والوں کی عبادت سے ان کو ایک حصہ ملا اور قرآنِ پاک کی تلاوت جو نماز میں کرتے ہیں یہ ایک زائد چیز ہے اس لئے ان سے شکر کا مطالبہ ہے اور اس کا شکریہ ہے کہ اس کی شرطوں اور حدوں کے ساتھ ادا کیا جائے۔ ﴿تنبیہ الغافلین، باب پانچ نمازوں کا بیان﴾

— ◄ ۵ ► —

عبادت کا منشاء قلب و نظر کی صفائی اور اللہ تعالیٰ کا قرب و حضوری ہے اور اس "منشاء" کو نماز ہی بدرجہ احسن و اکمل پورا کرتی ہے۔ نماز سے دلی سکون اور روحانی تقویت تو حاصل ہوتی ہی ہے اس کے ساتھ ساتھ دل کی صفائی، روح کی روشنی

اور حواس کی یکسوئی بھی حاصل ہوتی ہے۔ نماز کا کوئی حصہ اور کوئی رکن دینی و دنیوی اور مادی و روحانی منافع سے خالی نہیں۔ چنانچہ پاکیزگی اخلاق، صفائی قلب، روشنی روح، تعمیل حکم الٰہی، درستگی افعال، خلوص و نیک نیتی، پابندی اوقات، صحت جسمانی، اطاعت امیر اور قومی زندگی وغیرہ تمام مادی و روحانی منافع نماز کے اندر مضمر ہیں۔ نماز میں ایک مسلمان خالص توحیدی رنگ میں اپنے معبودِ حقیقی کی پرستش کرتا اور فرائض عبدیت بجالاتا ہے۔ وہ اس کی عبادت میں محو ہوتا ہے۔ اس کے سامنے دست بستہ کھڑا ہو کر اس کی حمد و ثنا اور عرض و معرض بھی کرتا ہے، جھکتا بھی ہے، جبہ سائی بھی کرتا ہے، ادب و تہذیب سے اس کے سامنے بیٹھ جاتا ہے۔ الغرض عبادت و حضوری اور عجز و نیاز کی کونسی ایسی صورت ہے جو نماز میں نہیں پائی جاتی۔ اسی لئے نماز سب سے افضل عبادت ہے۔

— ◀ ⑥ ▶ —

نماز سب پر فرض ہے۔ زکوٰۃ غریب پر فرض نہیں، حج غریب پر فرض نہیں اور روزہ مسافر پر فرض نہیں۔ لہٰذا یہ عبادت عام ہے۔ اس لئے نماز سب سے افضل عبادت ہے۔

— ◀ ⑦ ▶ —

روزے، سال میں ایک بار...... زکوٰۃ، سال میں ایک بار...... حج، عمر میں ایک بار...... نماز روزانہ پانچ بار ادا کی جاتی ہے۔ اس لئے نماز تمام عبادات سے افضل عبادت ہے۔

— ◀ ⑧ ▶ —

نماز آدمی کی زندگی سنبھال دیتی ہے۔ نمازی کو اپنا بدن، لباس ہر وقت پاک و صاف رکھنا پڑتا ہے۔ نمازی کو دن رات ہر وقت نماز کی فکر رہتی ہے۔ اس طرح نمازی ہر وقت عبادت میں رہتا ہے، کیونکہ فکرِ عبادت بھی عبادت ہے۔ اس لئے نماز

سب سے افضل عبادت ہے۔

(۹)

اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے ہر نماز میں کل ارکانِ شرع جمع کر دیئے ہیں' یعنی روزہ' زکوٰۃ' حج' جہاد۔

نماز میں جو شخص کھڑا ہوا اُس نے روزہ بھی رکھا' جس طرح آدمی روزہ کی حالت میں کھاتا پیتا نہیں ہے اسی طرح نماز میں بھی کھاتا پیتا نہیں۔ روزے کی حالت میں نفسانی خواہشات کو روک لینا اور یہ بات بہ نسبت روزہ نماز میں زیادہ حاصل ہوتی ہے۔ عبادت کی اصل روح یہ ہے کہ قلب' روح اور تمام اعضاء کو مشتبہات سے روک کر خدا کی طرف متوجہ کر دیا جائے' اگر سچ پوچھو تو عبادتِ روزہ میں یہ معنی متحقق نہیں ہوتے اور نماز میں کسی نہ کسی حد تک ضرور متحقق ہو جاتے ہیں۔ مگر روزہ میں سونے کی اجازت ہے' چلنے پھرنے کی اجازت ہے اور دوسرے ضروری کام کرنے کی بھی اجازت ہے۔ نماز میں جو روزہ ہے اس میں ان باتوں کی اجازت نہیں' اس لئے یہ روزہ رمضان سے اور بڑھا ہوا ہے۔

نیز زکوٰۃ کے معنوں میں بھی مشتمل ہے' کیونکہ برائے ستر ڈھانپنے کے لئے کپڑا' آلاتِ طہارت پر مال کا خرچ کرنا اس میں واجب ہے۔ زکوٰۃ کا قاعدہ یہ ہے کہ سال بھر کے بعد چالیس میں سے ایک درہم کسی مستحق کو دے دیا کریں' تاکہ اس حاجتمند کی حاجت پوری ہو۔ نمازی جس وقت "رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ" (سورۂ انبیاء) پڑھتا ہے تو سب کے سب کو آسودہ کر دیتا ہے۔ پھر نماز کے وقت کو اپنے منافع سے خالی رکھنا ایسا ہے جیسے مال کو مصارفِ الٰہی میں خرچ کرنا۔

نماز میں حج کا لطف بھی ہے۔ حج میں اگر احرام و احلال ہے تو نماز میں تحریم و تحلیل ہے۔ نماز میں ارکانِ حج کی شان نمایاں ہے۔ چنانچہ تکبیر تحریمہ بجائے احرام' استقبالِ قبلہ مانند طواف' قیام بصورتِ وقوفِ عرفات اور رکوع و سجود اور دیگر حرکات و

سکنات مثل سعیٔ صفا و مروہ ہیں۔

نماز میں جہاد کا انداز بھی ہے۔ دیکھو نمازی نے جب وضو کیا تو گویا اُس نے زرہ پہن لی اور جب جماعت کھڑی ہوئی تو امام کی حالت سپہ سالار کی سی ہوگئی اور قوم کی حالت لشکر کے مثل سمجھو کہ صف باندھ کر کھڑی ہے۔ مقامِ جنگ گویا محراب ہے۔ سب لوگ امام کی اِقتداء میں قدم جمائے ہوئے ہیں اور نصرت و فتح کے طالب ہیں۔ جہاد میں جب فتح نصیب ہوتی ہے تو مالِ غنیمت تقسیم ہوتا ہے اور نماز میں امام جب سلام پھیرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فضل تقسیم کرتا ہے یعنی السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

نتیجہ یہ نکلا کہ جس مومن مخلص نے نماز ادا کی اُس نے زکوٰۃ بھی ادا کی اگرچہ اُس کے پاس مال نہ تھا اور اس نے حج بھی کیا گویا اُس کو استطاعت نہ تھی اور اُس نے روزہ بھی رکھا گو اس کو قدرت نہ تھی اُس نے جہاد بھی کیا گو اُس کو قوت سے سروکار نہ تھا۔ لہٰذا نماز جامع عبادت ہے۔ جو اپنے اندر تمام ارکان کی کسی نہ کسی حد تک ظاہری و باطنی شان رکھتی ہے۔

اب سمجھو کہ نماز کیا چیز ہے اور اس میں کیا کیا راز و نیاز ہیں۔ اِس لئے اس کا سخت ادب درکار ہے۔ ہرگز بے باکی کے ساتھ یا آزادی کے ساتھ نماز کے حضور میں قدم نہ رکھنا اور کبھی بھی اس کو ترک نہ کرنا یعنی نماز کو کبھی نہ چھوڑنا۔

پنج وقتہ نمازیں فرض ہونے کی حکمتیں

نفس کی کجی دُرست ہو جاتی ہے

مذکور ہے کہ صلوٰۃ کا لفظ ''صلی'' سے نکلا ہے' جس کے معنی ہیں: ''آگ'' جب کسی ٹیڑھی لکڑی کو سیدھا کرنا مقصود ہوتا ہے تو اُسے آگ کے پاس لے جاتے ہیں۔ آگ کی تپش سے وہ ٹیڑھی لکڑی سیدھی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح انسان میں نفس امارہ کی وجہ سے کجی پائی جاتی ہے' جو برائی کی راہ پر چلاتا ہے۔ ذاتِ الٰہی کے انوار و تجلیات ایسے ہیں کہ اگر ان کے حجابات دور ہو جائیں تو جہاں تک وہ پہنچیں گے' انہیں جلا ڈالیں گے۔ چنانچہ جب نمازی کو سطوتِ الٰہی اور عظمتِ ربانی کے شعلے کی تپش پہنچتی ہے تو اُس سے نفس کی کجی دُرست ہو جاتی ہے۔ بلکہ اسے رُوحانی معراج کی دولت حاصل ہو جاتی ہے۔ لہٰذا نمازی بھی اس شخص کی طرح ہوا جو آگ تاپ رہا ہو۔ چنانچہ جس نے صلوٰۃ کی آگ سے تپش پائی اس کے ذریعے اس کی کجی دُرست ہو گئی۔ ایسا شخص جہنم کی آگ سے محفوظ رہے گا۔ اسے فقط رسم (قسم) پوری کرنے کے لئے پل صراط پر سے گذرنا پڑے گا۔ ﴿عوارف المعارف مترجم: ۲۰۷﴾

صلوٰۃ کے لغوی معنی ہیں: پکارنا' دُعا کرنا..... جب کوئی بیمار پڑتا ہے تو وہ اپنے اعضاء و جوارح کے ساتھ اللہ کو پکارتا ہے۔ اس کے سب اعضاء (سراپا) زبان بن جاتے ہیں' جن کے ذریعے بندہ ظاہر و باطن میں اللہ کو پکارتا ہے۔ اس کی ظاہری حالت گریہ وزاری' خضوع اور نیاز مند سائلوں کی طرح گڑگڑا کر لجا کر مانگنے میں اپنے بیان کی شریک ہے۔ چنانچہ جب وہ سراپا دُعا بن کر اپنے رَب کو پکارے گا تو اس کا

رب اپنے بندے کی دُعاؤں کوضرور سنے گا۔ کیونکہ اس نے وعدہ فرمایا ہے:

﴿اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾ (پ۲۴، سورۃ المؤمن: ۶۰)

تم مجھے پکارو! میں تمہاری دُعا کوضرور قبول کروں گا۔

حضرت خالد الربعی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ ”مجھے مذکورہ بالا آیت بہت ہی پسند ہے کیونکہ اس میں بندوں کو دُعا کرنے کا حکم دے کہ اس نے اس کے قبول کرنے کا وعدہ بھی فرمایا ہے اور اس کے ساتھ کوئی شرط بھی نہیں رکھی۔

استجابت اور اجابت کا مطلب یہ ہے کہ بندے کی دُعا اثر کرے، یعنی قبول ہو، کیونکہ مخلص دُعا مانگنے والا جو اپنے نورِ یقین کی بدولت پکارے جانے ولی کو جانتا ہے، کی دُعا سب حجابات کو چاک کرتی ہوئی اللہ کی بارگاہ میں پہنچتی ہے اور اس کی حاجت کو پورا کرنے کا تقاضا کرتی ہے۔ ﴿عوارف المعارف مترجم: ۴۱۰﴾

— ◄ (۲) ► —

شب معراج اولاً پچاس وقت کی نمازیں فرض ہوئی تھی، جن میں ۴۵ وقت کی معافی ہوگئی۔ رب کے ہاں نیکی کا بدلہ دس گناہ ہوتا ہے۔ خود اللہ ربُّ العزت فرماتا ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا (پ۸، الانعام: ۱۶۰)

لہٰذا اب نمازیں پڑھنے میں پانچ ہیں اور ثواب میں پچاس ہیں۔

جنت کے دروازہ پر اور نیز کلامِ مقدس میں یہ قانون لکھا ہوا ہے۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا (پ۸، الانعام: ۱۶۰)

جو کوئی شخص ایک نیکی کر کے لائے گا وہ ایک کی دس پائے گا۔

وہاں ازل میں نمازیں پچاس تھیں اور بات ازل کی بدلی بھی نہیں جاتی۔ رحمت کے تقاضے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محنت میں تخفیف (آسانی) ہوئی۔ ظاہر داری سے پڑھنے میں پانچ مگر لکھنے میں وہی پچاس، حکم میں پانچ اور ثواب میں پچاس

تو گویا پچاس کی پچاس قائم رہیں۔ پانچ اور پچاس میں علم حساب میں صرف ایک صفر یعنی نقطہ کا فرق ہے اور دہلی کے محاورہ میں نقطہ کو نکتہ بھی کہتے ہیں۔ پھر مولیٰ کی نکتہ نوازی کی صفت بھی مشہور ہے۔ وہ صفت یہاں ظاہر ہوئی اور ایک نقطہ اُٹھالیا' ہزاروں نمازی ہو کر جنتی ہو گئے۔ اگر یہ نقطہ نہ اُٹھایا جاتا تو ہزاروں میں ایک یا دو نمازی ہوتے۔ پھر جو حکم کی تعمیل نہ کرتا' وہی دوزخی ہوتا۔ مولیٰ کی نقطہ نوازی کی صفت نے ظہور کیا' ایک نقطہ اُٹھالیا اور ہزاروں کو بخش دیا۔ بڑا بھاری بوجھ لوگوں کی گردنوں پر سے اُٹھ گیا۔ جب یہ نمازوں کا عمل ارحم الراحمین کی حضوری میں پہنچا' پھر وہی رحمت کا نقطہ ملا کر پانچ کو پچاس بنا دیا۔ جو نقطہ وبالِ جان تھا وہی راحتِ جان بن گیا۔

(۳)

یہ ایک حقیقت ہے کہ کڑواہٹ کا ذائقہ دیر تک رہتا ہے' جبکہ میٹھی اور خوش ذائقہ شے کا ذائقہ تھوڑی دیر تک رہتا ہے' یعنی جو چیز اچھی نہ ہو اُس کا ذائقہ اور اثر دیر تک رہتا ہے' جبکہ خوش ذائقہ چیز کا اثر تھوڑی دیر تک رہ کر آسانی سے زائل ہو جاتا ہے۔ اِس طرح بدی کے اثرات اِنسان کے قلب و باطن اور اس کی روح کو دیر تک نقصان پہنچاتے ہیں' جبکہ نیکی کے اثرات تھوڑی دیر کے لئے قلبِ اِنسانی کو فائدہ دیتے ہیں۔ اس لئے اللہ ربُّ العزت نے ایک دن میں پانچ نمازیں مسلمانوں پر فرض کیں' تاکہ مومن کو اِن نمازوں کے ذریعے بار بار اللہ تعالیٰ کے ذکر کا پھل ملتا رہے اور اس سے پہلے کہ وہ ذائقہ اور لذت ختم ہو جائے اگلی نماز کا وقت آجائے اور وہ ذائقہ پھر تازہ دم ہو جائے' جس کے نتیجے میں ذکرِ الٰہی کے ذائقے اور رضائے الٰہی کے پھل مستقل اور دائم رہیں گے۔ تو نماز کی باطنی محافظت تب ہوتی ہے جب نماز سے فراغت کے بعد بھی نمازی کو اللہ کے حضور حاضری کی لذت محسوس ہوتی رہے۔ یادِ الٰہی کی لذت اور نشہ ایک کیفیت بن کر اُس کے اوپر اِس طرح طاری ہو جائے کہ نماز کی رکعتیں ختم ہو جائیں مگر نماز کی کیفیت برقرار رہے۔ حتیٰ کہ اگلی نماز کا وقت آجائے جس

سے اُسے یادِ الٰہی کی لذت اور نشے کی تجدید ہو جائے۔

(۴)

پانچ مرتبہ کی سفارش سے پانچ نمازیں باقی رہیں' پینتالیس معاف ہو گئیں۔ ہر مرتبہ رسولِ کریم ﷺ کو دیدارِ الٰہی اور رب العلی سے ہمکلام ہونا نصیب ہوتا تھا۔ پانچ مرتبہ میں معافی ہوئی۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ایک ہی مرتبہ معاف کر دیتا۔ پانچ کی خصوصیات کیا تھی۔ اس میں اشارہ ہے کہ جب پانچ مرتبہ کی حضوری جو نماز میں معاف کرانے اور کم کرانے کے لئے تھی وہ ایسی چیز تھی کہ پانچوں مرتبہ دیدارِ الٰہی اور ہمکلامی میسر ہوئی تو خیال کرو کہ جو لوگ پانچ مرتبہ مسجدوں میں نماز ادا کرنے کے لئے حاضر ہوں گے' انہیں دیدارِ الٰہی اور ہمکلامی کس طرح نہ مرحمت ہو گی۔ اِس لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"بندہ جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اللہ کے سامنے ہوتا ہے' جب وہ کسی اور طرف دھیان کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' اے ابن آدم! جس کی طرف تو دیکھ رہا ہے کیا وہ مجھ سے بہتر ہے؟ میری طرف منہ کر' میں تیرے لئے اس سے کہیں بہتر ہوں' جس کی طرف تو رُخ کر رہا"۔ ﴿عوارف المعارف مترجم: ۴۰۹﴾

حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ جب نماز شروع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف توجہ فرماتا ہے اور وہ بندہ سے اس وقت تک توجہ نہیں ہٹاتا جب تک بندہ خود اپنا منہ نہ پھیر لے یا دائیں بائیں جھانکے۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ بندہ جب تک نماز کی حالت میں رہتا ہے تین رحمتیں اس کے شاملِ حال رہتی ہیں' ایک یہ کہ آسمان سے اس کے سر پر نیکیوں کی بوچھاڑ ہوتی رہتی ہے' دوسرے یہ کہ فرشتے نمازی کے قدموں سے آسمان تک اسے گھیرے میں لئے رہتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ منادی ندا کرتا ہے کہ اللہ اس کی نماز کی

گواہی دیتا ہے۔ اگر نمازی کو یہ معلوم ہوتا کہ وہ کس کی بارگاہ میں مناجات کر رہا ہے تب وہ کسی اور طرف کبھی توجہ نہ کرتا۔ ﴿غنیۃ الطالبین: ۵۱۶﴾

حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز پڑھنے والے کے لئے تین سعادتیں مخصوص ہیں۔ اوّل یہ کہ اس کے پاؤں کے ناخنوں سے لے کر سر کی مانگ تک آسمان سے رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کے قدموں سے لے کر فضائے آسمانی تک فرشتے اُس کی محافظت کرتے رہتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ ایک فرشتہ آواز دیتا ہے کہ اگر اُسے خدا کے ساتھ اپنا تعلق معلوم ہو تو یہ نماز میں اس طرح مستغرق ہو جائے کہ پھر اسے چھوڑ کر کسی اور جانب متوجہ ہی نہ ہو۔

جب بندہ نماز کی نیت باندھتا ہے تو یوں سمجھو کہ ربُّ العالمین سامنے تشریف لاتے ہیں، جب کوئی محروم القسمت نمازی، نماز کے اندر اپنی نگاہ دوسری طرف لے جاتا ہے یعنی ظاہر جسم تو وہاں ہی ہوتا ہے مگر اُس کا دل کہیں اور چلا جاتا ہے، اُس کے دل کی توجہ گلیوں بازاروں، بیوی بچوں، دوست احباب یا مال و دولت کی طرف چلی جاتی ہے تو مولیٰ فرماتا ہے کہ بندے ہم تیرے سامنے ہیں، تو ہمیں نہیں دیکھتا۔ کیا کوئی شئے ہم سے بھی زیادہ خوبصورت اور اچھی نظر آ گئی جو ہمیں چھوڑ کر اُدھر چلا گیا۔ اِدھر آؤ، ہمیں نہ چھوڑو، ہمارا چھوڑنے والا فلاح نہیں پاتا۔

''عوارف المعارف'' میں ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز کے دوران اپنی داڑھی سے کھیل رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس شخص کے دل میں خشوع و خضوع ہوتا تو اس کے اعضاء و جوارح بھی خشوع خضوع کرتے۔

حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید تاکید فرمائی:

جب تم نماز پڑھو تو اس طرح نماز پڑھو کہ جیسے کوئی رخصت ہونے والا نماز

پڑھتا ہے۔ کیونکہ نمازی اللہ کی طرف دل سے رواں دواں ہے۔ یعنی وہ اس وقت اپنی خواہشوں، اپنی دُنیا اور اس کی سب چیزیں چھوڑ کر اللہ کی طرف متوجہ ہے۔

— ◀ ۵ ▶ —

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بندہ جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ بندے اور اس کے درمیان حجاب اُٹھا دیتا ہے، پھر اس کی ذات بندے کے سامنے ہوتی ہے۔ فرشتے بھی اس کے شانوں سے ہوا میں پہنچ جاتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ نماز ادا کرتے ہیں، جب وہ دُعا مانگتا ہے تو فرشتے آمین کہتے ہیں۔ اس وقت آسمان سے اس پر قبولیت اور رضائے الٰہی نازل ہوتی ہے۔ اس وقت پکارنے والا پکارتا ہے۔

اگر نمازی کو پتہ چل جائے کہ وہ کس کے ساتھ سرگوشی کر رہا ہے تو وہ کسی اور کی طرف خیال نہ کرے اور نہ ہی سلام پھیر کر نماز ختم کرے۔ ﴿عوارف المعارف مترجم: ۲۱۲﴾

— ◀ ۶ ▶ —

آنحضرت ﷺ سے روایت ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ جو نماز پڑھتے ہیں مگر ان کی نماز کا ایک تہائی لکھا جاتا ہے یا چوتھا حصہ یا پانچواں یا چھٹا حتیٰ کہ آپ ﷺ نے دسواں حصہ بھی ذکر فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ نمازوں کا وہی حصہ لکھا جاتا ہے جو دھیان سے پڑھا جاتا ہے اور جو غفلت سے پڑھا جاتا ہے وہ نہیں لکھا جاتا۔

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص دو رکعتیں اپنے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر پڑھتا ہے تو گناہوں سے یوں پاک ہو جاتا ہے جیسے پیدائش کے دن تھا۔ بندے کی نماز میں عظمت، شان توجہ الی اللہ سے پیدا ہوتی ہے پس جب بندہ اپنی نماز میں متوجہ نہ ہو بلکہ نفسانی خیالات میں لگا ہوا ہو تو اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کسی بادشاہ کے دروازے پر اپنی کوتاہیوں اور خطاؤں کی معذرت کے لئے کھڑا ہے اور جب بادشاہ تک رسائی ہوئی اور اُس کے سامنے حاضری نصیب ہو گئی اور بادشاہ

اس کی طرف متوجہ ہو گیا تو یہ کھڑا دائیں بائیں جھانکنے لگ گیا' بادشاہ ایسے شخص کی کیا حاجت پوری کرے گا' بادشاہ تو اس پر اسی قدر متوجہ ہو گا جس قدر یہ میلان دکھائے گا۔ یہی حال نماز کے ہیں کہ اگر بندہ اس میں کھڑا ہو کر غافل ہی رہا تو وہ قبول نہیں ہو گی اور جان رکھو کہ نماز کی مثال ایسی ہے جیسے کسی بادشاہ نے شادی رچائی اور دعوتِ ولیمہ کی جس میں قسم قسم کے کھانے اور مشروبات تیار کیے کہ ہر قسم میں ایک لذت اور ہر قسم کا الگ نفع۔ نماز بھی اسی طرح ہے کہ رب کریم نے بندوں کو اس کی طرف دعوت دی ان کے لئے اس میں مختلف اعمال رکھے اور قسم قسم کے ذکر مقرر فرمائے اور بندوں کو اس پر لگایا تا کہ وہ عبادت کی ہر قسم سے لذت اندوز ہو۔ ان کے افعال کھانوں کی طرح اور اذکار مشروبات کی مانند ہیں۔ ﴿تنبیہ الغافلین' باب پانچ نمازوں کا بیان﴾

— ◀ ⑦ ▶ —

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نمازیں معاف کرانے کے لئے پانچ مرتبہ تشریف لے گئے تھے۔ اسی طرح پانچ مرتبہ آپ کی اُمت پر اپنے اور اپنے متعلقین کے گناہوں کی معافی کے لئے ہر روز پانچ مرتبہ حاضر ہونا فرض ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کے لئے معافی مانگی۔ نمازی اپنے لئے معافی مانگتا ہے۔ پھر جسے خدا نصیب کرے وہ نمازی نماز کے سبب روحانی طور سے اُسی جگہ پہنچ جاتا ہے' جہاں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے تھے۔ فرق یہ ہے کہ آپ مع جسم تشریف لے گئے تھے۔ اہل ایمان کی روح جاتی ہے۔

— ◀ ⑧ ▶ —

پانچ نعمتیں بے بہا' نہایت بڑی بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی ہیں' کھانا' پینا..... گرم' سرد لباس..... رہنے کے لئے مکان ''' بیوی' لونڈی' غلام..... سیر و سفر کیلئے سواری۔ جان کا شکریہ ایمان اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا اقرار ہے اور زندگی کے بعد ان پانچ نعمتوں کا بدلہ اور شکریہ یہ پانچوں نمازیں ہیں۔ ہر نعمت

کے مقابلہ میں ایک شکریہ واجب تھا۔ وہ بفضلہٖ تعالیٰ ان نمازوں کے سبب سے ادا ہو گیا۔ یعنی جو شخص پانچ نمازیں باقاعدگی سے ادا کرتا ہے وہ شخص اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندوں میں سے ہے۔

— ◀ ⑨ ▶ —

اِنسان میں ظاہر کے حواس پانچ ہیں۔ آنکھ' ناک' کان' زبان اور گرمی سردی کی پہچان۔ اِن پانچوں حواس کے شکریہ میں یہ پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔

— ◀ ⑩ ▶ —

اِنسان کی حیات میں پانچ حالتیں ہیں۔ لیٹنا' بیٹھنا' سونا' جاگنا' کھڑا ہونا' ان پانچوں حالتوں میں رحمتِ الٰہی اور نعمتِ مولیٰ کا بندوں پر مینہ برستا ہے۔ ہر ایک حالت میں بے شمار نعمتیں ہیں۔ ایک ایک حالت اِنسان کی مجموعہ ہے خدا کی نعمتوں کا' جن کی تفصیل بڑی مشکل ہے۔ پھر ہر ایک نعمت کا الگ الگ شکر کرنا اور بھی زیادہ مشکل کام ہے' اِس لئے اللہ تعالیٰ نے پانچوں حالتوں کی ساری نعمتوں کا شکریہ اِن پانچوں نمازوں میں رکھا اور یہ پانچ نمازیں فرض کر دیں۔ جس مسلمان نے یہ پانچ نمازیں پڑھ لیں اُس نے اپنی ہر ایک حالت کا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہر ایک نعمت کا شکریہ ادا کر دیا۔

— ◀ ⑪ ▶ —

شریعت میں پاک کرنے والے پانچ غسل تھے۔ جنابت کا غسل' حیض کا غسل' نفاس کا غسل' اِسلام لانے کا غسل (بشرطیکہ حالت جنابت میں مسلمان ہوا ہو) میت کا غسل' ظاہر کی ناپاکیوں سے موت زندگی میں یہ پانچ غسل پاک کرنے والے مقرر ہوئے۔ مگر سب سے بڑی ناپاکی گناہوں کی ہوتی ہے اور جو گناہ ظاہر میں ہوتا ہے وہ بالضرور ظاہر کے ان پانچ حواسوں کی مدد سے ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ پانچ نمازیں جو درحقیقت پانچ غسل ہیں' مقرر کئے گئے' تاکہ نماز پڑھنے والے ہر طرح کے گناہوں سے پاک وصاف ہو جائیں۔

روایت ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال ایک نہر جیسی ہے جس کا پانی میٹھا اور گہرا ہو وہ تم میں سے کسی کے دروازے پر ہو وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غوطہ لگائے' تمہارا کیا خیال ہے کیا اس کے جسم پر کوئی میل باقی چھوڑے گی' انہوں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک پانچ (اوقات کی) نمازیں گناہوں کو اس طرح لے جاتی ہیں جس طرح پانی میل کو دور کر دیتا ہے۔

﴿اِحیاءُ العُلوم الدین' نماز کے اسرار و مسائل کا بیان' پہلا باب﴾

﴿بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ ☆ الترغیب والترہیب مترجم: ۱/۱۶۳ ☆ کنز العمال حصہ ہشتم﴾

— ◀ ۱۲ ▶ —

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم (اپنے آپ کو گناہوں کے سبب) ہلاکت میں ڈالتے ہو' ہلاکت میں ڈالتے ہو۔ پس جب تم صبح کی نماز پڑھتے ہو تو وہ (نمازِ صبح) گناہوں کو دھو ڈالتی ہے۔ پھر تم اپنے آپ کو (گناہوں کے سبب) ہلاکت میں ڈالتے ہو' ہلاکت میں ڈالتے ہو۔ پس جب تم نمازِ ظہر پڑھتے ہو تو وہ تمہارے گناہوں کو دھو ڈالتی ہے۔ پھر جب تم اپنے آپ کو (گناہوں کے سبب) ہلاکت میں ڈالتے ہو' پس جب تم نمازِ عصر پڑھتے ہو تو وہ (نمازِ عصر) تمہارے گناہوں کو دھو ڈالتی ہے۔ پھر جب تم اپنے آپ کو (گناہوں کے سبب) ہلاکت میں ڈالتے ہو' ہلاکت میں ڈالتے ہو پھر جب تم نمازِ مغرب ادا کرتے ہو تو وہ (نمازِ مغرب) تمہارے گناہوں کو دھو ڈالتی ہے۔ پھر تم اپنے آپ کو (گناہوں کے سبب) ہلاکت میں ڈالتے ہو۔ پس جب تم نمازِ عشاء ادا کرتے ہو تو وہ (نمازِ عشاء) تمہارے گناہوں کو دھو ڈالتی ہے۔ پھر تم سو جاتے ہو تو تمہارے جاگنے تک تم پر کچھ نہیں لکھا جاتا۔ ﴿الترغیب والترہیب مترجم: ۱/۱۶۴﴾

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ﴿پ۱۲ سورہ ہود:۱۱۴﴾

بے شک نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔

— ◀ (۱۳) ▶ —

دُنیا میں پانچ طرح کے قبلے پھر پانچ ہی اُن کی عبادت کرنے والے تھے۔ بیت المقدس یہود و نصاریٰ کا قبلہ...... مکہ معظمہ قریش کا قبلہ...... بیت المعمور ملائکہ کا قبلہ...... عرشِ الٰہی کروبیاں کا قبلہ...... ذاتِ الٰہی بھولے ہوئے نمازیوں کا قبلہ یعنی جو نمازی قبلہ کی جہت بھول جائے وہ جدھر چاہے منہ کر کے نماز پڑھ لے' یعنی متحیر کا ہر طرف قبلہ ہے' ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ" ﴿پ۱ البقرہ:۱۱۵﴾

(قبلہ بھول جانے کے بعد) تم جس طرف بھی رخ کرو گے وہیں اللہ کی ذات موجود ہے۔

پس ہر ایک قبلہ کی طرف عبادت کرنے' نماز پڑھنے والے کا ثواب اس اُمت کو عطاء فرمانے کیلئے یہ پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ پانچ قبلے تھے' پانچ نمازیں مقرر ہوئیں جس نے یہ پانچ نمازیں پڑھیں اُس کے لئے نامۂ اعمال میں پانچوں قبلوں کے عابدوں کا ثواب لکھا جائے گا...... ان شاء اللہ۔

— ◀ (۱۴) ▶ —

دُنیا کی زندگی ختم ہونے کے بعد مسلمان پر پانچ مصیبتیں آتی ہیں۔ پہلی موت...... دوسری قبر...... تیسری میدانِ حشر...... چوتھی پُلِ صراط...... پانچویں جنت کا دروازہ بند ہونا۔

خداوند کریم نے اِن مصیبتوں کو رفع کرنے کے لئے یہ پانچ نمازیں فرض فرمائیں۔

حافظ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف "کتاب الزواجر" میں ایک حدیث

پاک نقل فرمائی ہے کہ

مِنْ حَافِظُ عَلَى الصَّلٰوةِ اَكْرَمَهُ اللّٰهُ بِخَمْسِ خِصَالٍ يَرْفَعُ عِنْدَ ضَيْقِ الْمَوْتِ وَعَذَابَ الْقَبْرِ وَيُعْطِيهِ اللّٰهُ جَنْبِهِ وَيَمُرُّ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ

جس نے پنجگانہ نماز کی حفاظت کی، اللہ تعالیٰ اُسے پانچ باتیں عطا کرے گا:

اوّل...... موت کی سختی سے بچائے گا۔

دوم...... قبر کے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔

سوم...... حشر کے دن وہ نہایت امن سے رہے گا اور نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں ملے گا۔

چہارم...... پل صراط پر سے بجلی کی طرح گزر جائے گا۔

پنجم...... جنت میں بلا حساب داخل ہوگا۔

⑮

نزہۃ المجالس میں پانچ نمازوں کی خصوصیت کی وجہ یہ لکھی ہے کہ

(۱) فجر اور عشاء کا وقت قبر اور قیامت کی تاریکی کے مشابہ ہے۔ جس نے عشاء پڑھی اُس کی قبر میں نور کیا جائے گا اور فجر کے بدلے دوزخ اور نفاق سے برأت ملے گی۔

(۲) ظہر کے وقت آگ بھڑکائی جاتی ہے۔ جس نے یہ نماز پڑھی وہ ایسا ہو جاتا ہے، جیسے اُس کا کوئی گناہ نہیں۔

(۳) عصر کے وقت حضرت آدم علیہ السلام نے جنت میں گندم کا دانہ کھایا اور جس نے یہ نماز پڑھی اُس پر جہنم کو حرام کیا جاتا ہے۔

(۴) مغرب کے وقت حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تھی، جس نے یہ نماز پڑھی وہ اللہ تعالیٰ سے جو مانگے گا اُسے عطا کیا جائے گا۔

— ◀ ⑯ ▶ —

اِنسان کو پانچ ظاہری اور پانچ باطنی حسّیں دی گئی ہیں، جنہیں حواسِ خمسہ کہتے ہیں۔غیاثُ اللغات میں ہے کہ حواسِ خمسہ ظاہری پانچ ہیں:

شامہ (سونگھنا) ...... باصرہ (دیکھنا) ...... سامعہ (سننا) ......لامسہ (چھونا)......اورذائقہ چکھنا۔

حواسِ باطنی بھی پانچ ہیں۔یعنی حس مشترک (وہ حس جو سب میں مشترک ہے)، (شعور)، خیال، واہمہ (وہم)، حافظہ (یادرکھنا)، متصرفہ (روحانی قوت سے متصرفہ کرنا)۔اِس لئے مسلمان پر پانچ نمازیں فرض کی گئیں۔

اِنسان کی پیدائش کی حالتیں بھی پانچ ہیں۔(نطفة، علقة، مضغة، عظماً اور لحماً)

اِنسان کی حالتیں بھی پانچ ہیں یعنی بیٹھنا، سونا، لیٹنا، جاگنا، اور اُٹھنا۔اِن سب کے شکرانے میں پانچ نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔

— ◀ ⑰ ▶ —

حضور مولیٰ علی پاک کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص کو پانچ نعمتیں مل گئیں وہ سمجھ لے کہ مجھے دُنیا کی سب نعمتیں مل گئیں۔

① شکر کرنے والی زبان ② ذکر کرنے والا دل ③ مشقت اُٹھانے والا بدن ④ نیک بیوی ⑤ سہولت کی روزی۔

پانچ نمازیں اِن پانچ نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کے لئے کافی ہیں۔

پانچ وقت کی فرضیت کی حکمتیں

اسلامی عبادات کی خصوصیت ہے کہ اس سے بندوں کے دُنیادی کاروبار میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔اللہ تعالیٰ نے پانچ وقت کی نمازیں اس انداز سے فرض قرار

دی ہیں کہ دُنیاوی کاروبار میں مصروفیت کی وجہ سے اُس کی حضوری میں کسی قسم کا حرج نہیں ہوتا ہے۔

صبح کا وقت بالعموم ایسا ہوتا ہے کہ اس وقت انسان، چرندے، پرندے رات بھر سونے کے بعد جاگتے ہیں۔ عام انسانوں کی عادت ہے کہ وہ علی الصبح بیدار ہوکر ضروریات سے فارغ ہوکر ہاتھ منہ دھوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اطاعت شعار اور نیک بندوں کا فرض ہے کہ وہ وضو کر کے دُنیاوی کاروبار میں مصروفیت سے پہلے اپنے مولا کی یاد کریں، اس کے بعد ناشتہ سے فارغ ہوکر دینی و دُنیاوی کاروبار میں مصروف ہوجائیں۔

دوپہر کو کچھ دیر آرام کرنے کے بعد ظہر کی نماز پڑھیں اور نماز سے فارغ ہوکر پھر وقت فرصت کا ہے۔

ہاں! البتہ عصر کا وقت کاروباری لوگوں کے لئے زیادہ مصروفیت کا ہے اس لئے اس وقت کی نماز ایمانداروں کے لئے امتحان قرار دی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ حق تبارک تعالیٰ نے اس وقت کی نماز کی حفاظت کی شدید تاکید فرمائی ہے، ارشادِ خداوندی ہے:

"حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ"

﴿پ ۲، سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۳۸﴾

اے ایمان والو! تم ساری نمازیں پورے اہتمام اور نگرانی سے ادا کیا کرو اور درمیانی نماز (یعنی نمازِ عصر) کا بھی (خاص اہتمام کیا کرو)، اور اللہ تعالیٰ کے روبرو سر بہ تسلیم اور عاجز ہوکر کھڑے ہوجایا کرو۔

مغرب کے وقت عام طور پر کاروباری آدمیوں کو فرصت ہوجاتی ہے اس لیے شکرانہ کے طور پر مغرب کی نماز فرض قرار دی گئی۔

مغرب کے بعد عام طور پر لوگ کھانا کھانے کی تیاری کرتے ہیں، آرام کا وقت آجاتا ہے اس لیے عشاء کی نماز فرض قرار پائی۔

(۲)

پانچ وقت کی نمازیں اس مصلحت اور حکمت کے پیش نظر قرار دی گئی ہیں کہ صبح کا وقت نیند سے بیدار ہونے کا ہے۔ قیامت کے دن لوگ اسی طرح قبروں سے اٹھیں گے' اسی طرح قیامت کا دن یاد کر کے خدا کی طرف رجوع ہونا چاہئے۔

ظہر کا وقت گرمی کا ہوتا ہے' دھوپ کی شدت ہوتی ہے۔ اس وقت قیامت کے دن کی گرمی اور دھوپ کی شدت کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی چاہئے۔

عصر کا وقت دن کا آخری حصہ ہوتا ہے' کچھ دیر بعد غروبِ آفتاب ہو جاتا ہے' ان کی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ اس طرح اس دُنیا کی زندگی بھی ایک دن ختم ہو جائے گی۔ اس بات کو یاد کر کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا چاہئے۔ حدیث میں ہے کہ قبر میں جب منکر نکیر مردہ سے سوال جواب کے لئے آتے ہیں' مردہ کو وہ وقت عصر کا معلوم ہوتا ہے۔ قبر میں مسلمان مردہ سے سوال و جواب ہوگا' اس لئے ہر مسلمان کو اس وقت کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت لازمی ہے۔

عشاء کا وقت خواب و راحت کا ہوتا ہے' موت بھی نیند کے مشابہ ہے۔ جس طرح حالتِ خواب میں انسان بے حس اور غافل ہوتا ہے۔ اسی طرح موت سے بھی انسان بے حس اور غافل ہو جاتا ہے۔ مسلمان کا فرض ہے کہ وہ موت کو ہر دم پیش نظر اور یاد رکھے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس و برتر ہے۔ اُمید ہے کہ اس تخیل کے ساتھ پانچ وقت کی نماز ادا کرنے سے حق تعالیٰ روزِ قیامت کے احوال سے نجات عطا فرمائے گا۔

پانچ نمازوں کے لئے

یہ پانچ وقت مقرر ہونے کی حکمتیں

مومن کی ہر حالت رب کے ذِکر سے شروع ہونی چاہئے جن کی اِبتداء اچھی ہو' اُمید ہے کہ انتہا اچھی ہوگی۔ اِس لئے بچہ کے پیدا ہوتے ہی کان میں اذان دی جاتی ہے۔ صبح کے وقت دِن کی اِبتداء ہے گویا نئی زندگی ملی ہے' پہلے نماز پڑھے۔ ظہر کے وقت کھانے اور آرام سے فراغت پائی' دن کے دوسرے حصہ کی ابتداء ہوئی نماز پڑھے۔ عصر کے وقت ملازمین کارُوبار سے فارغ ہو کر سیر و تفریح کو چلے' تجارت کے فروغ کا وقت آیا نماز پڑھ لے۔ سوتے وقت جاگنے کی انتہا ہے۔ نیند جو ایک طرح کی موت ہے۔ شروع ہو رہی ہے' نماز پڑھ کر سوئے۔ شائد یہ آخری نیند ہو کہ اس کے بعد قیامت ہی کو جاگے۔

سونے والے اللہ کو سجدہ کر کے سو
کیا خبر تجھ پہ صبح ہو یا نہ ہو

— ◀ (۲) ▶ —

دن اور رات میں پانچ حالتیں ہیں۔ صبح' دوپہر' سہ پہر' شام' رات۔ چنانچہ دن رات میں نمازیں بھی پانچ رکھی گئیں۔ تاکہ دن رات میں مسلمان کی ہر حالت کی ابتداء اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہو۔ فجر کی نماز صبح (بیداری) کے وقت' ظہر کی نماز دوپہر کے وقت' عصر کی نماز سہ پہر کے وقت' مغرب کی نماز شام کے وقت اور عشاء کی نماز رات کے وقت۔ ہر حالت میں ایک ایک نماز فرض کر دی تاکہ مسلمان کی زندگی کی ہر

حالت اللہ تعالیٰ کی یاد میں گذرے

— ◀ ③ ▶ —

اِسلام ایک عقلی اور فطری مذہب ہے، وہ جسم و دِل دونوں کی پرورش کا فکر و اِہتمام کرتا ہے۔ ایک مسلمان کی زندگی جو احکامِ الٰہیہ کے مطابق بسر ہو وہ مسلسل عبادت ہے۔ اسلام اِنسان کی زندگی کے تمام شعبوں میں شانِ وحدت وعبدیت پیدا کرتا ہے۔ روح و مادہ، جسم و جان، دین و دنیا، عقل و مذہب اور شریعت و سیاست کی تفریق اِسلام میں موجود نہیں۔ مسلمان کی تمام زندگی کے مختلف مشاغل مثلاً مظاہرِ فطرت میں غور و فکر، اِختلافِ لیل و نہار کا مشاہدہ، تحقیق و اِجتہاد، طلبِ علم، جہاد فی سبیل اللہ، خدمتِ خلق، تعلقاتِ مرد و عورت، پرورشِ اولاد، اطاعتِ والدین، درس و تدریس، اعلائے کلمۃ الحق، سیر فی الارض، اکتسابِ فنون اور تجارت وغیرہ اسلامی تعلیمات کے مطابق بسر کرے تو یہ سب عبادت میں داخل ہیں۔ حیاتِ مستعار (چندروزہ زندگی) کے ہر لحہ میں مسلمان کا مطلوب صرف اللہ تعالیٰ ہی ہونا چاہئے۔ اور اس کی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں بسر ہونی چاہیے۔ چنانچہ اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

''قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ''

﴿پ ۸، سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۶۲﴾

(یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اِرشاد فرما دیجئے) بے شک میری نماز، میرے آدابِ بندگی اور میرا جینا اور میرا مرنا اس اللہ کے لئے ہے جو اہل جہان کا پروردگار ہے۔

الغرض مسلمانوں کی تمام زندگی عبادت ہے اور اِسلامی نقطۂ نگاہ سے عبادت کی یہ صورت عام ہے اور دوسری صورت اسلام نے عبادت کی یہ قرار دی ہے کہ مسلمان کو دن رات میں پانچ مرتبہ ایک مخصوص طریق پر مقررہ الفاظ میں جماعت کے ساتھ ایک امام کے پیچھے اللہ کی عبادت و بندگی کرنی پڑتی ہے، اِسے قرآنی اِصطلاح میں (صلوٰۃ) کہتے ہیں، پہلی صورت میں ہر مسلمان کو اختیار ہے کہ دن رات میں جتنی مرتبہ چاہے

اپنے خالق و مالک کی یاد کرے۔ لیکن انفرادی و اجتماعی فوائد و منافع کی غرض سے اس پر نماز پنجگانہ فرض کی گئی ہے۔

(۴)

تخصیصِ اوقات (وقت کی خصوصیت) اور نمازِ پنجگانہ کی سب سے بڑی حکمت حواسِ ظاہری اور اعضاء جسمانی کو الٰہی رنگ میں رنگنا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جسمِ انسانی میں دل و دماغ بادشاہ کی مانند ہیں اور دیگر اعضائے جسمانی درباریوں کی طرح ہیں۔ جس طرح رفتہ رفتہ بادشاہ اپنے مصاحبوں اور درباریوں کی خُو اور بُو اختیار کر لیتا ہے ویسے ہی دل و دماغ بھی آہستہ آہستہ حواسِ ظاہری اور حرکاتِ جسمانی سے متاثر ہو کر انہی کے ہم رنگ ہو جاتے ہیں۔ دِل کا اثر اعضاء پر ہوتا ہے اور اعضاء کا دل پر۔ اِسلام نے اِس رازِ فطرت کو سمجھ کر نمازِ ظاہری کو فرض کیا ہے اور دن رات میں پانچ بار اس کے ادا کرنے کا حکم دیا ہے' کیونکہ یہ طبیعت اِنسانی کا مقتضاء ہے کہ جو کام بار بار کیا جائے رفتہ رفتہ طبیعت اُس سے مانوس ہو جاتی ہے اور بالآخر اخلاقی اصلاح اور روحانی ترقی ظاہر ہونے لگتی ہے۔

(۵)

اِسلام نے اِن اوقات کے تقرر میں بھی بڑی بڑی حکمتیں رکھی ہیں اور ایسے اوقات مقرر کیے ہیں جو دُنیا کی گہما گہمی اور مشاغل کی تکلیفوں کو دور کر کے رُوحانی تسکین میں مُمد و معاون ہوتے ہیں۔ نماز پنجوقتہ کی پابندی سے پابندیٔ اوقات اور ادائے فرض کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ روزانہ پانچ مرتبہ ذرا ذرا سی دیر کے لئے ٹھیک وقت پر دُنیاوی کاروبار چھوڑ کر اپنا فرضِ عبودیت ادا کرنے کے لئے دربارِ خداوندی میں حاضری دینا ایک ایسی عبادت ہے جو مسلمانوں کو اس بات کا سبق دیتی ہے کہ اپنے تمام دُنیاوی کاموں میں وقت کی پابندی اور ادائے فرض کا احساس کریں۔ یہ ایک ظاہری امر ہے کہ جس طرح تغیرِ اوقات (اوقات کے بدلنے) کا اثر اِنسان کے

جسم پر پڑتا ہے۔ ایسا ہی اس کی روحانیت پر بھی ایک مخصوص اثر پڑھتا ہے۔ یہ بات دعویٰ کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ جو پانچ وقت ہماری نماز کے لئے اسلام نے مقرر کئے ہیں ان سے بہتر روحانیت پر اثر ڈالنے کے لئے دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں کوئی وقت نہیں۔

— ◀ ۶ ▶ —

انسانی زندگی کے مختلف مراحل کو اوقاتِ نماز کے ساتھ خصوصی مناسبت ہے۔ مثلاً

نمازِ فجر کو بچپن کے ساتھ مناسبت ہے...... دن کی ابتداء ہوتی ہے۔
نمازِ ظہر کو جوانی کے ساتھ مناسبت ہے...... سورج اپنے عروج پر ہوتا ہے۔
نمازِ عصر کو بڑھاپے کے ساتھ مناسبت ہے...... دن ڈھل جاتا ہے۔
نمازِ مغرب کو موت کے ساتھ مناسبت ہے...... زندگی کا سورج ڈوب جاتا ہے۔
نمازِ عشاء کو عدم کے ساتھ مناسبت ہے...... انسان کا دُنیا سے نام و نشان مٹ جاتا ہے۔

— ◀ ۷ ▶ —

نماز کے پانچ مراتب اوقات یہ ہیں۔ اوّل نمازِ فجر ہے، جو صبح صادق کے بعد اور طلوع آفتاب سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ دوسری نمازِ ظہر ہے، جو دن ڈھلنے سے لے کر اس وقت تک پڑھی جاسکتی ہے جب تک سایہ قد آدم ہو جائے۔ تیسری نمازِ عصر ہے، جو وقت ظہر کے بعد سے اس وقت تک پڑھی جاسکتی ہے جب تک آفتاب میں زردی نہ آئے۔ چوتھی نمازِ مغرب ہے، جو غروبِ آفتاب سے لے کر اس وقت تک پڑھی جاسکتی ہے۔ جب تک آسمان میں شفق کی سرخی باقی ہے۔ پانچویں نمازِ عشاء ہے، جو شفق کی سُرخی زائل ہونے کے بعد سے نصف شب تک پڑھی جاسکتی ہے۔
مگر خیال رہے کہ ان اوقاتِ نماز میں اوّل وقت نماز پڑھنا زیادہ ثواب کا باعث ہے۔ اوّل وقت میں نماز کی ادائیگی انسان کے تقویٰ کا مظہر ہوتی ہے وہ لوگ

جو وقت شروع ہوتے ہی یا کچھ دیر بعد نماز پڑھنے میں مشغول ہو جاتے ہیں اس سے ان کا شوق اور ولولہ ظاہر ہوتا ہے۔ یہ لوگ وہ ہوتے ہیں جو نماز پڑھنے کا انتظار کرتے ہیں اور جوں ہی نماز کا وقت آجاتا ہے وہ نماز پڑھنے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

آپ کے دل میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ نماز پانچ وقت کیوں فرض کی گئی ہے اور پھر ان اوقات ہی میں نماز کیوں پڑھی جاتی ہے جن کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس کے متعلق واضح رہے کہ قانونِ فطرت ضروریاتِ تمدن' احکام اسلام اور قواعدِ شریعت کی رُو سے ہر انسان پر کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں تاکہ وہ اپنی زندگی سنوار سکے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

جو شخص حلال مال تلاش کرتا ہے (یعنی محنت کر کے جائز روزی کماتا ہے)' (بھیک) مانگنے سے بچتا ہے' اپنے اہل و عیال کے لئے محنت کرتا اور پڑوسیوں پر مہربانی کرتا ہے وہ (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ سے اس طرح ملاقات کرے گا کہ گویا اُس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح (چمک رہا) ہے "مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۷ کتاب البیوع"۔ ﴿احیاء العلوم الدین' باب کسب کی فضیلت اور ترغیب﴾

مفہوم:۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ انسان جو اپنے فرائض اور واجبات کو اچھی طرح انجام دیتا ہے اللہ اُس سے خوش ہوتا ہے۔ جس طرح انسان دنیوی اور معاشرتی فرائض کی تعمیل پر مجبور ہے اسی طرح اللہ کی تحمید و تقدیس کا بھی فرض اس پر عائد ہوتا ہے اور یہ دونوں فرائض اپنی اپنی جگہ ضروری ہیں۔ اسی لئے اسلام نے ہر دو فرائض انجام دینے کے اوقات ایسے تجویز کئے ہیں' جو ایک دوسرے کے ساتھ ٹکراتے نہیں ہیں' بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ معاون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسلام "دین و دُنیا" دونوں میں انسان کی رہنمائی کرتا ہے اور اسلام میں اوقاتِ عبادت کی تقسیم اس طور سے کی گئی ہے کہ یہ اوقات انسان کے فرائض دُنیوی کے لئے ممدو معاون ہو جاتے ہیں۔ اسلامی عبادات کے اوقات دنیوی مشاغل اور زندگی کی بقاء کی

جستجو میں حارج نہیں بنتے، بلکہ ایک کی بجا آوری دوسرے کے انجام دینے میں سہولت پہنچاتی ہے۔

محتاجی سے حفاظت اور قیامت کے دن چہرہ روشن

دو پہر کو چار رکعت نماز پڑھے، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ والشمس، دوسری میں واللیل، تیسری میں والضحیٰ، چوتھی میں الم نشرح، جو شخص اس نماز کو پڑھے گا کبھی محتاج نہ ہوگا اور قیامت کے دن اُس کا چہرہ روشن ہوگا۔

﴿انیس الواعظین، المجلس الثانی، فی الایمان والصلوٰۃ وصوم رمضان﴾

— ◀ ۲ ▶ —

اللہ تعالیٰ کی حکمتوں اور احکام کے اسرار تک کس کی رسائی ہو سکتی ہے۔ ہر کام میں جتنی حکمتیں پنہاں ہیں، وہاں تک ہمارے ذہن نہیں پہنچ سکتے، لیکن احکامِ الٰہی کی بعض حکمتیں آشکارا ہو جاتی ہیں۔

نمازِ صبح اور نمازِ ظہر میں ایک طویل فاصلہ ہے۔ اس کے بعد مسلسل چار نمازوں کے اوقات ہیں۔ یہ عدمِ تناسب ظاہر کے اعتبار سے ہمیں اپنی طرف متوجہ کرتا ہے کہ اس میں کیا حکمت ہے؟ اس میں انسانی زندگی کا ایک حیرت انگیز نمونہ ہے۔ صبح کی نماز اس دُنیا میں انسان کی پیدائش کا نمونہ ہے۔

حدیث میں بھی آیا ہے کہ سو کر بیدار ہونے کے بعد یہ دُعا پڑھنی چاہیے

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ"

﴿بخاری ومسلم شریف﴾

سب تعریفیں اللہ ﷻ کے لئے ہیں جس نے ہمیں مار کر زندگی بخش دی اور ہم کو اُسی کی طرف اُٹھ کر جانا ہے۔

اس کے بعد کا زمانہ بچپن وعنفوانِ شباب کا زمانہ ہے۔ زوال کے بعد ظہر کی نماز

رکھی گئی ہے۔ گویا اس میں انسان کی کہولت (بڑھاپے) کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی آدمی کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تیری عمر ختم ہو رہی ہے۔ اور عصر کی نماز گویا اس کا الارم ہے کہ بڑھاپا آ گیا' قبر کی فکر و۔ غروبِ آفتاب موت کی خبر دے رہا ہے۔ موت کو یاد کرنے کے لئے نمازِ مغرب فرض کی گئی اور عشاء کی نماز غروبِ شفق کے بعد پڑھی جاتی ہے۔ گویا مرنے کے بعد کچھ ذکر و تذکرہ انسان کا باقی رہتا ہے۔ اس میں مشابہت ہے شفق سے۔ پھر دُنیا اس کو بھلا دیتی ہے کہ کون تھا' اس کو یاد دلانے کے لئے عشاء کی نماز فرض کی گئی کہ نام و نشان مٹ جائے گا۔

مٹے ناموں کے نشان کیسے کیسے
زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے

وقت معینہ میں نماز ادا کرنے کا راز

حق سبحانہ وتعالیٰ نے نماز کے لئے وقت کی پابندی اس لئے ضروری قرار دی ہے کہ وقت کے تعین سے مسلمانوں کے دل اس کی طرف متوجہ رہیں۔ ہر شخص کو اپنی اپنی رائے پر چلنے کا موقع باقی نہ رہے۔ اور وہ ایک یا دو وقت کی نماز کو زیادہ نہ خیال کرنے لگیں اور جو شخص اوقات کی پابندی سے آزاد رہنا چاہے اس کی گوشمالی ممکن ہو سکے۔

اوقاتِ نماز کی روحانی حکمتیں

اوقاتِ نماز سے انسان کے اندر وقت کی پابندی اور اس کی قدر و قیمت کا جوہر پیدا ہوتا ہے۔ جو تمام متمدن اور شائستہ قوموں کا پہلا اُصول ہے۔ علاوہ ازیں ذرا صحیفہ فطرت پر غور سے نظر ڈالو تو تمہیں اس میں تغیر اوقات کا عام کرتا ہوا نظر آئے گا آپ مشاہدہ کریں گے کہ دن اور رات اوقاتِ مقررہ کا نمونہ ہیں۔ موسم کی تبدیلی سے بھی سبق ملتا ہے اور کائنات کی ہر چیز ایک نظام میں جکڑی ہوئی نظر آتی ہے۔ جب

یہ فطرتی نظارہ تعین اوقات کو چاہتا ہے تو دین فطرت کیوں نہ اس کی پابندی کرے۔ پھر دیکھو انسان کے لئے تمام کاموں کے لئے ایک انضباط اوقات ہے پس اللہ تعالیٰ کے حضور میں بھی حاضر ہونے کے لئے اس کی ضرورت تھی' چنانچہ ایسا ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو پانچ وقت نماز کے لئے مقرر کئے ہیں یہ پانچ تغیرات ہیں جن سے دُنیا کی کوئی چیز بھی خالی نہیں۔ انسان میں بھی یہ پانچ تغیرات ہوتے ہیں کم فہم اور محدود نظر انسان کی آنکھ دُنیا کی اور چیز کی تغیرات کا تو ذرا مشکل سے مشاہدہ کر سکتی ہے البتہ آفتاب کے تغیرات کو نہایت آسانی اور صفائی سے محسوس کر سکتی ہے۔ ان تغیرات کو دیکھ کر ایک عارفِ صادق کے دل میں ایک ہیبت الٰہی پیدا ہوتی ہے گو نادان انسان جس کی آنکھ پر غفلت و جہالت کے موٹے موٹے پردے پڑے ہوئے ہیں ان کی طرف نظر بھی نہیں کرتا اور ان تغیرات کے مطالعہ سے اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے جلال و جبروت کی طرف منتقل نہیں کرتا لیکن ایک صحیح نظر رکھنے والا سعادت منداور عاقل انسان ان کی طرف نظر کر کے عظمت الٰہی کا مشاہدہ کرتا ہے اور جوں جوں وہ ان پر غور کرتا ہے اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا رعب پیدا ہوتا جاتا ہے۔

فجر کے وقت کی حکمتیں

صبح کے وقت جب تمام فضا میں سکوت طاری ہوتا ہے، کائنات کی ہر چیز بزبانِ حال اپنے خالق و مالک کی حمد و ثناء کے گیت گاتی ہے، پرندے اپنے میٹھے اور سریلے راگ الاپنا شروع کر دیتے ہیں۔ روحِ اِنسانی خود بخود اپنے پیدا کرنے والے کی طرف کھینچتی ہے اور اس میں ایک عجیب کیفیت و سرور پیدا ہو جاتا ہے۔ چونکہ اُس وقت ایک نورانی منظر سے روح پر وجدانی کیفیت طاری ہوتی ہے، اِس لئے خالقِ فطرت نے حکم دیا کہ اِنسان اس وقت ذکرِ الٰہی میں مصروف ہو اور روحانی غذا حاصل کرے۔

— ◀ ۲ ▶ —

مومن کی ہر حالت رب تعالیٰ کے ذِکر سے شروع ہونی چاہئے۔ جن کی ابتداء اچھی ہو اُمید ہے کہ اِنتہا بھی اچھی ہوگی۔ اِسی لئے بچہ کے پیدا ہوتے ہی کان میں اذان کہی جاتی ہے کہ یہ زندگی کی ابتداء ہے۔ سونے کے بعد جب مسلمان اُٹھتا ہے، وہ ایسے ہوتا جیسے اُسے نئی زندگی ملی ہے، اس لئے حکم دیا گیا کہ پہلے نماز ادا کرے۔

— ◀ ۳ ▶ —

صبح کا وقت بڑے آرام و سکون کا ہوتا ہے۔ کفار، اہلِ دُنیا رات کو کافی دیر تک جاگتے رہتے ہیں، صبح کے وقت اُٹھنا گراں گذرتا ہے، اس لئے صبح کی نماز ایسے لوگوں پر نہایت بھاری اور مشکل ہے۔ اس لئے حق تعالیٰ نے نیکوں کو بدوں سے الگ کرنے کے لئے صبح کی نماز فرض کر دی تاکہ نمازی بے نمازیوں، گنہگاروں اور کافروں کو اس

وقت سوتا چھوڑ کر نماز پڑھ کر "ذِکْرُ اللّٰہِ فِی الْغَافِلِیْن" (غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے والا) کا مرتبہ حاصل کریں۔ پھر آج جس طرح نمازی ان لوگوں کو سوتا چھوڑ کر مسجد میں گئے، عبادتِ الٰہی بجالائے۔ قیامت کے دِن ان لوگوں کو روتا ہوا چھوڑ کر جنت میں جائیں گے اور دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوں گے۔ قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ" ﴿پ ۲۳ سورۃ یٰسین آیت نمبر ۵۹﴾

اے مجرموں (کافرو، گنہگارو!) مسلمانوں سے الگ ہو جاؤ۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے آپ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"فَقَالَ اَمَا اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ کَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَتُضَامُّوْنَ فِیْ رُؤْیَتِهٖ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَا تُغْلَبُوْا عَلٰی صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا یَعْنِی الْعَصْرَ وَالْفَجْرَ ثُمَّ قَرَاَ جَرِیْرٌ"

﴿بخاری شریف ☆ مسلم شریف جلد اول: ۴۹۳﴾

عنقریب تم اپنے پروردگار کا اسی طرح دیدار کرو گے، جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو اور تمہیں اسے دیکھنے میں کوئی رکاوٹ نہیں آئے گی، لہٰذا تم پوری کوشش کرو کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے والی اور سورج غروب ہونے سے پہلے والی نماز (یعنی نمازِ فجر اور عصر) کو قضا نہ ہونے دو۔

اے مسلمانوں! قیامت میں تم اپنے رب کی زیارت سے مشرف کیے جاؤ گے۔ لیکن دیدارِ الٰہی کے حاصل کرنے کا مجرب عمل اگر تم سے ہو سکے تو صبح کی نماز ہے اسے کبھی نہ چھوڑنا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جنت میں نہ رات ہوگی نہ دن۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"لَا یَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِیْرًا" ﴿پ ۲۹ سورۃ الدھر آیت نمبر ۱۳﴾

اس میں وہ نہ تیز دھوپ سے دوچار ہوں گے نہ شدید سردی اور ٹھنڈ سے (یعنی وہاں جنت میں نہ سورج نظر آئے گا نہ سردی ہوگی)

ایسا نورانی وقت ہوگا جیسے دنیا میں صبح کا وقت۔ پس صبح کے وقت کو دیدارِ الٰہی سے بہت مشابہت ہے۔ اس لئے اس وقت کی نماز بالخصوصیت دیدارِ الٰہی کی دوا ہے کیونکہ جب دیدار کا مشابہ وقت ہمیں دیدار اور حاضری کے لئے ملا تو ضرور ہے اس کے صلے میں دیدار اور اصلی حاضری بھی ملے گی ان شاء اللہ

"هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ" ﴿پ ۲۷ سورۃ الرحمٰن آیت نمبر ۶۰﴾

نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

یعنی یہاں نماز کے وقت حاضری ہوتی ہے جس کا بدلہ آخرت میں بارگاہِ الٰہی میں حضوری نصیب ہوگی اس لئے صبح کی نماز کا بدلہ دیدارِ الٰہی مقرر ہوا۔

(۴)

رات بھر انسان کے پاس دو فرشتے رہتے ہیں جو کہ عین عصر کی نماز میں آئے تھے اب رات بھر رہ کر عین صبح کی نماز کے وقت جاتے ہیں۔ آسمان پر پہنچنے کے بعد ربّ العزت ان سے سوال کرتا ہے کہ بتاؤ جب تم زمین پر گئے تھے میرے بندے کیا کر رہے تھے اور جب تم آئے ہو تو میرے بندے کس کام میں مشغول تھے؟ ملائکہ عرض کرتے ہیں کہ جب ہم گئے تو انہیں نماز پڑھتے دیکھا اور جب آئے تب بھی وہ نماز میں مشغول تھے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ان ہی نمازیوں کو تم نے مفسد اور خون ریز کہا تھا۔ اے ملائکہ! میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے انہیں بخش دیا۔

پس فرشتوں کے قول (" اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا ") کیا تو ایسے کو نائب بنائے گا جو اس میں خرابیاں پھیلائے گا (پ ۱ سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۳۰) کے لئے صبح کے وقت نماز مقرر کی گئی۔

— ◀ ۵ ▶ —

پہلی اُمتوں کی عمریں زیادہ' عبادت بہت زیادہ' اس اُمت کی عمر کم' عبادت تھوڑی' پھر ثواب میں اس اُمت کو دوسری اُمتوں پر بطفیل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم شرف حاصل ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بطفیل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ان کی استراحت اور خواب کو بھی عبادت میں شامل کرنے کے لئے یوں ارشاد فرمایا۔

''مَنْ صَلَّی الْعِشَاءَ فِیْ جَمَاعَةٍ کَانَ کَقِیَامِ نِصْفِ لَیْلَةٍ وَمَنْ صَلَّی الْفَجْرَ فِیْ جَمَاعَةٍ کَانَ کَقِیَامِ لَیْلَةٍ (مسلم شریف)''

﴿مشکوٰۃ شریف باب فضائل الصلوٰۃ﴾

جس نے عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی اُس نے آدھی رات کا ثواب حاصل کر لیا' اب اگر وہ صبح کی نماز بھی جماعت سے پڑھے گا تو ساری رات کی عبادت کا ثواب حاصل ہوگا۔

اس طرح نمازی مفت میں ساری رات کا عابد بن جاتا ہے' یہ سب مقام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے حاصل ہوا۔

— ◀ ٦ ▶ —

روایت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے دُنیا میں تشریف لائے تو رات کی کالی صورت دیکھ کر ساری رات خوف سے روتے رہے' جب صبح نمودار ہوئی تو آپ کی وحشت دور ہوئی۔ اِس کے شکریہ میں آپ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہی دو رکعتیں فجر کے وقت فرض کر دیں۔ یہ اُمت پہلی گھاٹی کالی قبر کے اندھیرے کا پہلے سے فدیہ دے دیتی ہے۔ شکریہ بعد میں ہوتا ہے' فدیہ پہلے۔ حضرت آدم علیہ السلام رات کی تکلیف اُٹھا چکے تھے۔ تکلیف دور ہونے پر شکریہ کے طور پر نماز ادا کی۔ یہ اُمت فدیہ پہلے دے دیتی ہے اس لئے اُمید ہے کہ قبر کے اندھیرے کی بالکل تکلیف نہ ہوگی۔

(7)

دُنیا کی ساری قوموں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ علی الصبح جاگنا بہت سی برکتوں کا باعث ہے۔ صبح کا سہانا منظر، لطیف و خوش گوار ہوا کے جھونکے، صحت اور تندرستی کے لئے آبِ حیات ہیں۔ یہ وقت انسان کے دِل و دماغ کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ صبح کی نماز ہم کو علی الصبح اُٹھنے کا پیغام دیتی ہے۔ نماز کا وقت ہم کو تاکید کرتا ہے کہ ہم سورج طلوع ہونے سے گھنٹہ دو گھنٹہ قبل صبح صادق کی ہلکی روشنی میں اُٹھ کر نماز پڑھیں اور جب ہم اللہ کی عبادت سے فارغ ہو جائیں تو یہ وقت ہمارے دنیوی کاموں کی انجام دہی میں مددگار ثابت ہو۔ اس وقت جبکہ ہم صبح ہی وضو اور نماز پڑھ کر توانا اور چست ہو جاتے ہیں۔ ہمارے دلوں میں اُمنگ، طبیعت میں جوش، خیالات میں تازگی اور ارادوں میں مضبوطی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسی توانا اور چست حالت میں ہم اپنے دنیوی کاموں کو جس حُسن و خوبی، محبت و دلچسپی اور دلجمعی سے انجام دیں گے وہ ظاہر ہے صبح کی بیداری ہی سے ہمارے اندر اتنی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ ہم نہایت آرام کے ساتھ سات آٹھ گھنٹے متواتر کام کر سکتے ہیں۔ ان لوگوں کو دیکھو جو آٹھ، نو بجے دِن کو اُٹھتے ہیں وہ کاہلوں کے سرتاج، سست اور بیکار ہوتے ہیں۔ وہ دِل جمعی اور محنت کے ساتھ دن میں ایک گھنٹہ بھی کام نہیں کر سکتے۔ پس سوچو، صبح کی نماز کا وقت انسانوں کے لئے کتنا مفید ہے۔ ہر صبح نماز پڑھنے سے دوام و استقلال کا جو سبق ہم کو ملتا ہے وہ ہمارے اندر استمراری طاقتیں پیدا کر دیتا ہے۔ ہم کو یہ سبق کبھی فراموش نہ کرنا چاہئے۔

(8)

روایت ہے کہ جس نے فجر کی نماز وقت پر پڑھی اللہ تعالیٰ اُس کو دوزخ اور نفاق سے برأت عنایت کرے گا۔ ﴿نزہۃ المجالس ۱/۱۸۲﴾

علامہ اقبال نے اس فجر کے وقت کی مناسبت سے لکھا ہے کہ

سحر خیزی کے بغیر کسی کو کچھ ملتا نہیں

عطار ہو' رومی ہو' رازی ہو' غزالی ہو'
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

صبح کی عبادت کے لازوال اثرات

''پس اللہ کی تسبیح بیان کرو' طلوع شمس سے پہلے اور سورج غروب ہونے سے اور رات ہونے پر اور دن کے کناروں پر''۔ ﴿پ' سورہ طٰہٰ: ۱۳۰﴾

انسانی زندگی مظاہراتی دُنیا اور جسمانی اعضاء سے ہے۔ جسمانی اعضاء کو طاقت پہنچانے کے لئے انسان ایسے کام کرتا ہے جس سے مظاہراتی دُنیا کا آرام و آسائش مہیا ہوتا ہے۔ اللہ پاک نے دن کو کسب معاش کے لئے بنایا' تا کہ بندہ مقررہ اوقات میں محنت مزدوری کر کے زندگی آرام و آسائش سے گزارے۔ فجر کی نماز ادا کر کے دراصل اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اللہ پاک نے ہمیں آدھی موت سے دوبارہ زندگی دی ہے۔ ہمیں اس قابل بنایا کہ ہم اپنے جسمانی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے جدوجہد اور کوشش کریں۔ فجر کی نماز ادا کرنے میں جہاں اللہ پاک کے شکر کی ادائیگی ہے وہاں ذہن کو اس طرف متوجہ کرنا بھی ہے کہ اللہ پاک رازق ہے' اس نے ہی ہمارے لئے وسائل پیدا کئے ہیں اور ہمیں اتنی قوت عطا کی ہے کہ اللہ کی زمین پر اپنا رزق تلاش کریں اور باعزت زندگی گزاریں۔ اس کے علاوہ جسمانی اور روحانی طور پر جو فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔

صحت مند شعاعوں سے ہمارے اندر طاقت اور انرجی پیدا ہو جاتی ہے۔ ان شعاعوں کے اندر وہ تمام حیاتین وافر مقدار میں موجود ہوتے ہیں جو زندگی کو برقرار رکھنے میں اہم کردار سرانجام دیتے ہیں۔

نمازی جب گھر کی چاردیواری اور بند کمروں سے نکل کر کھلی اور صاف روشنی میں آتا ہے تو اُس کو سانس لینے کے لئے صاف فضاء میسر آتی ہے۔ فضاء اور ہوا صاف

ہوتو تندرستی قائم رہتی ہے۔ خواتین کے لئے گھر کے آنگن اور مردوں کے لئے مسجدیں تازہ ہوا اور روشنی فراہم کرتی ہیں۔

زندگی کو قائم رکھنے کے لئے بنیادی چیزوں میں صاف ہوا اور روشنی کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اگر آدمی کچھ عرصہ ہوا اور روشنی سے محروم رہے تو اس کی جان کو طرح طرح کے روگ لگ جاتے ہیں اور دق اور سل جیسی خطرناک بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس لئے نمازِ فجر کے لئے اُٹھ کر جانا' کھلی فضاء میں لمبے لمبے سانس لینا بہت زیادہ ضروری ہیں۔

فجر کی نماز قدرت کا فیضان عام ہے کہ انسان اس الٰہی پروگرام پر عمل کر کے بغیر کسی خاص جدوجہد کے تازہ ہوا اور روشنی سے مستفید ہوتا رہتا ہے اور متعدی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔ صبح سویرے پرندوں کے ترانے' چڑیوں کی چوں چوں' چوپاؤں کا خراماں خراماں مستانہ وار زمین پر چلنا اس بات کا اظہار ہے کہ سب خوش ہیں اور اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور شکر کرتے ہیں کہ اللہ پاک نے انہیں رزق تلاش کرنے کے لئے از سرِ نو انرجی اور قوت عطا کی ہے۔

فجر کی نماز ادا کرنے والا بندہ دوسری مخلوق کے ساتھ عبادت اور تسبیح میں مشغول ہوتا ہے تو دُنیا کا پورا ماحول مصفیٰ' مجلیٰ اور پرنور ہو جاتا ہے۔ اور ماحول کی اس پاکیزگی سے انسان کو روحانی اور جسمانی مسرت نصیب ہوتی ہے۔

صبح کی نماز پر جدید تحقیق

صبح کی عبادت وہ کنجی ہے جو اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کے خزانوں کو کھولتی ہے

شام کی عبادت وہ کنجی ہے جو ہمیں اللہ کی پناہ میں لے آتی اور محفوظ کر دیتی ہے۔

نماز کی رکعتوں کی تعداد اور اوقات کے بارے میں اتنی سخت جمیعت بندی کی حکمت یہ ہے کہ دُنیا میں کہیں بھی' کسی ضابطہ کے نفاذ کے مؤثر ہونے کے لئے یہ

ضروری ہے کہ سب سے بڑی مجلس قانون نے اس کی منظوری دی ہو۔ٹھیک اسی طرح پروردگار نے اسلام کی ایک ضروری عبادت کے طور پر نماز کا حکم صادر فرمایا ہے۔

صبح کی عبادت وہ کنجی ہے جو لا متناہی خزانے کھول دیتی ہے۔ سورج کے طلوع ہونے سے قبل ایک عام انسان کو ایک طویل اور پرسکون یا مختصر اور بیکل نیند کے بعد ایک مختصر اور تیز حرکت کی ضرورت ہے' جو فوری طور پر چاق و چوبند کر دے اور اسے متحرک بنا دے' اسی لئے صبح کی نماز صرف دو رکعت سنت اور دو رکعت فرض پر مشتمل ہے۔ اسے پابندی سے ادا کیجئے اور اس کا نتیجہ خود دیکھ لیجئے۔

جو نمازی ہیں وہ ہیں سایہ رحمان کے تلے ☆ بے نمازوں کی ہے جا مرقد شیطان کے تلے
رائگاں تو نہ ہو رہ کے نمازوں سے جدا ☆ ابھی ہو جائے گا تو ریگ بیاباں کے تلے
نرم بستر سے نہ اٹھنے کا مزا آئے گا خوب ☆ جب دیا جائیں گے آتش سوزوں کے تلے
بے نماز آج جو اک جنبش مژگاں بھی رہا ☆ نیشِ عقرب دہی رگ جاں کے تلے
وقت تکلیف میں جو جاتے ہیں مسجد کی طرف ☆ چین میں ہوں گے وہ روضہ رضوان کے تلے
ایک سجدہ بھی وہاں اپنا جو ہو جائے قبول ☆ تو رہیں سایہ رحمت غفران کے تلے

ظہر کے وقت کی حکمتیں

ظہر کے وقت آدمی دورانِ کام کچھ دیر آرام کرتا ہے اور کھانا بھی کھاتا ہے اور دن کے دوسرے حصہ کی ابتداء بھی ہوتی ہے اس لئے ضروری ہوا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی یاد کرے اور یادِ الٰہی کا بہترین ذریعہ نماز ہے لہٰذا ظہر کی نماز ادا کرے۔

(۲)

نمازِ فجر ادا کرنے کے بعد نمازی اپنے دُنیاوی کاروبار میں مصروف ہو جاتا ہے اور تقریباً بارہ ایک بجے تک اس طرح مشغول رہتا ہے کہ اُسے ضرورت ہوتی ہے کہ تھوڑی دیر کے لئے اپنا کام کاج چھوڑ کر آرام کر لے تاکہ آدھے دن کی تھکاوٹ دور ہو جائے۔ اس موقع پر اسلام حکم دیتا ہے کہ اس آرام سے پہلے چند لمحات کے لئے اپنے معبودِ حقیقی کا شکریہ ادا کر لے۔ مزید یہ کہ چونکہ وہ صبح سے دُنیاوی کاروبار میں مشغول ہے اس لئے اپنی روحانی غذا و ضرورت سے بھی غافل نہ رہے لہٰذا حکم ہوا ظہر کی نماز ادا کرے۔

(۳)

روایت ہے کہ ظہر کے وقت جہنم بھڑکائی جاتی ہے پس جس نے اس وقت نماز پڑھی وہ اپنے گناہوں سے ایسا نکل آیا گویا آج اپنی ماں سے پیدا ہوا۔

﴿نزہت المجالس، ۲۱۸﴾

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب گرمی تیز ہو نماز ٹھنڈی کرو اور بخاری کی ایک روایت میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے

ہے کہ ظہر ٹھنڈی کرو کیونکہ گرمی کی تیزی دوزخ کی بھڑک سے ہے۔ آگ نے اپنے رب سے شکایت کی تھی' کہا تھا: اے رب میرے بعض نے بعض کو کھا ڈالا' رب نے اسے دو سانسوں کی اجازت دی' ایک سانس سردی میں اور ایک سانس گرمی میں' یہ وہی تیز گرمی اور ٹھنڈک ہے جسے تم محسوس کرتے ہو (مسلم و بخاری) اور بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے کہ جو تیز گرمی تم پاتے ہو یہ دوزخ کی گرم سانس سے ہے اور جو تیز ٹھنڈک تم پاتے ہو یہ اس کی ٹھنڈی سانس سے ہے۔

﴿مشکوٰۃ شریف' کتاب الصلوٰۃ' باب تعجیل الصلوٰۃ' الفصل الاول﴾

— ◄ ④ ► —

روایت ہے کہ ہر روز دوپہر کے وقت دوزخ کی آگ بھڑکائی جاتی ہے۔ اس جوش و خروش میں دوزخ سے آواز نکلتی ہے۔

"قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ"

﴿پ ۱۸ سورۃ المومنون آیت نمبر ۱، ۲﴾

مسلمان نمازی لوگوں نے نجات پائی' اس لئے کہ وہ اپنی نمازوں کو خشوع و خضوع سے ادا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حکم سے دوزخ خود اپنے منہ سے اقرار کرتی ہے کہ نمازی میرے اندر نہ آئے گا' وہ بالکل مجھ سے دور رہے گا۔ اب ضروری ہوا کہ اس وقت میں خداوند کریم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو نماز کا حکم فرمائے اور نماز پڑھوا کر دوزخ سے بچائے' اس لئے ظہر کے وقت نماز فرض ہوئی۔

حضرت حسان بن عطیہ کا بیان ہے کہ جب حضرت عنبسہ بن ابی سفیان کی موت کا وقت قریب آیا تو ان کی بے قراری میں شدت آگئی' ان سے پوچھا گیا کہ یہ (اتنی) بے قراری کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنی بہن ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس شخص نے چار رکعت نمازِ ظہر سے پہلے اور چار رکعت ظہر کے بعد پڑھیں تو اللہ تعالیٰ اُس کا گوشت دوزخ کی آگ پر حرام کر دے گا' پس جب سے میں نے ان (کی فضیلت) کے بارے میں سنا ہے' اس وقت سے میں نے ان کو کبھی نہیں چھوڑا۔

﴿الفتح الربانی ترجمہ مسند امام احمد (جلد اول) کتاب الصلوٰۃ' حدیث نمبر ۱۸۰۶﴾

امام طمسانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں نمازِ ظہر کے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

مَنْ صَلّٰى اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَ اَرْبَعًا بَعْدَ الظُّهْرِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ

﴿انیس الواعظین' المجلس الثانی' فی الایمان والصلوٰۃ وصوم رمضان﴾

جو شخص فرض سے پہلے چار رکعت اور بعد چار رکعت پڑھے گا اللہ تعالیٰ اُس پر دوزخ کو حرام کر دیتا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے:

فَمَنْ صَلَّهَا حَرَّمَ اللّٰهُ جَسَدَهٗ عَلَى النَّارِ ﴿(روحِ نماز)﴾

جو شخص ظہر کی نماز پڑھے گا' اللہ تعالیٰ اُس کے جسم کو آگ پر حرام کرے گا' (یعنی وہ دوزخ میں نہ جائے گا)۔

⑤

دُنیا میں سورج بہت روشن کرہ ہے' غیر پرست لوگ اسے پوجتے ہیں۔ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اس کی پوجا شروع ہو جاتی ہے اور سورج بھی دوپہر تک روشن ہوتا چڑھتا چلا آتا ہے' مگر دوپہر کے وقت ڈھلنے لگتا ہے اور وہ غرہ (چمکنا) باطل ہو جاتا ہے۔ اس کا ڈھلنا اس کے باطل ہونے کی نشانی ہے۔ جب سورج ڈھل گیا تو خدائے برحق نے حکم دیا کہ لوگو! صبح سے دوپہر تک باطل خدا یعنی سورج کو غیر پرستوں نے پوجا۔ اے ہمارے پوجنے والو! تم کہاں سوتے ہو؟ ہمیشہ ہمیشہ تک ایک ہی حال پر قائم و دائم رہنے والے خدا کی عبادت کرو یعنی ظہر کی نماز پڑھو۔ کفار پر سورج پرستی کی

وجہ سے عذاب نازل ہوگا اور اے مسلمانوں! تم پر نماز کی ادائیگی کی وجہ سے رحمت نازل ہوگی۔

۶

حضرت ابراہیم علیہ السلام جس قوم میں تشریف لائے اُس میں کچھ لوگ بت پرست تھے' کچھ ستارہ پرست' کچھ چاند پرست اور کچھ سورج پرست' بلکہ نمرود کی پرستش بھی ہوتی تھی۔ آپ علیہ السلام نے بتوں کے معبود ہونے کو دلائل سے باطل کیا۔ جب قوم نے دلائل سے کوئی فائدہ نہ حاصل کیا تو آپ علیہ السلام نے بتوں کو توڑ کر اپنے دل کو تسلی دی۔ ستارہ پرست آپ علیہ السلام کو ستاروں کو پوجنے کی دعوت دینے لگے۔ آپ علیہ السلام نے اُن کا بھی رد فرمایا کہ ستارے معبود بننے کے قابل نہیں۔ چاند پرستوں نے بھی آپ علیہ السلام کو چاند کی پوجا کرنے کی دعوت دی۔ آپ علیہ السلام نے ان کا بھی رد کردیا کہ تم تو گمراہ ہو' حق تو یہ ہے کہ تم خود سیدھی راہ پر آجاؤ تم مجھے راہِ راست سے بھٹکانا چاہتے ہو یہ ناممکن ہے۔ سورج پرستوں نے بھی آپ علیہ السلام کو سورج کی پوجا کرنے کی دعوت دی۔ آپ علیہ السلام نے اُن کا بھی رد کردیا کہ میں شرک پر قائم رہنے کی جب کسی اور کو اجازت نہیں دیتا تو مجھ سے شرک کی اُمید رکھنا تمہاری بہت بڑی حماقت ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ سے شرک ٹھہرانا چھوڑ دو' میں تو پہلے ہی بیزار ہوں مجھ سے تمہاری یہ توقع کہ ''میں تمہارے ساتھ معبودانِ باطلہ کو ماننے میں شریک ہو جاؤں گا'' بے سود ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: میری توجہ کا مرکز تو صرف زمین و آسمان کا خالق ہے' میں نہ تو کسی کو اُس کا شریک ٹھہراؤں گا اور نہ ہی کسی اور کی پوجا کروں گا بلکہ مَیں تو صرف اور صرف اپنے خالق و مالک اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں گا' لہٰذا اُسی وقت آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی جبین کو جھکا دیا' سجدہ ریز ہو گئے اور فرمایا:

لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِىْ رَبِّىْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ

اگر میرا پروردگار میری رہبری نہیں فرمائے گا تو میں تو گمراہ لوگوں میں سے ہو جاؤں گا (یعنی غیر پرست بن جاؤں گا)۔

روایت میں آتا ہے جب آپ نے غیروں سے منہ موڑ کر اپنے مالک حقیقی کی بارگاہ میں سجدہ کیا یہ وقت ظہر کا تھا' اللہ تعالیٰ کو آپ کی یہ ادا بہت پسند آئی۔

یہی پسندیدہ ادا اللہ تعالیٰ نے اپنی پسندیدہ مخلوق یعنی اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطاء فرمائی کر ظہر کی نماز فرض کر دی' تا کہ ظہر کی نماز پڑھنے والوں کا حشر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے ساتھ ہو' جیسا کہ ''اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرَاهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ'' (ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ قیامت میں وہ لوگ ہوں گے جو اُن کی پیروی کریں گے)۔

۷

حضرت ابراہیم علیہ السلام حکم الٰہی سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لئے مکہ معظمہ سے منیٰ تک لے گئے۔ قریب دوپہر کے آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو باندھ کر ذبح کرنے کیلئے لٹایا۔ اُس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چار فکر تھے۔ ایک بڑا فکر حکم الٰہی کا پورے طور سے ادا کرنا کہ بڑا مشکل کام تھا' جو محض اسی کے فضل سے ادا ہوا۔ دوسرا فکر حضرت اسماعیل علیہ السلام کا کہ کیا تھوڑی عمر میں ذبح ہونا منظور کر لیا۔ تیسرا فکر یہ تھا کہ والدہ اسماعیل علیہ السلام کو کیا جواب دوں گا؟ چوتھا فکر یہ تھا کہ اب ہاجرہ تنہا جنگل میں رہ کر کس طرح عمر بسر کرے گی؟ مگر جب حق تعالیٰ نے یہ سارے غم غلط کر دیئے' حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بچا لیا۔ قربانی کے لئے دُنبہ بھیج دیا۔ اس عرصہ میں سورج ڈھل گیا' ظہر کا وقت ہو گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان چاروں غموں کے رفع ہونے کے شکریہ میں چار رکعتیں ادا کیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آپ کی اُس وقت کی عبادت پسند فرمائی۔ بجنسہٖ اسی وقت اسی طرح کی چار رکعتیں اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض فرمائیں' تا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے نمازیوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام

سے نسبت پیدا ہو اور آپ کی اطاعت و پیروی کریں تا کہ اُمتِ محمدیہ ﷺ کا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے ساتھ حشر ہو جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن کچھ یہودی لوگوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ یا حضرت! آپ ﷺ کی اُمت پر پانچ نمازیں فرض ہوئیں اور ان نمازوں کے یہ خاص وقت مقرر کئے، اس میں کیا حکمت ہے؟ یا حضرت (ﷺ)! یہ بات سوائے پیغمبر کے دوسرا کوئی نہیں بتا سکتا۔ رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے یہود! ظہر کی نماز میں یہ حکمت ہے کہ ظہر کے وقت کے تعین کا سبب ہے کہ اس وقت ملائکہ آسمان پر تسبیح الٰہی کرتے ہیں اور اس وقت آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ بندوں کی دُعائیں قبول ہوتی ہیں۔ حق تعالیٰ نے اس وقت اپنے بندوں پر ظہر کی نماز فرض فرما دی تا کہ ان نمازیوں کو ملائکہ کا ساتھ میسر ہو جائے اور جو دُعائیں وہ کریں، قبول ہوں اور ان کے عمل فوراً آسمان پر چڑھ جائیں۔ اے یہود! یہ حکمت ظہر کی نماز میں ہے۔ ﴿مجالس سنیہ﴾

(۸)

ظہر کی نماز کے وقت ہر ایک طرف غائر نظر ڈالئے۔ ظہر کا وقت وہ وقت کہلاتا ہے جب سورج ڈھل چکا ہو، اس وقت انسان صبح کے کاموں کو انجام دے کر آرام کرتا ہے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد سو جاتا ہے۔ اور سو کر اُٹھنے کے بعد اس پر سستی اور کاہلی کا اثر غالب ہو جاتا ہے۔ ایسے وقت میں ظہر کی نماز اس غفلت اور سستی کو دور کرتی ہے۔ قوائے حسی کو آمادہ بکار بناتی ہے، اس وقت کا وضو ساری تھکان کو دور کرتا ہے، اس وقت کی نماز رُوح کو نئی زندگی پیدا کر دیتی ہے اور نمازی ہوشیار اور محنتی بن کر پھر کام کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ صبح کی طرح اس کی رگوں میں پھر خون دوڑنے لگتا ہے۔ ظہر کی نماز کا وقت ایسی ہی اور بہت سی حکمتوں، مصلحتوں پر مبنی ہے۔

عصر کے وقت کی حکمتیں

طلوعِ صبح کے وقت نمازِ فجر کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی یاد سے فارغ ہو کر نمازی اپنے دُنیاوی کاروبار میں مصروف ہو جاتا ہے۔ تقریباً بارہ ایک بجے تک کاروبار میں مشغول رہنے کے بعد پھر اللہ کی یاد نمازِ ظہر کی صورت میں کرتا ہے' تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد پھر کاروبار میں مصروف ہو جاتا ہے' عصر کا وقت دُنیاوی کاروبار کے اختتام کا وقت ہے' اسے پھر نمازِ عصر کی صورت میں روحانی غذا دی جاتی ہے' تاکہ مسلمان کے دن بھر کے مشاغل کی ابتداء اور انتہاء ذکرِ الٰہی پر ہو اور اس میں سرمایہ داری اور مادہ پرستی کے جراثیم پیدا نہ ہونے پائیں۔

۲

روایت ہے کہ عصر کے وقت حضرت آدم علیہ السلام نے دانہ کھایا' جس کے سبب آپ سے جنتی نعمتیں چھن گئیں' عتابِ الٰہی میں مبتلا ہو کر جنت سے نکالے گئے' دُنیا کے قید خانے میں قید کیے گئے اور یہ جو کچھ ہوا عصر کے وقت ہوا۔ یہ اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت پیاری اُمت ہے' اس اُمت پر عصر کے وقت نماز فرض کی گئی' اس وقت انہیں نماز میں مشغول کر کے ہر طرح کے کھانے پینے سے منع کر دیا گیا گویا کہ روزہ رکھوا دیا گیا' اس وقت حضرت آدم علیہ السلام حوا سے کلام کر کے دھوکے میں آئے۔ اس اُمت پر اس وقت بیوی ہی نہیں بلکہ سارے جہان سے کلام کرنا بند کرا کے نماز میں مشغول کر دیا' حضرت آدم علیہ السلام نافرمانی کر کے' دانہ کھا کر' بیوی کی باتوں میں آ کر کیسی حیرانی کو پہنچے' جنت سے نکالے گئے' دُنیا میں ڈالے گئے' اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت فرمانبرداری کا حکم دیا گیا یعنی نماز پڑھنے کا' لہٰذا اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نماز پڑھ کر

'دانہ پانی چھوڑ کر' غیروں سے باتیں ترک کر کے' روزہ رکھ کر' مقبول بارگاہ ہو کر دُنیا سے نکل کر' جنت حاصل کر سکے۔

— ◀ ۳ ▶ —

عصر کے وقت حضرت آدم علیہ السلام نے درخت میں سے گندم کا دانہ کھایا تھا' پس جس نے اس وقت نماز پڑھی' اللہ تعالیٰ اُس کا بدن دوزخ پر حرام کر دے گا۔

﴿نزہۃ المجالس:۲۱۸﴾

— ◀ ۴ ▶ —

عصر کے وقت ملازمین کاروبار سے فارغ ہو کر سیر و تفریح کو نکل جاتے ہیں اور تجارت کے فروغ کا بھی وقت ہوتا ہے۔ بہتر یہی تھا اللہ تعالیٰ کے ذکر سے کاروبار کا اختتام ہوتا' اس لئے نمازِ عصر کو فرض کر دیا۔

— ◀ ۵ ▶ —

حق تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر ان کے افعال کی نگہبانی کرنے والے' باتوں کو لکھنے والے' فرشتے ''کراماً کاتبین'' مقرر کئے' پھر رات کے فرشتے اور ہیں' دن کے فرشتے اور۔ دن کے فرشتے عصر کے وقت جاتے ہیں اور رات کے فرشتے آتے ہیں۔ دن رات کے سارے فرشتے عصر کی نماز میں جمع ہو جاتے ہیں' پھر جب دن کے فرشتے حضور ربُّ العزت میں عصر کے بعد حاضر ہوتے ہیں تو اللہ ربُّ العزت اُن سے سوال کرتا ہے کہ تم نے میرے بندے کو کس حال میں چھوڑا' وہ عرض کرتے ہیں الٰہی عصر کی نماز پڑھتے تھے۔ ارشاد فرمایا کہ تم انہیں خون ریز اور مفسد کہتے تھے' پھر اب تم ہی کہتے ہو کہ وہ نماز پڑھتے تھے۔ فرشتوں نے اِنسان کو خون ریز اور مفسد کہا تھا (لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ (پ ۱' البقرہ:۳۱)۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو قائل معقول کرنے کے لئے یہ عصر کی نماز مقرر فرمائی۔ پھر اسی وقت پر ان کا تبادلہ آنا جانا مقرر کیا۔ ملائکہ نے دو کلموں سے آدم کو جہان بھر کے گناہوں کا الزام لگایا تھا۔ مفسد اور خون ریز'

دونوں کلمے سارے جہان کے الزام قائم کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے عصر کی نماز عطا فرما کر سارے جہاں کے گناہوں سے بندوں کو پاک صاف کر دیا اور جس طرح ملائکہ نے آسمان پر آدم کو مفسد اور خون ریز کہا تھا۔ عصر کی نماز پڑھوا کر سارے آسمان کے ملائکہ سے عصر کی نماز پڑھنے والوں کو عابد، زاہد، نمازی کہلوا دیا۔ ان معترض فرشتوں سے ہی حضرت آدم علیہ السلام کی مغفرت کے لئے دُعا کرا دی۔

حضرت کعب بن احبار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: اے موسیٰ (علیہ السلام)! جب چار رکعتیں عصر کے وقت نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ادا کرے گی، چودہ طبق کے ملائکہ اُن کے لئے دُعائے مغفرت کریں گے۔ کوئی ایک فرشتہ بھی دُعا کرنے سے باقی نہ رہے گا اور جس کے لئے ملائکہ دُعا کریں گے، ہم اُسے عذاب نہ کریں گے۔ ﴿نماز و دُعا:۴۸﴾

جس نوری جماعت نے بنی آدم علیہ السلام کو گنہگار کہا اور اُن پر طعن کیا تھا۔ گنہگاروں کے لئے اُسی جماعت سے دُعائے مغفرت کرائی۔ پھر ان گنہگار بندوں کو اپنے فضل سے فرشتوں کی دُعا کا بہانہ بنا کر بخش دیا، کیا شانِ کریمی کا ظہور ہے۔

(۶)

حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیوخ کرام نے بالاسناد بیان فرمایا ہے کہ معن بن عیسیٰ نے کعب احبار رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

آپ نے توریت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کس طرح پائی ہے؟

انہوں نے بتایا کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پڑھا ہے:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ مکہ میں پیدا ہوں گے اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کریں گے، ان کی سلطنت شام تک ہوگی، وہ نہ تو فحش گو ہوں گے اور نہ بازاروں میں شور و غل کرنے والے ہوں گے۔ وہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیں گے بلکہ درگزر اور معافی سے کام لیں گے۔ ان کی اُمت اللہ تبارک و تعالیٰ کی بے حد حمد و ثناء کرے گی، ہر خوشی کے

موقع پر اللہ کی تعریف کرے گی اور بلند مقام پر تکبیر کہے گی' وہ وضو میں اپنے اعضاء کو دھوئیں گے۔ اپنے کمر پر تہہ بند باندھیں گے' وہ نمازوں میں اس طرح صفیں باندھیں گے جس طرح میدانِ جنگ میں (سپاہی) صفیں باندھتے ہیں۔ مسجدوں میں ان کی ہلکی اور باریک آوازیں اس طرح گونجیں گی جس طرح شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ گونجتی ہے اور فضائے آسمانی میں ان کے پکارنے والے (مؤذنوں) کی آواز گونجے گی۔ ﴿عوارف المعارف مترجم: ۴۲۵﴾

آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰی اَرْبَعًا قَبْلَ الْعَصْرِ کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ بَرَاۗءَۃً مِّنَ النَّارِ

جو شخص نمازِ عصر کے فرضوں سے پہلے چار رکعت نماز پڑھے گا اُس کے لئے اللہ تعالیٰ آگ سے برأت لکھ دے گا۔

ایک اور روایت میں حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَی جَسَدِ النَّارَ (اللہ تعالیٰ اس کے جسم پر آگ کو حرام کر دیتا ہے)۔ ﴿انیس الواعظین﴾

— ◀ ۷ ▶ —

اللہ تعالیٰ نے قبر کا سوال ہر ایک مسلمان' منافق اور کافر کے لئے مقرر کیا ہے اور وہ بڑا سخت وقت ہے بڑی بھاری مشکل نہایت عاجزی اور بے کسی کا موقعہ ہے۔ جب خداوند کریم کو یہ مشکل اپنے بندوں پر آسان فرمانی منظور ہوئی تو یہ عصر کی نماز ان پر فرض فرمائی اور قبر میں خواہ رات ہو یا دن' صبح ہو یا شام' جب سوال و جواب کے لئے مردہ کو زندہ کیا جاتا ہے تو اُسے بھی نظر آتا ہے کہ گویا عصر کا وقت ہے اور سورج غروب ہو رہا ہے اور افسوس یہ کہ میں نے عصر کی نماز نہیں پڑھی۔ اب نکیرین نہایت غصہ ہو کر پوچھتے ہیں کہ بتاؤ تمہارا رب کون ہے؟ یہاں بندہ' نماز کا عاشق' نماز کے غم میں ایسا مشغول ہے کہ نکیرین کی اصلاً پرواہ نہیں کرتا۔ نماز کے ترک ہونے سے' خدا کے غصہ سے ڈر رہا ہے اور مسلسل پکارتا جا رہا ہے "دَعُوْنِیْ اُصَلِّیْ" (کہ میں نے ابھی عصر کی

نماز پڑھنی ہے) کیونکہ اُسے سورج غروب ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈر رہا ہے۔ ﴿نماز و دُعاء: ۴۸﴾

جو خدا سے ڈرا اُسے غیر کا ڈر ہی کیا؟

پس اللہ تعالیٰ نے اس حکمت کے تحت عصر کی نماز فرض فرمائی ہے کہ بندۂ مومن اس وقت نماز کا عادی رہے اور قبر کے سوال کے وقت نماز کو یاد کرے اور اس کا دل اِدھر متوجہ ہو جائے۔ اور اس شغل کے سبب منکر نکیر کی آواز نغمہ سے بھی زیادہ نرم معلوم ہو اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بہت مرتبہ دُنیا میں بھی ایسا ہو چکا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی نہایت مرغوب شئے کے شغل میں مشغول ہوتا ہے تو اسے کسی زبردست دھماکے کی بھی خبر نہیں ہوتی۔ اسی طرح اگر قبر میں بھی ہو تو کیا تعجب ہے؟

— ◄ ۸ ► —

حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چار اندھیروں میں قید کیا۔ اوّل' دریا کا اندھیرا...... دوم' مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا...... سوم' اِن مچھلی کو ایک اور مچھلی نے نگل لیا تھا' اُس کے پیٹ کا اندھیرا...... چہارم' رات کا اندھیرا۔ حضرت یونس علیہ السلام ان اندھیروں کو دیکھ کر پریشان ہو گئے' پھر مچھلی کے پیٹ میں ہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ کیا اور سجدے کی حالت میں ہی عرض کیا:

"لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ○"

﴿پ ۱۷' سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۸۷﴾

تیرے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے' تیری ذات پاک ہے' بیشک میں ہی (اپنی جان پر) زیادتی کرنے والوں میں سے تھا۔

اُسی وقت بارگاہِ الٰہی سے مچھلی کو حکم ہوا' بہت جلدی یونس (علیہ السلام) کو زمین پر اُگل دے۔ حکم الٰہی سنتے ہی مچھلی نے آپ کو دریا کے کنارے پر اُگل دیا۔ وہ وقت عصر کا تھا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے ان چار اندھیروں سے نجات پانے کے شکریہ میں چار

رکعتیں ادا کیں۔ ﴿آنکھوں کی ٹھنڈک:۲۳۲﴾

اللہ تعالیٰ کو یہ نماز پسند آئی۔ وہ چاروں رکعتیں وقتِ عصر میں اپنے حبیب، محمد رسول اللہ ﷺ کی اُمت پر فرض کردیں۔ عصر کی نماز پڑھنے والے بُری موت، بُرے خاتمہ، قبر کے اندھیرے، پل صراط کے اندھیرے سے، قیامت کے اندھیرے سے ان شاءاللہ نجات پاجائیں گے۔

— ◀ ۹ ▶ —

عصر کا وقت اہل دُنیا کی بے حد مشغولیت کا ہے۔ ہر شخص دُنیاوی معاملات، دوکان، بازار، سیر وغیرہ کاموں میں مشغول ہوتا ہے۔ مشغولیت کی وجہ سے مسلمان اور غیر مسلم ایک ہی حالت میں ہوجاتے ہیں۔ یعنی کافروں کے ساتھ ساتھ مسلمان بھی غافل ہوکر دُنیا کے کاروبار میں مشغول ہوتے ہیں، مگر توفیق الٰہی نے مسلمان کا ہاتھ پکڑا اور کفار سے مسلمانوں کو الگ کرنے کی غرض سے نمازِ عصر کا حکم دیا اور پھر اس نماز کی حفاظت کا نہایت تاکیدی حکم فرمایا:

''حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ''

﴿پ۲، سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۳۸﴾

اے ایمان والو! تم ساری نمازیں پورے اہتمام اور نگرانی سے ادا کیا کرو اور درمیانی نماز (یعنی نمازِ عصر) کا بھی (خاص اہتمام کیا کرو)، اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے روبرو سر بہ تسلیم اور عاجز ہوکر کھڑے ہوجایا کرو۔

کیونکہ جس طرح تم دُنیا میں عصر کی نماز کے لئے کافروں سے الگ ہوکر مسجدوں میں آگئے، اسی طرح جب کافر اور مسلمان حشر میں ایک جگہ جمع ہوں گے، یکا یک حکم ہوگا۔

''وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ'' ﴿پ۲۳، سورۃ یٰسین آیت نمبر ۵۹﴾

اے مجرموں (کافرو، گنہگارو!) مسلمانوں سے الگ ہوجاؤ۔

جس طرح مسلمان دُنیا میں نمازِ عصر کو ادا کرنے کے لئے تم سے الگ ہوئے اسی طرح آج تم ان سے الگ ہو جاؤ۔ مسلمان دُنیا میں دُنیاوی کاروبار کو چھوڑ کر مسجدوں میں چلے گئے کفار بدستور دُنیاوی معاملات میں مشغول ہنستے بولتے خوش ہوتے رہے۔ آج میدانِ حشر میں مسلمان کفار کو روتا ہوا چھوڑ کر جنت میں جائیں گے۔ عصر کی نماز میں عجیب حکمت اور مخفی راز ہے۔ مسلمانو! غور کرو اور اس کی بڑی زبردست حفاظت کرو۔

— ◀ ۱۰ ▶ —

عصر کی نماز کا وقت انسان کو چالاک اور چست ہونے کی تعلیم دیتا ہے۔ انسان جب دن بھر کے کاموں سے تھک جاتا ہے اور متواتر سات آٹھ گھنٹوں کے کام کی وجہ سے وہ مضمحل دکھائی دیتا ہے۔ اس وقت اس کا سونا یا آرام حاصل کرنے کی خاطر لیٹنا اُصولِ صحت کے سخت خلاف ہے۔ اسلام نے انسان کے لئے اس وقت وضو کرنے اور نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ پانی اور نماز اس کی چستی اور روحانیت کی ضامن ہے۔ انتہائی سستی اور تھکان کی حالت میں وضو کر لینا انسان میں انقلاب پیدا کر دیتا ہے۔ پھر نماز پڑھنا تو اس حالت کو بالکل بدل دیتا ہے۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

سرما میں ظہر اور عصر کی نماز جلدی پڑھ لیا کرو اور گرمیوں میں ٹھہر کر پڑھا کرو۔

﴿مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب المواقیت اور باب تعجیل الصلوٰۃ﴾

مفہوم:- وجہ یہی ہے کہ جاڑوں میں دن مختصر ہوتا ہے اس وقت تمام کاموں کو جلدی انجام دینا چاہیے۔ گرمیوں میں دن طویل ہوتا ہے۔ آدمی کو آرام کرنے کا وقت زیادہ ملتا ہے اور وہ کام زیادہ کرتا ہے اس لئے نماز تاخیر کے ساتھ پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔

مغرب کے وقت کی حکمتیں

دن بھر کی ساری نعمتیں شام کو ختم ہوئیں ۔ چاہئے تو یہ تھا کہ دن بھر کی تمام نعمتوں کا الگ الگ شکریہ ادا کیا جاتا' لیکن یہ کام نہایت مشکل تھا۔ جب دن مسلسل نعمتوں کا مینہ برسا کر شام کو رخصت ہوا' اور لحاظ ہر ایک شئے کا خاتمہ پر ہوتا ہے۔ اگر دن کے اختتام پر نماز پڑھ لی جائے تو بھی دن بھر کی ساری نعمتوں کا شکریہ ادا ہو جائے گا۔ اس لئے دن کے خاتمہ کے وقت مغرب کی نماز فرض ہوئی۔ عصر کے بعد مغرب کے وقت میں بھی روحانی غذا دی جاتی ہے' تاکہ مادی غذا کی اصلاح و شکریہ ہو۔

— ◀ ۲ ▶ —

مغرب کے وقت حضرت آدم علیہ السلام کا سجدہ اور آپ کی دُعا قبول ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس وقت بطورِ شکریہ نماز پڑھی۔ ﴿نزہۃ المجالس: ۳۳۰﴾

اللہ تعالیٰ نے یہ وقت یعنی مغرب کا وقت بھی اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نماز کا مقرر فرما دیا۔ لہٰذا جو شخص مغرب کی نماز پڑھے گا' سارے دن کے گناہوں سے پاک ہو جائے گا اور جو دُعا کرے گا' وہ قبول ہو گی۔

— ◀ ۳ ▶ —

مغرب کے وقت اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی دُعا قبول کی تھی۔ پس جو کوئی اس وقت نماز پڑھے وہ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگے گا اُسے عطا ہو گا۔

﴿نزہۃ المجالس: ۲۱۸﴾

—◀ (۴) ▶—

سورج غروب ہوا' روشن دن ختم ہوا' کالی رات آئی' جو مخزن ہے موذیات اور بلاؤں کا...... ایک اندھیرا' ہزاروں آفتیں۔ ادھر رات ہوئی' دونوں آنکھیں وقتی طور پر بیکار ہوئیں۔ بظاہر حفاظت کے سارے ذریعے گم ہوئے۔ مردہ بدست زندہ صرف حافظِ حقیقی کے بھروسہ پر رہ گیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ موسیٰ (علیہ السلام) ساری دُنیا زہرِ ہلاہل اور سمِ قاتل ہے۔ ایک فقط ہمارے نام میں شفاء ہے۔

اس لئے لازم ہوا کہ شام ہوتے ہی نماز پڑھی جائے تا کہ اللہ کے نام کی برکت سے ساری رات موذیات سے محفوظ ہو جائیں' کیونکہ نماز میں سجدہ ہے۔ سجدہ میں بندہ اپنے اللہ سے نہایت قریب ہوتا ہے۔ دوست کا قرب حاصل کر کے دشمن کے خوف سے مامون ہو گئے۔

دشمن چہ کند چو مہربان باشد

دوست نے مغرب کی نماز پڑھ کر دوست کو اپنا کر لیا۔ پھر دشمن کی ہر ایک طرح کی اذیت سے امن ہوا۔

—◀ (۵) ▶—

بعض جاہلوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر آپ علیہ السلام کو خدا اور خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا اور آپ کہ والدہ کو خدا کی بی بی کہنا شروع کر دیا۔ جب یہ قول حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سنا تو جنابِ باری میں عذر کیا کہ الٰہی تو جانتا ہے کہ میں نے اپنی قوم سے یہ کہا ہے' میں اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں اور میری قوم مجھے خدا اور خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ میرا اس میں کیا قصور ہے؟ میں سخت بیزار ہوں۔ حکم ہوا کہ اے عیسیٰ! (علیہ السلام) تم اس معاملے میں بالکل بری اور پاک ہو۔ تمہارے ذمہ کچھ وبال نہیں۔ یہ حکم سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مغرب کے وقت دو رکعتیں شکریہ میں

پڑھیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو دونوں الزاموں سے بری کیا تھا۔ خدا اور خدا کا بیٹا دو الزام تھے۔ جب یہ دونوں الزاموں سے آپ کی بیزاری منظور ہوئی تو آپ نے دو رکعتیں اس کے شکریہ میں پڑھیں۔ ایک رکعت حضرت مریم علیہا السلام نے پڑھی کیونکہ حضرت مریم علیہا السلام پر خدا کی بیوی ہونے کا الزام تھا۔ جب خدا نے مریم علیہا السلام کی بریت منظور کرلی تو آپ علیہا السلام نے ایک رکعت پڑھی۔ اللہ نے یہ تینوں رکعتیں جو دراصل بریت نامہ تھا' اپنی پیاری مخلوق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو عنایت کیں۔ اس کے پڑھنے والوں کی ہر ایک گناہ سے توبہ اور مغفرت قبول ہوگی۔

۶

حضرت یعقوب علیہ السلام چالیس یا ایک اور روایت کے مطابق اسّی سال تک حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں غمگین رہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ قاصد لایا۔ آپ کے چہرۂ اقدس پر ڈالا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اُس کی برکت سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی روشن فرمادی اور آپ کا سارا غم دور ہوگیا بلکہ تمام رنج وغم راحت میں تبدیل ہوگئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس کے شکریہ میں نماز کی تین رکعتیں پڑھیں۔ ایک رکعت بصارت کے واپس آنے کے شکریہ میں' دوسری رکعت حضرت یوسف علیہ السلام کے زندہ ہونے کے شکریہ میں۔ تیسری رکعت حضرت یوسف علیہ السلام کے دین اسلام پر قائم رہنے کے شکریہ میں۔

﴿آنکھوں کی ٹھنڈک:۲۴۳﴾

وہ نماز اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام پر فرض فرمائی اور اُمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی فرض فرمائی۔

حضرت کعب بن احبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کوئی مسلمان مغرب کی نماز پڑھتا ہے تو اُس کے لئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جو دُعا کرتا ہے' وہ قبول ہوتی ہے' جو حاجت طلب کرتا ہے' وہ ملتی ہے۔ ﴿نماز و دُعا:۵۳﴾

پس جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کی مراد مغرب کے وقت پوری ہوئی، اسی طرح جو مغرب کی نماز پڑھے گا اُس کی مرادیں بھی اللہ تعالیٰ پوری فرمائے گا۔

— ◀ ⑦ ▶ —

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی شام کو تین رکعت کا حکم ہوا تھا اور ہمیں بھی تین رکعت کا حکم ہے، تا کہ قیامت کا حساب آسان ہو، آگ سے نجات ہو اور بڑی گھبراہٹ سے پناہ ملے۔ ﴿حسن نماز: ۴۴۶﴾

— ◀ ⑧ ▶ —

مغرب کا وقت، وہ وقت ہوتا ہے جب انسان دُنیوی کاموں سے فارغ ہو کر گھر واپس آتا ہے اور اس وقت اپنے کاروبار کو بند کرتا ہے، محنت سے فراغت پاتا ہے۔ اس وقت اس کا وضو کرنا اُس کی ساری تھکان کو دور کر دیتا ہے۔ غبار آلود اور محنت سے چور اعضاء کو صاف ستھرا کر کے دل و دماغ کو فرحت بخشتا ہے اور دن بھر کی عنایات الٰہیہ کی شکر گذاری میں وہ چند رکعت نماز ادا کرتا ہے۔ نیز مغرب یعنی آغازِ رات میں اس کا وضو کرنا اور نماز پڑھنا پوری رات کو خوش گوار بنا دیتا ہے۔

عشاء کے وقت کی حکمتیں

عشاء کے وقت اندھیرا' قبر اور قیامت کے اندھیرے کی صورت ہے۔

''وَالصَّلٰوۃُ نُوْرٌ'' اور نماز نور ہے ''وَالْعِلَاجُ بِالضِد'' علاج اور دفعیہ مرض کے ضد اور مخالف کے ساتھ ہوتا ہے۔

اس لئے ایسے اندھیرے کے وقت میں عشاء کی نماز فرض ہوئی۔ تا کہ اس عبادت اور نماز کا نور قبر کے اندھیرے کو دفع کر دے۔ پس جو عشاء کی نماز پڑھے گا۔ حق تعالیٰ اُسے قبر میں نورِ کل عطا کرے گا۔

حدیث میں آیا ہے۔ خدا کا ارشاد ہے۔ اے مبارک نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی اُمت کو خوشخبری سنا دو کہ جو بندہ اندھیرے میں نماز کے لئے مسجد میں جائے گا' اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن پورا نور عنایت فرما کر سامنے بلائے گا۔

﴿مشکوٰۃ شریف' باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ' الفصل الثانی﴾

— ◄ ۲ ► —

عشاء اور صبح کا وقت قبر اور قیامت کی تاریکی کے مشابہ ہے۔ جس نے عشاء کی نماز اپنے وقت پر پڑھی یا اس کے پڑھنے کے لئے چلا' اللہ تعالیٰ اُس کو قبر میں اور قیامت میں نور عنایت کرے گا۔ ﴿نزہۃ المجالس: ۲۱۸﴾

— ◄ ۳ ► —

سوتے وقت جاگنے کی انتہا ہے۔ نیند جو ایک طرح کی موت ہے۔ شروع ہو رہی ہے' نماز پڑھ کر سوئے' شاید یہ آخری نیند ہو کہ اس کے بعد قیامت ہی کو جاگے۔

﴿اسرار الاحکام: ۲۸۳﴾

سونے والے اپنے رب کو سجدہ کر کے سو

کیا خبر تجھ پہ صبح ہو یا نہ ہو

— ◄ (۴) ► —

سونے سے پہلے عشاء کے وقت یادِ خداوندی کرنی پڑتی ہے کہ رات بھر روحانیت کا اثر رہے اور اس طرح دن رات کی تمام زندگی دائرہ عبدیت میں آجائے۔

— ◄ (۵) ► —

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ۔

﴿پ ۲۴ سورۃ الزمر آیت ۴۲﴾

اللہ تعالیٰ انسانی جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کر لیتا ہے اور جو سوتے میں نہ مرے تو جس کے لئے موت کا فیصلہ کر رکھا ہے اُسے روک لیتا ہے اور دوسری کو ایک مقرر میعاد تک کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔

معلوم ہوا سوتے سوتے بھی موت آتی ہے۔ حدیث شریف کا یہ حکم ہے کہ جو جس عمل میں، جس خیال میں مرے گا، قیامت میں وہی عمل کرتا ہوا اُٹھے گا۔

ایک شخص احرام کی حالت میں اونٹ سے گر کر فوت ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بندہ قیامت کے دن اسی طرح لبیک کہتا ہوا اُٹھے گا، جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص احرام کی حالت میں اونٹنی سے گر کر فوت ہو گیا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اسے پانی اور بیری کے پتوں سے نہلاؤ اور اسے کپڑوں سے کفناؤ، اسے خوشبو نہ لگاؤ اور نہ ہی اس کا سر ڈھانپو کیونکہ

"فَاِنَّهٗ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا"۔

یہ قیامت کے دن تلبیہ (یعنی لبیک لبیک) پڑھتا ہوا اُٹھے گا۔

(بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ، احمد)

اس حکمت کے لئے خداوند کریم نے اپنے حبیب ﷺ کی اُمت کو عشاء کی نماز کا حکم فرمایا۔ اپنے حبیب سے بھی یہ ہدایت کرائی۔ لا سمر بعد العشاء (عشاء کی نماز کے بعد باتیں نہ کرو) بلکہ سو جاؤ۔ شاید اگر کسی کی آج موت مقدر میں ہو تو اس کا آخری عمل نماز ہو (یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر) تو جو کوئی ذکر الٰہی کرتا ہوا مرے گا تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہوا اُٹھے گا۔

— ◄ (۶) ► —

نمازِ وتر کی آخری دو رکعتوں میں سورۃ الکافرون اور سورۃ اخلاص پڑھنا سنت ہے اور پھر نمازِ فجر کی پہلی دو سنتوں میں بھی یہی دو سورتیں پڑھنا سنت ہے۔ ایک سورۃ میں توحیدِ افعالی ہے اور دوسری میں توحیدِ اعتقادی ہے۔ گویا مؤمن جس شان پہ سویا اُسی شان پہ جاگا۔

حدیث پاک میں ہے "كَمَا تَمُوْتُوْنَ تُحِيُوْنَ" تم جس حال میں مرو گے قیامت کے دِن اُسی حال میں اُٹھو گے۔ اِنسانی زندگی کا یہی روشن اصول ہے۔

— ◄ (۷) ► —

ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اصلی معراج شریف رسولِ کریم ﷺ کے لئے مخصوص ہے، مگر اس معراج کی یادگار نفلی معراج (یعنی نماز) سب مسلمانوں کا حصہ ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کو معراج عشاء کے وقت ہوئی، اس لئے مناسب یہی تھا کہ وہی وقت نفلی معراج کے لئے مقرر کیا جائے۔ کیونکہ جس وقت مبارک اعمال صادر ہوں، وہ وقت بالخصوص برکت والا ہوتا ہے اور وقت کی مطابقت سے ہی پوری یادگار قائم رہ سکتی ہے اس لئے مناسب ہوا کہ اس وقت نماز ادا کی جائے۔ حضور نبی کریم ﷺ عشاء کے وقت آسمانوں پر تشریف لے گئے، وہاں اللہ سے ملاقات فرمائی اور آپ ﷺ کے اُمتی

آسمانوں کی بجائے مساجد میں حاضر ہوتے ہیں اور اپنے رب پروردگار کی زیارت سے مشرف ہو کر درجہ معراج پر فائز ہوتے ہیں' جیسا کہ حدیث مبارک میں مذکور ہے "اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْن" (آنکھوں کی ٹھنڈک:۲۳۶) نماز مومن کی معراج ہے۔ پورا صادق آ گیا۔

— ◀ ۸ ▶ —

چاروں نمازوں کے وقت ایسے ہیں کہ ان اوقات میں غیر مذاہب والے غیر اللہ کی پوجا کرتے ہیں جبکہ مسلمان اپنے خالق و مالک' معبودِ حقیقی کی عبادت کرتے ہیں۔ لیکن عشاء کی نماز کا وقت مسلمانوں کے لئے مخصوص ہے' اس وقت ہر ایک شخص خواہ کسی مذہب اور ملت کا ہو' سوائے کھانے' پینے' سونے' غفلت کے کاموں کے کچھ نہیں کرتا۔ اہل اسلام اس خاص وقت میں اپنے اصلی کام کو جس کے لئے وہ پیدا ہوئے' کرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔

"بخاری شریف" میں ہے کہ ایک رات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں دیر لگائی' لوگ سونے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ تشریف لے آئے' نماز پڑھ کر فرمایا۔ لوگو خوش ہو جاؤ' اِس وقت سوائے تمہارے کوئی عبادت نہیں کرتا۔ یہ وقت عبادت کے لئے خاص تم کو ہی عطا ہوا ہے۔

﴿مشکوٰۃ شریف' باب تعجیل الصلوٰۃ' الفصل الثالث﴾

پس عشاء کی نماز پڑھنے والے "ذِکْرَ اللّٰہِ فِی الْغٰفِلِیْن" کا مرتبہ لے کر سب سے اوّل جنت میں جائیں گے۔

— ◀ ۸ ▶ —

حضرت موسیٰ علیہ السلام سارا دن چار غموں میں مبتلا رہے' اپنی جان کا' سمندر سے سالم پار اُترنے کا' سارے لشکر بنی اسرائیل کے پار اُترنے کا' فرعون کے ہاتھوں سے نجات پانے کا اور فرعون سمیت لشکرِ فرعون کے غارت ہونے کا۔ عشاء کے وقت حق

تعالیٰ نے اِن چار غموں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی پار اُتر گئے۔ بنی اسرائیل بھی پار اُتر گئے۔ فرعون کے ہاتھوں سے نجات مل گئی' فرعون اور اُس کا لشکر آنکھوں کے سامنے غارت بھی ہو گیا' جیسا کہ قرآنِ پاک میں ہے:

''وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ '' ﴿پ ۱ سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۵۰﴾

سب کے سامنے فرعون مع لشکر کے غرق کر دیا۔

عشاء کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چاروں غموں کے رفع ہونے کے شکریہ میں چار رکعتیں پڑھیں۔

اللہ تعالیٰ نے وہی چار رکعتیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لئے فرض کر دیں۔ اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ چار رکعتیں پڑھوا کر چار غموں سے نجات بخش دی۔ بُرے خاتمہ کے غم سے' قبر کے غم سے' قیامت کے غم سے' دوزخ کے غم سے۔ یعنی ان سب غموں سے اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نجات دے دی۔

نمازِ عشاء کا فلسفہ

عشاء کے وقت کو دیکھئے انسان جب شب کا کھانا کھالیتا ہے تو اُس کے بعد وضو کرنا اور نماز پڑھ کر سونا نیند کو پُر کیف بنا دیتا ہے۔ یہ قائدہ ہے کہ جب آدمی پریشان خاطر سو جاتا ہے تو نیند کا لطف حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن پاک وصاف اور دلجمعی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خیال کر کے سونے سے انسان کی نیند لطیف اور پاکیزہ ہو جاتی ہے' انسان کا دماغ متوحش (ڈرونے خواب کی وجہ سے پریشان) نہیں ہوتا۔ پریشان خواب نہیں دیکھتا' بڑے الاوے دماغ میں گنجائش نہیں پاتے' دماغ صاف رہتا ہے۔ رُوحانی قوت کو استحکام ملتا ہے اور اس طرح وہ خوب مطمئن ہو کر سو جاتا ہے۔ اس طرح اسلام نے عبادت اور نماز کے اوقات متعین کر کے دنیوی کاروبار اور روحانی برکات کے حصول میں بے شمار سہولتیں اور حکمتیں مدِ نظر رکھی ہیں۔

مقصدِ تخلیق

اللہ تعالیٰ نے اِنسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا' جیسا کہ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ ۔ ﴿الذاریات ۵۱ آیت ۵۶﴾

اِس آیت کریمہ میں لکھا ہے کہ انسان کی پیدائش کا بس ایک ہی مقصد "عبادت" ہے۔ حق تعالیٰ نے اِنسان پر بے شمار احسانات' انعامات کئے ہیں اور مسلسل ان کی بارش ہو رہی ہے۔ اعضاءِ اِنسانی یہ ایسے انعامات ہیں کہ ان کا اُحصاء (شمار) نہیں ہو سکتا' غور کرو اگر تمہاری آنکھیں نہ ہوتیں تو تم بت کی مانند نظر آتے' اگر کان کی سماعت زائل ہو جائے تو دُنیا کی آوازوں سے لطف اندوز نہیں ہو سکتے' اگر ہاتھ کی انگلیاں کٹ جائیں تو تم ایک لوٹا تک نہیں اُٹھا سکتے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا" ﴿پ ۱۴ النحل: ۱۸/ ابراہیم: ۳۴﴾

اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکو گے۔

نعمت کو واحد استعمال کیا گیا ہے۔ جب ایک نعمت کا احصاء (شمار) ممکن نہیں تو اللہ تعالیٰ کے انعامات بے شمار ہیں۔ ان کا احصاء (شمار) کیونکر ممکن ہوگا' آدمی جب کسی کو نوکر رکھتا ہے تو اس کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ وہ ہر وقت تمہاری فرمانبرداری کرے۔ پس اللہ تعالیٰ کے احسانات کا تقاضا تھا کہ تم ہر وقت عبادت میں مشغول رہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہم پر صرف چند اوقات کی نمازیں فرض کی ہیں۔ گویا ہمارے اوقات کو تقسیم کر رکھا ہے' آدھا اپنے لئے اور آدھا ہمارے لئے۔ یہ ہو سکتا تھا کہ رات عبادت کے لئے مقرر کی جاتی اور دن کام کے لئے' مگر اس میں ہمارے لئے دشواری تھی۔ اللہ جل شانہ نے دن میں آدھا وقت اپنے لئے رکھا۔ صبح سے ظہر تک کام

کے لیے اور ظہر سے مسلسل چار اوقات کی نمازیں ہیں۔ عزیمت یہ ہے کہ پورا وقت نماز میں صرف کیا جائے، مگر مالک نے کرم فرمایا، صرف چند رکعتوں کو پورا شمار کر لیا۔ اس کے بعد فرائض میں حضور ﷺ نے تخفیف کو مستحسن قرار دیا۔ رات کو اللہ تعالیٰ نے آرام کے لیے بنایا اور دن کو مشغولیت کے لئے۔ رات میں سونا ضروری ہے، خواہ تھوڑا ہی ہو۔ کفایت کرتا ہے برخلاف دن کے سونے کے۔ اِسی لئے عشاء کا مستحب وقت نصف رات تک ہے، اس کے بعد مکروہ ہے، کیونکہ آرام کا وقت ہے۔ اس کے بعد ایک ضابطہ تیار کیا کہ جس مسلمان کے صحیفہ (جس کو روزانہ صبح شام فرشتہ خدا کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے) میں عبادت ہو، مالک کے کرم سے اُمید ہے کہ اُس کو معاف فرما دیں گے۔ اِس لئے مغرب کے مقابلہ میں فجر کی نماز رکھی گئی اور صبح اور شام تسبیحات کا پڑھنا مسنون ہے۔ سوتے وقت کی دُعا بتائی گئی ہے کہ پڑھ کر چکیے سے سو جاؤ، تاکہ صحیفہ کے دونوں حصوں میں عبادت آجائے۔ اس سبب سے ظہر میں تعجیل اگر گرمی کا موسم ہو تو ٹھنڈی کر کے پڑھنا افضل ہے۔ اور عصر میں تاخیر افضل ہے کہ صحیفہ کے دونوں طرف عبادت میں آجائیں اور درمیان کے حصہ کو مالک اپنے فضل و کرم سے قبول فرمالیں۔

بہر حال نماز کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کے احسانات کے مناسب یہی تھا کہ پورے وقت میں نماز ادا کی جاتی مگر ہماری سہولت کے پیشِ نظر یہ حکم دیا گیا کہ چند رکعتیں خواہ مختصر سہی اگر پڑھ لی جائیں تو مالک قبول فرمالے گا۔ اس کے علاوہ نوافل کو رکھا گیا کہ اگر کوئی عزیمت پر عمل کرنا چاہے تو پڑھ لیا کرے۔ تہجد، اوّابین، چاشت اور اشراق کی نمازیں اسی قبیل سے ہیں۔

اوقات کی تقسیم کچھ اِس طرح ہے۔ آٹھ گھنٹے تو سونے اور کھانے وغیرہ کے لئے، آٹھ گھنٹے عبادت کے لئے اور آٹھ گھنٹے ملازمت و دیگر ضروریات کے لئے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید کا واقعہ ہے کہ ایک مولوی صاحب

وعظ فرما رہے تھے وہ سادے آدمی تھے مگر نماز کی حلاوت سے آشنا تھے۔ انہوں نے کہا مولوی صاحب بتاؤ تو سہی جنت میں بھی نماز ہوگی؟ مولوی صاحب نے کہا: نہیں تو انہوں نے کہا کہ پھر ایسی جنت کو لے کر میں کیا کروں گا۔ ﴿صحبتے با اولیاء:۲۰۳﴾

ابو نعیم اصفہانی، احمد بن جعفر بن حمدان، عبداللہ بن احمد بن حنبل، علی بن مسلم، سیار، جعفر کے سلسلۂ سند سے مروی ہے کہ ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ نے دعا میں یوں فرمایا: اے باعث! اے وارث! مجھے اکیلا نہ چھوڑنا اور تو بہترین وارث ہے۔ بسا اوقات ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے پاس تشریف لاتے اور ہم ان سے پہلے ہی قبلہ رو بیٹھ چکے ہوتے۔ فرماتے: اے نوجوانوں کی جماعت! تم میرے اور میرے رب کو سجدہ کرنے کے درمیان حائل ہو چکے ہو۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نماز کے بہت شوقین تھے۔

ابو نعیم اصفہانی، عثمان بن محمد عثمانی، اسماعیل بن علی کرابیسی، محمد بن سلمان قزاز، شیبان بن جسر، جسر کہتے ہیں، قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں! میں نے ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کو اُن کی قبر میں داخل کیا اور میرے ساتھ حمید طویل رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ جب ہم نے اُن کی اینٹیں دُرست کر کے رکھ دیں تو اتفاقاً ایک اینٹ قبر سے گر گئی۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے اپنے ساتھ موجود حمید طویل رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: کیا تم ادھر نہیں دیکھتے ہو؟ وہ کہنے لگے خاموش ہو جاؤ۔ جب ہم اُنہیں دفن کر کے فارغ ہوئے تو ہم نے اُن کی بیٹی سے آ کر کہا: تیرے والد صاحب یعنی ثابت رحمۃ اللہ علیہ کا کیا عمل تھا؟ کہنے لگی آپ نے کیا دیکھا ہے؟ ہم نے سارا واقعہ سنایا تو کہنے لگی! پچاس سال سے رات کو اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے تھے اور جب سحری کا وقت ہوتا تو دُعا میں یوں فرماتے:

اے اللہ! اگر تو اپنی مخلوق میں سے کسی کو اپنی قبر میں نماز پڑھنے کی فضیلت عطا فرمائے تو مجھے ضرور عطا فرمانا۔ سو اللہ تعالیٰ نے اُن کی دُعا قبول فرمائی۔

ابو نعیم اصفہانی، ابو محمد بن حیان، احمد بن حسین، احمد بن ابراہیم دورقی، محمد بن

مالک عبری، محمد بن عبداللہ بن انصاری، ابراہیم بن صمع مہلبی کہتے ہیں، مجھے اُن لوگوں نے فرمایا جو ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس سے سحری کے وقت گزرتے تھے کہ جب بھی ہم ثابت رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس سے گزرتے ہیں قرآن پڑھے جانے کی آواز سنتے ہیں۔ ﴿حلیۃ الاولیاء، حصہ دوم، حالات ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ﴾

نماز سب رنگ عبادت

نماز کے اندر رنگ برنگ کی عبادات شامل ہیں، اِس کے بدلے مؤمن کو جنت میں رنگ برنگی نعمتیں ملیں گی۔ مثلاً مؤمن کو ہر رکعت کے بدلے ایک حور ملے گی اور ہر سجدے کے بدلے کم از کم ایک مرتبہ دیدارِ الٰہی نصیب ہوگا۔

نماز پڑھ اگر امراضِ دل سے بچنا ہے
کہ یہ فریضہ ریاضت ہے جسم و جاں کے لئے
اللہ کے سامنے سر کو جھکا کے دیکھ ذرا
قرار آئے تجھے عمر جاوداں کے لئے

تعیّین قبلہ کی حکمتیں

اسلام دُنیا میں اِس لئے آیا ہے کہ بنی نوع اِنسان کو ہر قسم کی گندگیوں، شرک آمیزیوں اور مخلوق پرستیوں سے پاک کر کے ان میں خالص خدا پرستی کی روح پھونک دے۔ اِن کے دلوں کو خدا کی طرف اور ان کے رُخوں کو ایک سمت پھیر دے۔ جس سے روحانی قوتوں کو جوش ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے کعبہ شریف کو خدا پرستوں کا قبلہ قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ ہماری عبادت کا محتاج نہیں۔ وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ میرے حکم کی اطاعت کون کرتا ہے اور خلاف ورزی کون کرتا ہے؟ خداوند کریم کو صرف اپنے حکم کی اطاعت منظور ہے اور حکم کی مخالفت سے نفرت فرما کر اس پر بڑی لعنت نازل کرتا ہے۔

جس طرح پیدائش اور مادہ کے لحاظ سے حضرت آدم علیہ السلام سے فرشتے زیادہ افضل تھے۔ کیونکہ اُن کی پیدائش نور سے ہوئی اور حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی سے۔ جس طرح بظاہر حضرت آدم علیہ السلام پر ملائکہ کو شرف حاصل تھا۔ اِسی طرح اِنسان کو کعبہ کی زمین اور اس کی دیواروں پر شرف اور بزرگی حاصل ہے۔ جس طرح آسمان میں اللہ تعالیٰ نے اصل تابعدار اور نقلی تابعدار کو آزمایا تھا کہ کون آدم علیہ السلام کو سجدہ کرتا ہے اور کون اپنی بڑائی پر نظر کر کے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کرتا۔ اِسی طرح دُنیا میں ربُّ العالمین اِنسانوں کو دیکھتے ہیں کہ کون بلا چون و چراں کعبہ کی طرف سجدہ کر کے مطیع اور فرمانبردار ہوتا ہے اور کون اس پر اعتراض کر کے نافرمان ہوتا ہے۔ چنانچہ قبلہ بدلنے سے ہزاروں اہل کتاب اور جاہل عربوں نے اعتراض کیا۔ بعض جاہل، عقل کے دشمن، غیر مسلم اہل اِسلام پر کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کی وجہ سے بُت پرستی کا اعتراض کرتے ہیں۔ دراصل ان لوگوں کو اِسلامی تعلیم سے واقفیت نہیں، اس بنا پر بغیر

سوچے سمجھے مسلمانوں پر خواہ مخواہ اعتراض جڑ دیتے ہیں۔حالانکہ مسلمان بالاتفاق کعبہ پرست کو کافر کہتے ہیں۔''درمختار'' جو مسلمانوں کی معتبر فقہی' قانونی اور مذہبی کتاب ہے۔اُس میں لکھا ہے کہ جو شخص نماز میں نیت کرے کہ میں کعبہ کو سجدہ کرتا ہوں' وہ کافر ہو جاتا ہے' مسلمان نہیں رہتا۔جس طرح فرشتوں سے (خاکی پتلے) حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرایا اِسی طرح اہل اِسلام سے کعبہ کی طرف سجدا کرا کر اپنے حکم کی اطاعت کا اندازہ کیا۔فرمانبرداروں کو آزمایا اور دکھایا۔نیز فرشتوں جیسی نورانی قوم اور اِنسان جیسے اشرفُ المخلوقات سے خودی اور تکبر کے گمان اور بُت توڑ کر اپنے قادر ومختار اور مالک ہونے کا مظاہرہ کرایا۔اپنی قدرت کا معائنہ کرایا کہ ہم ایسی قدرت والے ہیں کہ اعلیٰ کو ادنیٰ کی طرف' اشرف کو ارذل کی طرف' بڑے کو چھوٹے کی طرف جھکا ہی نہیں دیتے بلکہ سجدہ جیسی حرکت کرا دیتے ہیں' قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ'' ﴿پ۳ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۲۶﴾

اور تو جسے چاہتا ہے غلبہ (عزت) دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے' اے اللہ! تیرے ہاتھ میں تمام تر خیر (یعنی بھلائی) ہے بے شک تو ہر شئے پر قدرت رکھتا ہے۔

— ◄ ۲ ► —

نسبت ظہورِ الٰہی ہر جگہ سے ہے' مگر یہ ظہور عام چونکہ توجہ عبادت کا صحیح مرکز نہیں بن سکتا۔اِس لیے ایک جہت خاص کو مقرر کیا گیا۔

﴿نماز کی سب سے بڑی کتاب:۹۳﴾

— ◄ ۳ ► —

جسمانی عبادت کی خوبصورتی اِتفاق واِتحاد کی صورت میں ہوتی ہے' اِسلام کی نظر اِتفاق باہمی اور قوتِ اِتحاد پر بھی ہے' اِتفاقِ باہمی اور قوتِ اِتحاد کی صورت بغیر

ایک طرف متوجہ ہونے کے نہیں ہوسکتی' اِس فرض کو نماز کی حالت میں بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا اور اتحادِ باہمی کو یہاں بھی ملحوظ رکھا تاکہ دُنیا کے مسلمانوں کی یکجہتی سے اِس امر کی طرف اشارہ ہو کہ یہ یک دل ہو کر معبودِ یکتا کی عبادت کر رہے ہیں اور اِن کا جس طرح خدا ایک ہے' قبلہ بھی ایک ہے۔ عبادت کو اِتفاق اور یگانگت کی صورت میں لانے کے لیے جہت کعبہ کو لازم کیا گیا ہے۔

— ◀ ۴ ▶ —

عبادت کی روح خشوع و خضوع ہے اور وہ بغیر سکون و ترکِ التفات' چپ و راست حاصل نہیں ہوسکتا' جب تک کہ عابد حالتِ عبادت میں جہت معینہ کا التزام نہ کرے۔ کیونکہ ظاہر کا تعلق باطن کے ساتھ ہے' اِس بناء پر توجہء باطنی کا موجب ہوتی ہے۔ ﴿نماز کی سب سے بڑی کتاب: ۹۳﴾

— ◀ ۵ ▶ —

اِسلام نے نماز کی جو اِس قدر تاکید کی ہے' اُس کی وجہ یہ ہے کہ نماز اِنسان کو مرتبہء اِنسانیت پر فائز المرام کرتی ہے' یعنی نماز تکمیلِ نفس' تادیب نفس اور کسب سعادت کا بہترین ذریعہ ہے اور اِنسانِ کامل ہونے کے لیے طہارتِ ظاہری و باطنی اور عبادتِ جسمانی و روحانی دونوں کا ہونا لازمی ہے' ورنہ تکمیل اِنسانیت میں نقص رہے گا۔ اس نقص کو دور کرنے اور اس غرض کو پورا کرنے کے لیے یعنی عبادت میں توجہء باطنی اور جوشِ قلبی کے برانگیختہ کرنے کو شریعت محمدی ﷺ نے سمت قبلہ مقرر کی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس مقدس مکان کو اپنا گھر فرماتے ہیں' اِس اعتبار سے ایک سچے مسلمان اور خدا پرست موحد کو اِس خیال سے کہ میں اِس مکان کی طرف متوجہ ہوں' جس کو خالق کون و مکاں نے اپنی طرف منسوب کیا ہے اور اپنا گھر فرمایا ہے۔ کیسا کیف و سرور' ذوق و شوق' توجہء باطنی اور جوشِ قلبی حاصل ہوگا اور عبادتِ الٰہی میں کیسا کچھ لطف آئے گا' جو بیان نہیں ہوسکتا۔ پس سمت قبلہ مقرر کرنے سے مقصود یہی ہے کہ

عابد کا دل خالقِ کون و مکاں کی طرف متوجہ ہو' چنانچہ اِس کا ثبوت یہ ہے کہ جس مقام پر سمت قبلہ معلوم نہ ہو وہاں شریعت کا یہ حکم ہے کہ نمازی اپنے دل میں غور کرے اور جس طرف اُس کا دل شہادت دے' اُسی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے۔ اِس سے قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ عبادت کے لیے خانہ کعبہ مقصود بالذات نہیں' بلکہ قبلہ محض توجہ اِلی اللہ کا ایک ذریعہ محسوس ہے۔ ﴿نماز کی سب سے بڑی کتاب:۹۲﴾

استقبالِ قبلہ اور اس کی حکمتیں

دُنیا میں قدیم زمانہ سے امراء و سلاطین کے دربار میں حاضری کا یہ دستور ہے کہ اول روبرو کھڑے ہوتے ہیں' پھر بادشاہ یا حاکم کی صفت و ثناء بیان کرتے ہیں۔ نماز بھی مالک الملک اور احکم الحاکمین کے دربار میں حاضری ہے۔ اس لئے خدا کے اس حکم کے موجب "فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" (اپنا رُخ مسجد حرام کی طرف پھیرلو) نماز یعنی دربارِ اِلٰہی میں حاضری کے لئے اَستقبالِ قبلہ ضروری ہوا۔

— ◀ ۲ ▶ —

نماز کی روح خشوع و خضوع ہے۔ خشوع و خضوع ہی پر نماز کی مقبولیت اور اس کا سرمایۂ آخرت بننے کا مدار ہے۔ ظاہر ہے کہ جب تک سکون اور یکسوئی حاصل نہ ہوگی خشوع و خضوع کا پیدا ہونا دشوار ہے۔ جب تک نماز پڑھنے کے لئے کوئی ایک جہت مخصوص نہ کی جائے گی۔ یکسوئی پیدا نہ ہوگی۔ یکسوئی نہ ہونے سے نماز کا اصل مقصد حاصل نہ ہوگا۔ بیت اللہ شریف چونکہ خدا کا گھر یعنی اُس کی تجلیات کا مہبط ہے اس لئے خدائے تعالٰی نے اپنی خصوصی عنایت سے اپنے بندوں کو بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز میں کھڑا ہونے کا حکم صادر فرمایا۔

— ◀ ۳ ▶ —

ایک حکمت استقبالِ قبلہ میں یہ بھی ہے کہ نماز میں قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا

ہونا دین حقیقی کی پہچان ہے۔ عیسائیوں میں نماز کی جہت اور ہے اور یہودیوں کی اور۔ نماز میں قبلہ کی طرف منہ کر کھڑا ہونے سے مسلم اور غیر مسلم میں تمیز اور فرق ہو جاتا ہے

— ◄ ۴ ► —

قبلہ رُخ ہونے کے یہی معنی ہیں کہ تم اپنے ظاہر کو سب طرف سے پھیر کر خدا تعالیٰ کے خانہ کعبہ کے رخ ہو جاؤ۔ ظاہر ہے کہ جہات ثمانیہ میں جب تک سات جہات سے روگردانی نہ کی جائے گی۔ استقبالِ قبلہ یا جہت قبلہ حاصل نہ ہوگا۔ باطنی طور پر چونکہ عبادات سے یہی مقصود ہے کہ انسان دل سے خدا کی طرف متوجہ ہو جائے۔ سو یہ مقصد اسی وقت بر آسکتا ہے جب دل اغیار سے خالی ہو جائے اور دل میں سوائے خدا کے اور کوئی نہ ہو۔

— ◄ ۵ ► —

خدا تعالیٰ کو مسلمانوں کی باہمی اُلفت و محبت پسند ہے۔ خدا باہمی مخالفت کو پسند نہیں کرتا۔ نماز میں اگر لوگ اپنے خیال و عقل کے مطابق جہت مقرر کر کے کھڑے ہوتے تو بظاہر مسلمانوں کا اختلاف نظر آتا (جو سراسر مطلوب خداوندی کے خلاف ہے) اس لئے خدا تعالیٰ نے سب مسلمانوں کے لئے ایک جہت مقرر کر کے ان میں موافقت اور یگانگت پیدا کرنے کی ایک صورت پیدا کر دی۔

تخصیص خانہ کعبہ کی حکمتیں

جاننا چاہئے کہ نوعِ انسانی کی اصل خاک سے ہے اور اصل کرہ خاک یہی نقطہ ہے' جہاں خانہ کعبہ موجود ہے۔ زمین کی پیدائش سے پہلے اس مکان کو پانی پر کیف جرمی کی مانند پیدا کیا گیا تھا۔ اُس کے بعد پھر تمام زمین اسی کیف سے وسیع و فراخ ہوئی' پس چونکہ اصل جسم انسان اِس نقطہ کی طرف راجع ہے تو اس کو چاہئے کہ جب اپنے جسم کو عبادت میں مشغول کرنے لگے تو اس اصل ترابی کی طرف رجوع کرے' چنانچہ اِس بناء پر اصل قریب پر جو کہ ہر جگہ میسر ہے' سجدہ کیا جاتا ہے اور بسوئے اصل بعید اپنے جسم کو متوجہ کیا جاتا ہے۔ ﴿نماز کی سب بڑی کتاب: ۹۳﴾

— ◀ ۲ ▶ —

ملتِ اِسلامی' ابراہیمی ملت ہے' اِس لیے اُن کے بنائے ہوئے بیت اللہ کی طرف اس کے ماننے والوں کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا' تا کہ دُنیا والوں کو معلوم ہو جائے کہ اِن خدا پرستوں کو اس ہادی' موحد اور خلیلِ خدا سے رابطہ و تعلق ہے' جس کو خدا تعالیٰ نے تمام عالم کے لیے سرچشمہ ہداہت اور رہنمائی کا مرکز بنایا تھا۔

— ◀ ۳ ▶ —

اِنسان عبادت کے وقت ملائکہ کا خلیفہ ہوتا ہے کہ یہ شغل شریف انہیں کا کام ہے' غصہ و غضب کی حالت میں درندوں کا خلیفہ ہوتا ہے' شہوت کے وقت بہائم (مویشیوں' حیوانوں) کا خلیفہ ہوتا ہے۔ عبادت گاہِ ملائکہ بیت المعمور ہے اور یہ مقام بیت المعمور کے محاذ میں ہے۔ اِس لیے خانہ کعبہ کو خاص کیا گیا۔

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ "البیت بحذاء البیت المعمور وما بینھما بحذائہ الی السماء السابعتہ وما اسفل منہ بحذ ائہ الی الارض السابعتہ" خانہ کعبہ ملائکہ کے قبلہ بیت المعمور کے مقابلہ میں ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ ساتویں آسمان کے مقابلہ میں ہے اور جو اس سے نیچے ہے وہ ساتوں زمین کے محاذ میں ہے۔

(۴)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے فرشتوں کے ذریعے بیت اللہ کو تعمیر کروایا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام دُنیا میں تشریف لائے تو انہوں نے پرانے نشانات پر نئے سرے سے عمارت تعمیر کی۔ جب حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں طوفان کی وجہ سے اس کی عمارت ٹوٹ گئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بیت اللہ کی از سرِ نو تعمیر کی۔ جب بنی اسرئیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خصوصی نعمتوں کا وعدہ فرمایا تو جہاں اُن میں ۱۰ ہزار انبیاء کو بھیجا' کھانے کے لئے من وسلویٰ دیا' وہاں اُن کے لئے خاص قبلہ عطا کیا۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کو بنایا۔ اس لئے بنی اسرائیل علیہ السلام اسی طرف رُخ کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے۔

جب حضور نبی کریم علیہ السلام تشریف لائے تو آپ نے بھی کچھ عرصہ بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نمازیں ادا کیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی تمنا تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہو جائے۔ چنانچہ اللہ ربّ العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی مراد پوری فرمادی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو "نبی القبلتین" ہونے کا شرف نصیب ہوا۔ بیت المقدس کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنوایا تھا۔ جبکہ بیت اللہ کو پانچ پیغمبروں (حضرت آدم علیہ السلام' حضرت نوح علیہ السلام' حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) نے بنایا ہے

معلوم ہوا کہ دُنیا میں جو سعادتیں مختلف انبیاء کو جزوی طور پر ملی تھیں وہ سب کی سب ہمارے، پیارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کلی طور پر حاصل ہوئیں۔ تا کہ اِس بات کا اظہار ہو جائے۔

۵

بیت المقدس ایک پیغمبر یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنایا اور خانہ کعبہ پانچ پیغمبروں کا بنایا ہوا تھا۔ اوّل اس کی بنیاد حضرت آدم علیہ السلام نے ڈالی' جب طوفانِ نوح علیہ السلام میں اس کی تعمیر کو نقصان پہنچا تو حضرت نوح علیہ السلام نے اس کی مرمت کی۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے از سرِ نو اس کی تعمیر اپنے ہاتھوں سے فرمائی۔ اس کے بعد حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے ساتھ مل کر اس کی تعمیر کی۔ مذہب اِسلام تمام پیغمبروں کی شریعت اور ان کے مذاہب کو جامع تھا' اِس لیے اِبتداء میں بیت المقدس ہی ہمارے لئے قبلہ رہا' تا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام' حضرت سلیمان علیہ السلام وغیرہ پیغمبروں کے وارث ہو جائیں۔ لیکن اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام' حضرت نوح علیہ السلام' حضرت اِبراہیم علیہ السلام وغیرہ کے قبلہ کو ''قبلہ'' بنادیا گیا' تا کہ ان سب پیغمبروں کے قبلہ کے بھی ہم وارث ہو جائیں' نیز کعبہ شریف کی طرف نماز پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ نمازی جنابِ باری میں ان پانچ جلیل القدر پیغمبروں علیہم السلام کا وسیلہ پیش کرتا ہے اور زبانِ حال سے یہ کہتا ہے کہ اے اللہ عزَّ وجل! میں اِس قابل کہاں کہ میری نماز تیری شان کے شایان اور قابل ہو' لیکن اپنے پانچوں پیارے پیغمبروں کے طفیل اور صدقہ میں جنہوں نے یہ کعبہ بنایا ہے' میری اِس ناقص نماز کو قبول فرما۔

۶

اِس مکانِ مقدس میں قدرتِ الٰہی کا عظیم الشان ظہور ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام اولاد حضرت ابرہیم علیہ السلام تھے۔ ان کے لیے بھی عجیب قدرت خداوندی کا ظہور

ہوا یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاؤں کی رگڑ سے آبِ غیب یعنی چاہِ زم زم نمودار ہوا جواب تک موجود ہے اور جس سے لاکھوں کروڑوں بندگانِ خدا کو آبِ رحمت مل رہا ہے۔ پس جبکہ اولاد حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کے تابعدار حضرات ربُّ العزت کی طرف متوجہ ہونا چاہتے ہیں تو اِس مکانِ مقدس کی سمت کو اختیار کرتے ہیں۔ چونکہ یہ مکان ظہورِ تجلیاتِ الٰہی ہے اور معبد خلائق' قبلہء عبادات' مرجع ءعاشقانِ صادق اور مطافِ محبانِ خاص ہے' اِس لیے خانہ کعبہ کی تخصیص کی گئی۔

﴿نماز کی سب سے بڑی کتاب:۹۴﴾

ارکانِ نماز کی حکمتیں

نماز کی نیت حکمت

اسلام نے اعمال کا دارومدار نیت پر رکھا ہے۔ نیت ہی ایک ایسی چیز ہے جو برائی کو نیکی اور نیکی کو برائی کی شکل میں تبدیل کرنے کی پوری پوری طاقت رکھتی ہے۔ عہد رسالت کے منافق بارگاہِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر بھی رہتے تھے۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز بھی پڑھتے تھے۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں بھی شریک ہوتے تھے۔ ان شاندار اسلامی اعمال کے باوجود اللہ تعالیٰ کا منافقین کے بارے میں فیصلہ ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ﴿پ۵ سورۃ النساء:۱۴۵﴾

بے شک منافق دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔

منافقین کے لئے عذاب کی وعید کیوں ہے وہ تو مسلمان ہی کہلاتے تھے۔ لوگ انہیں مسلمان ہی سمجھتے تھے۔ اُن کے اعمال اسلامی تھے؟ وجہ ظاہر ہے کہ وہ سچے دل سے مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اُن کا اسلام سیاسی اسلام تھا' اُن کی نیت میں اللہ تعالیٰ رسول کی اطاعت نہ تھی' وہ چند قومی یا ذاتی مصلحتوں کی بناء پر مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو گئے تھے۔ ان منافقین کا اسلام کس نوعیت کا تھا' اس کا تذکرہ قرآنِ مجید میں اس طرح ہے۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا

مَعَکُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ۔ ﴿پ ا سورۃ البقرۃ:۱۴﴾

اور جب کبھی یہ (منافق) ایمان والوں سے ملیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہوئے ہیں، لیکن جب اپنے شیطانوں سے مل بیٹھتے ہیں تو اُن سے کہتے ہیں ہم تو بس تمہارے ہی ساتھ ہیں، اِدھر تو ہم یونہی (مسلمانوں کا) مذاق اُڑانے کی باتیں کرتے ہیں۔

منافقین کی نیت چونکہ صالح نہ تھی، اس لئے اُن کے تمام نیک اعمال اکارت گئے۔

نیت اگر دُرست ہو تو مناور، قحبہ خانوں اور آتشکدوں میں جانے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا برسوں ایک طوائف کے ہاں رہیں، اس مدت میں انہیں نامحرموں کے سامنے بیٹھنا اور اُن سے ہنسی مذاق بھی کرنا پڑتا تھا۔ یہ سب کچھ ہونے کے باوجود اُن کے ارادہ کی نیکی اُن کو مقاماتِ عرفان طے کراتی چلی گئی۔

﴿تذکرۃ الاولیاء مترجم﴾

نماز چونکہ ایک اعلیٰ، ارفع اور افضل عبادت ہے اور نمود و نمائش کا جذبہ اس کے لئے سم قاتل ہے۔ اس لئے نماز شروع کرنے سے پہلے صحیح معنی میں نماز پڑھنے ہی کی نیت ہونی چاہیے۔ نہ یہ کہ نماز کی برکات سے ہماری مشکلات حل ہو جائیں یا ہم لوگوں میں مشہور ہو جائیں۔ نماز پڑھتے وقت اللہ کی خوشنودی اور رضامندی مطلوب ہونی چاہیے، عبادتوں کے بنانے اور بگاڑنے میں نیت کا کس درجہ عمل دخل ہے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل روایات سے لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تین شخص پیش ہوں گے۔ حافظ، شہید اور دولت مند۔ پہلے حافظ سے سوال کیا جائے گا، اے بندے بتا: میں نے تجھے ذہانت اور علم و عقل کی دولت عطا کی، قرآن مجید کو یاد رکھنے اور سمجھنے کی توفیق دی، تو نے ان

نعمتوں کا کیا شکریہ ادا کیا؟ حافظ جواب میں کہے گا۔ الٰہی میں روزانہ قرآنِ مجید تلاوت کرتا تھا، خوش الحانی سے پڑھا کرتا تھا، لوگوں کو سنایا کرتا تھا۔ حکم ہوگا تو جھوٹا ہے، ہاں! یہ بات صحیح ہے کہ تو یہ باتیں ضرور کرتا تھا، مگر تیری نیت تو یہ تھی کہ لوگ تیری تعریف بیان کریں، تو لوگوں میں اچھے قاری کے نام سے مشہور ہو جائے، سو تیرا مقصد تجھے حاصل ہو گیا، ہمارے لئے تو نے کیا کیا؟ جا تو جہنم کے قابل ہے، پھر فرشتوں کو حکم ہوگا اسے اوندھے منہ کھینچا جاوے گا، حتیٰ کہ آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

اس کے بعد مجاہد کی پیشی ہوگی، پوچھا جائے گا کہ ہم نے تجھے صحت، توانائی اور جوانمردی عطاء کی، تو نے ہمارے لئے اس نعمت کے شکریہ میں کیا کیا؟ مجاہد عرض کرے گا، یا الٰہی! میں تیرے دین کی حفاظت کے لئے دشمنانِ اسلام سے برسرِ پیکار رہا، زندگی بھر جہاد کرتا رہا، یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ حکم ہوگا غلط ہے، تو مرا اور شہید ہوا ضرور، یہ اتفاقی امر تھا، مگر تیری نیت تو یہ تھی کہ لوگ تیری جرأت اور شجاعت کی تعریف کریں سو وہ لوگوں نے کر دی، ہمارے لئے تو نے کچھ نہیں کیا، پھر فرشتوں کو حکم ہوگا اسے منہ کے بل کھینچا جائے، یہاں تک کہ آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

آخر میں دولتمند پیش ہوگا اُس سے سوال کیا جائے گا کہ تو نے دولت و ثروت اور فتوحات کی نعمتوں کا کیا شکریہ ادا کیا؟ دولتمند عرض کرے گا: میں نے اپنی دولت تیری راہ میں وقف کر دی تھی، غریبوں محتاجوں، مسکینوں کی خبر گیری اور بھوکوں کو کھانا کھلانا جس قدر میرے امکان میں تھا وہ سب کچھ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، یہ سب کچھ ہوا مگر تو نے اس لئے کیا کہ تو سخی، سیر چشم اور فیاض مشہور ہو جائے، ہماری رضا جوئی اور خوشنودی کے لئے تو نے کچھ نہ کیا، پھر حکم ہوگا اسے اوندھے منہ گھسیٹا جائے پھر اُسے آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ ﴿مشکوٰۃ شریف کتاب العلم پہلی فصل﴾

غور کرو جب اللہ تعالیٰ کے دربار میں اتنے بہترین اعمال ریاکاری کی وجہ سے ضائع ہو سکتے ہیں تو پھر اور کسی عمل کی کیا توقع کی جا سکتی ہے۔

تکبیر تحریمہ کی حکمت

جب نماز شروع کی جاتی ہے تو ہاتھ کانوں تک اُٹھانے کے ساتھ ساتھ زبان سے اللہ اکبر کہنا شرط ہے، اس کو تکبیر تحریمہ کہا جاتا ہے۔ تحریم کے معنی ہیں کسی چیز کو حرام کر دینا یعنی تکبیر تحریمہ تمام مباحات (حلال) کو حرام کر دیتی ہے اور اِنسان عبادت میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اِس تکبیر کے کہنے سے نماز شروع ہو جاتی ہے اور جو باتیں نماز کے خلاف ہیں، وہ حرام ہو جاتی ہیں۔ اِس کو تکبیر تحریمہ کہنے کہ یہی وجہ ہے۔

— ◀ ۲ ▶ —

اللہ اکبر کے معنی ہیں، اللہ سب سے بڑا ہے اور ساری نماز کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے ہر فعل سے اللہ کی بڑائی کے مقابلہ میں اپنی عاجزی اور بیچارگی کا مظاہرہ کرے۔ اس چیز کے لئے اللہ ربُّ العزت نے نماز شروع کرنے سے پہلے بندہ کو بتلا دیا کہ تجھے اپنی ساری نماز اس عنوان کے تحت ادا کرنی ہوگی۔

— ◀ ۳ ▶ —

بعض حضرات صوفیاء کرام جب تکبیر کہتے ہیں تو وہ اُسی لمحے عظمت الٰہی اور اس کی کبریائی کے مطالعہ میں مستغرق ہو جاتے ہیں۔ ان کا باطن انوارِ الٰہی سے معمور ہو جاتا ہے۔ اِس وقت سارا عالم اُن کے دل کی وسعتوں میں یوں سمٹ آتا ہے جیسے وسیع و فراخ میدان میں رائی کا کوئی دانہ ہو۔ جس کی نظر میں دُنیا رائی کے دانے کی مثل ہو گی، اس صاحب باطن کو نفسانی وسواس سے کیا خوف ہو سکتا ہے۔ اس لئے وسوسے اور نفسانی خواہشیں اس بندۂ حق کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتے۔ وہ اپنی روحانی لطافت اور پاکیزگی کے باعث اللہ کی عظمت و جبروت کے مطالعہ میں مشغول رہتا ہے۔ روح بھی عظمت الٰہی کے مطالعہ میں مصروف رہتی ہے۔ دل نیت میں مشغول ہوتا ہے۔ اس وقت نماز کی نیت اپنی بہترین صفات سمیت عظمت الٰہی کے نور میں اس طرح پوشیدہ

طور پر موجود ہوتی ہے جس طرح آفتاب کی روشنی میں ستارے پوشیدہ طور پر موجود ہوتے ہیں۔ ﴿عوارف المعارف مترجم: ۴۱۷﴾

۴

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

جب بندہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو وہ فوراً اللہ ربُّ العزت کی حضوری میں پہنچ جاتا ہے۔ پھر اگر اس نمازی کا خیال نماز کی بجائے کہیں اور چلا جاتا ہے تو مولیٰ فرماتا ہے' اے ناسمجھ! میں تیرے سامنے تھا تو مجھے چھوڑ کر کہاں چلا گیا۔ کیا مجھ سے بھی اچھا اور کوئی نظر آیا؟ اے میرے بندے سب سے منقطع ہو کر میری طرف آ' مجھ سے بہتر کوئی نہیں ہے۔ حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب بندہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ پھر جب بندہ اِدھر اُدھر چہرہ پھیرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''یَاابْنِ آدَمَ! اِلٰی مَنْ تَلْتَفِتُ' اِلٰی مَنْ ھُوَ خَیْرٌ لَّکَ مِنِّیْ؟ اَقْبِلْ اِلَیَّ''

اے ابن آدم! تو کس کی طرف چہرہ پھیر رہا ہے' کیا مجھ سے کسی بہتر کی طرف؟ (کہ مجھ سے بہتر تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا) تو میری طرف توجہ کر۔ جب دوسری مرتبہ بندہ چہرہ پھیرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسا ہی فرماتا ہے۔ جب تیسری مرتبہ بھی بندہ اِدھر اُدھر چہرہ پھیرتا ہے تو ''صَرَفَ اللّٰہُ تَبٰرَکَ وَتَعَالٰی وَجْھَہٗ عَنْہُ'' اللہ تبارک وتعالیٰ بھی اُس سے اپنی رحمت پھیر لیتا ہے (بزار)۔ ﴿الترہیب والترغیب مترجم: ۲۲۵﴾

۵

دُنیا کے بادشاہوں کا دستور ہے کہ جب وہ عوام کے سامنے جلوہ افروز ہونے لگیں تو پہلے مجمع اکٹھا ہوتا ہے' پھر جب بادشاہ آنے والا ہو تو ایک کارندہ اونچی آواز سے کہتا ہے:

باادب ... باملاحظہ ... ہوشیار“

یہ الفاظ سنتے ہی سب لوگ مؤدب ہوکر بادشاہ کا استقبال کرتے ہیں۔

یُوں نماز میں حضورِ معلّٰی کی آمد آمد ہے۔ یہ سینکڑوں آدمی صفیں باندھے حضور کے استقبال کے لئے کھڑے ہیں۔ آگے ایک درباری وکیل جس کو امام کہتے ہیں کھڑا ہے۔ یکا یک حضور کی تشریف آوری ہوئی، امام وکیل نے چوبدار کے طور پر القاب شہنشاہی سے پکارا ”اَللّٰہُ اَکْبَرُ“ لو وہ شہنشاہِ عالی جاہ تشریف لائے۔ یہ سنتے ہی حضور کا القاب منہ سے نکالا اور ہاتھ باندھ کر نہایت ادب سے کھڑے ہو گئے۔ آنکھیں ہیبت سے نیچی کیں۔ چہرہ پر جلال اور خوف کے آثار نمایاں ہیں۔

یہی بات دوسرے انداز میں ملاحظہ فرمائیں

نماز میں مومنین کے سامنے ذاتِ الٰہی خود جلوہ گری ہوتی ہے۔ لہٰذا نماز شروع ہونے سے پہلے سب نمازی صفیں بنا کر سلیقے، طریقے سے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر امام بلند آواز سے اللہ اکبر کے الفاظ کہتا ہے، تاکہ عظمتِ الٰہی کا استحضار (یادداشت) حاصل ہو۔ مقتدی بھی اللہ اکبر کے الفاظ کہہ کر ادب سے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ غلاموں کی طرح ہاتھ باندھے ہوئے، نگاہیں جھکائے ہوئے، دل پر عظمتِ الٰہی کا خیال ہوتا ہے، چہرے پر خوف کے آثار ہوتے ہیں اور زبان سے ”سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ“ کے الفاظ سے حقیقی شہنشاہِ عالم کی تعریفیں کرنے لگ جاتے ہیں۔

(٦)

دنیاوی بادشاہوں کے دربار میں پہنچ کر جب ان سے کوئی عرض و معروض کرنی ہوتی ہے تو بادشاہ کو اس کے سب سے بڑے القاب کے ساتھ پکارا جاتا ہے اور کچھ تعریف کے بعد اپنی درخواست پیش کی جاتی ہے۔ نماز شہنشاہِ مطلق کے دربار کی خاص حاضری کا وقت ہے، تاکہ اس خاص وقت میں اپنی درخواست پیش کر سکے۔ اس لئے اللہ کے دربار کی خاص حاضری کے لئے اس کے سب سے بڑے القاب کو مقرر کیا گیا کہ

اے اللہ! تو سب سے بڑا ہے' نہ تیرے مقابلے میں کوئی بادشاہ ہوسکتا ہے' نہ کوئی حاکم ہوسکتا ہے' پھر "اَللّٰہُ اَکْبَر" کے بعد "سُبْحَانَکَ اللّٰہ" سے لے کر "اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم" تک تعریف ہوئی۔ پھر "اِیَّاکَ نَعْبُدُ" سے اپنا غلام ہونا اور قدیمی نمک خوار ہونا بیان کیا' پھر "اِھْدِنَا الصِّرَاطَ" سے اپنی عرضی کا مضمون شروع کر دیا۔

— ◀ ۷ ▶ —

اس رکن کا ظاہری مفاد تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ نیت کر کے' اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ زیرناف باندھ لیں۔ لیکن اس میں باطنی اور خفیہ راز یہ ہے کہ دل عظمت و جلال حق سبحانہ' سے معمور ہو جائے اور اس کی عظمت و کبریائی میں اس درجہ محو ہو جائے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی چیز کا خیال تک بھی دل میں باقی نہ رہے۔

حضور سرورِ عالم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب ایماندار آدمی وضو کرتا ہے تو شیاطین یہ دیکھ کر کہ وہ بادشاہِ حقیقی کے روبرو حاضری کے تیاری کر رہا ہے۔ اس کے پاس سے دور رہ کر زمین کے کناروں پر پہنچ جاتے ہیں اور جب اللہ اکبر کہتا ہے شیطان اور اس شخص کے درمیان پردہ ڈال دیا جاتا ہے' جس کی وجہ سے شیطان اس کی نماز کی طرف دیکھنے سے باز رہتا ہے اور خدا اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کے دل کی طرف ایک فرشتہ دیکھتا رہتا ہے اور وہ جب دیکھتا ہے کہ اس کے دل میں سوائے خدا کے اور کچھ نہیں تو وہ کہتا ہے کہ تو سچا ہے' تیرے دل میں سوائے خدا کی بڑائی کے اور کچھ نہیں' اُس وقت اس کے دل سے ایک نور روشن ہوتا ہے اور عرش تک پہنچتا ہے۔ زمین سے عرش تک روشن ہو جاتا ہے اور اس نور۔ کے برابر اس کے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جب کوئی غافل اور جاہل نماز کے واسطے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے پاس شیاطین جمع ہو جاتے ہیں' ایسے جس طرح شہد کی مکھیاں چھتہ میں جمع رہتی ہیں' پھر جب وہ اللہ اکبر کہتا ہے تو فرشتہ اُس کی آواز سن کر خبردار ہو جاتا ہے۔ اگر اس کے دل میں خدا کی عظمت و جلالت کے سوا کوئی اور چیز ہوتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ تو جھوٹا ہے' تیرے دل

میں اللہ کی بزرگی نہیں، اس وقت اس کے دل سے دھواں برآمد ہو کر چوتھی منزل پر پہنچ جاتا ہے اور اس کو خبر تک نہیں ہوتی کہ اس نے نماز میں کیا پڑھا۔ ﴿عوارف المعارف﴾

— ◀ ۸ ▶ —

تکبیر تحریمہ سے یہ مقصود ہے کہ میں نے ہر دو عالم سے ہاتھ اُٹھا لئے ہیں اور خدا کی جناب کو تمام موجودات سے بزرگ سمجھتا ہوں اس لئے اللہ اکبر کہتا ہے اور پھر زبان سے "سُبۡحٰنَکَ اللّٰھُمَّ" پڑھتا ہے جو خدا کی پاکیزگی اور حمد و بزرگی اور برکت اور علوشان اور توحید پر مشتمل ہے پھر "اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ" میں خدائے تعالیٰ سے اس بات کی طلب کی جاتی ہے کہ شیطان کے شر سے مجھے بچائے پھر "بِسۡمِ اللّٰہِ" سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام پاک سے مدد مانگی جاتی ہے۔

— ◀ ۹ ▶ —

نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اُٹھانا ترکِ دنیا اور توجہ الی اللہ کا نشان یا گناہوں اور خطاؤں سے معافی کی درخواست ہے۔ تکبیر تحریمہ نماز شروع کرتے وقت اس لیے فرض قرار دی گئی ہے کہ مجرموں کی طرح اپنے دونوں ہاتھ کانوں سے لگا کر کھڑے ہونے سے نمازی کو اپنی عاجزی اور انکساری کا احساس پیدا ہوگا۔ جس سے خشیت اور سوز و گداز کی صورت پیدا ہوگی۔ نماز سے چونکہ اسی حالت کا پیدا کرنا مقصد ہے اور یہ حالت اسی صورت میں پیدا ہو سکتی ہے اس لئے نماز کے شروع میں ہی تکبیر تحریمہ فرض قرار دی گئی کہ نمازی اپنے آپ کو مجرم اور قصوروار سمجھتے ہوئے نہایت شرم و ندامت کے ساتھ انتہائی عاجزی اور انکساری سے بارگاہِ الٰہی میں دست بستہ اور سرافگندہ کھڑا ہو کر غرضِ حاجت کرے۔ اس تکبیر سے چونکہ نمازی پر وہ تمام اُمور حرام ہو جاتے ہیں جو نماز سے خارج جائز تھے اس لئے یہ تکبیر تحریمہ کے نام سے مشہور ہے۔

تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اُٹھانے کی حکمتیں

تکبیر تحریمہ (یعنی اللہ اکبر) کہتے وقت ہاتھ اُٹھانے میں یہ حکمت ہے کہ قول و فعل دونوں میں مطابقت ہو جائے۔ زبان سے تو ''اَللّٰہُ اَکْبَر'' کہہ کر اللہ تعالیٰ کی بلندی شان بیان کی۔ پھر دونوں ہاتھوں کو اُوپر اُٹھا کر اس کے سب سے بڑا ہونے یعنی ارفع و اعلیٰ ہونے کا اظہار کیا۔

— ◄ ۲ ► —

عرب کے لوگ جس کسی چیز سے برأت' بے تکلفی اور بیزاری کا اظہار کرتے تھے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں کی لو تک اُٹھایا کرتے تھے اس کا اشارہ حدیث شریف میں بھی ملتا ہے' حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں:

جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو منافقین نے تہمت لگائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کی تحقیق کرنا چاہی تو حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ تم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کیا کہتی ہو۔ تب حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے دونوں ہاتھ کانوں کی طرف اُٹھا کر عرض کیا:

اَحْمِیْ سَمْعِیْ وَ بَصَرِیْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِہٖ عِلْمٌ

یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنے کان اور زبان کو بچاتی ہوں' ایسی بات کہنے سے کہ جس کا مجھے کچھ علم نہ ہو۔

جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے' میں اس واقعہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بالکل بے گناہ سمجھتی ہوں کیونکہ میں نے ان میں سوائے خیر اور نیکی کے کوئی چیز نہیں دیکھی۔

﴿بخاری شریف' مسلم شریف' جامع ترمذی شریف کتاب التفسیر القرآن تبیان القرآن جلد ۸ ص ۸۶﴾

اِسی طرح بندہ زبان سے ''اَللّٰہُ اَکْبَر'' یعنی اللہ تعالیٰ کو بہت بڑا بیان کرتا ہے

۔ ہاتھوں سے اس مولیٰ کی مانند یا برابر شریک ہونے کی لاعلمی بیان کر کے کانوں پر ہاتھ رکھتا ہے اور زبانِ حال سے یہ کہتا ہے کہ میں نے اس سے بڑا کوئی موجود ہونا تو درکنار کہیں سنا بھی نہیں ہے۔

یا یوں کہو کہ اب تو بڑے کا سامنا ہے، اُس کے ہوتے ہوئے سب فنا ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا اب سوائے اُس کے مجھے کسی کی خبر یا کسی کا ہوش نہیں رہا۔

اے خبیر! ایسا خبردار بنا دے مجھے

بے خبر سب سے رہوں تجھ سے خبردار رہوں

﴿۳۰﴾

نماز کے شروع میں ہاتھ اُٹھانے کی حکمت یہ ہے کہ نماز حضورِ معلیٰ کی تشریف آوری کا وقت ہے اور جنابِ معلیٰ، نمازی کے سامنے تشریف لاتے اور جلوہ فرماتے ہیں جیسا کہ حدیث احسان سے عیاں ہے۔

چنانچہ نمازی حضور کو دیکھتے ہی تعجب سے حیران ہو کر اللہ اکبر کہہ اُٹھتا ہے اور بے خودی کے عالم میں محوِ تجلی ہو کر نمازی کے ہاتھوں میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ اکثر دیوانے یا مجذوب یا جن پر کیفیت طاری ہوتی ہے، اپنے ہاتھ زیادہ اُٹھاتے ہیں۔ وہی کیفیت نمازی پر طاری ہو جاتی اور بے اختیار ہاتھ اُپر اُٹھ جاتے ہیں، مکمل حدیث احسان ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھے اسی دوران ایک شخص وہاں آیا اُس نے انتہائی سفید کپڑے پہن رکھے تھے اس کے بال انتہائی سیاہ تھے یعنی اُس کے وجود پر سفر سے آنے کا کوئی نشان موجود نہیں تھا۔ (نیز وہ مدینہ منورہ کا رہنے والا بھی نہیں تھا) کیونکہ ہم میں سے کوئی بھی اُس سے واقف نہیں تھا۔ وہ شخص آ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا۔ اُس نے اپنے دونوں گھٹنوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں کے ساتھ ملایا اور عرض کی: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے

اسلام کے بارے میں بتائیں؟

نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا: اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں ہے اور بے شک حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، تم نماز ادا کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر استطاعت ہو تو حج کرلو۔ وہ شخص بولا، آپ ﷺ نے سچ کہا ہے۔ آپ ﷺ مجھے ایمان کے بارے میں بتائیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: (ایمان یہ ہے) کہ تم اللہ، اُس کے فرشتوں، اُس کی کتابوں، اُس کے رسولوں اور آخرت کے دن پر ایمان لاؤ، اور تم تقدیر پر ایمان لاؤ خواہ وہ اچھی ہو یا بری۔ وہ شخص بولا، آپ ﷺ نے سچ کہا ہے۔ آپ ﷺ مجھے احسان کے بارے میں بتائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا (احسان یہ ہے کہ) تم اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا تم اُسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اُسے نہیں دیکھ سکتے تو بہر حال وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ وہ شخص بولا پھر آپ ﷺ مجھے قیامت کے (وقت) کے بارے میں بتا دیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے بارے میں مسؤل کا علم سائل سے زیادہ نہیں ہے، وہ شخص بولا، پھر آپ ﷺ مجھے قیامت کی علامات کے بارے میں بتا دیں! تو آپ ﷺ نے فرمایا (قیامت کی چند علامات یہ ہیں) کنیز اپنے آقا کو پیدا کرے گی اور برہنہ پاؤں، برہنہ تن، غریب، بکریوں کے چرواہے ایک دوسرے کے مقابلے میں بلند عمارات قائم کرنے لگیں گے۔

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں: پھر وہ شخص چلا گیا، کچھ دیر بعد نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے کہا، عمر رضی اللہ عنہ! کیا تم جانتے ہو کہ یہ سوال کرنے والا شخص کون تھا؟ میں نے عرض کی، اللہ اور اُس کا رسول ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جبرائیل علیہ السلام تھے جو تمہیں دین سکھانے کے لئے آئے تھے۔

﴿مسلم شریف، کتاب الایمان حدیث نمبر ۱﴾

۴

جس طرح کوئی شخص دریا میں غرق ہونے کے وقت اپنے ہاتھ اوپر اُٹھایا کرتا ہے کہ شائد کوئی چیز ہاتھ میں آجائے یا کوئی ہاتھ پکڑے اور جان بچ جائے' اسی طرح نمازی اپنی معصیت اور گناہ کے دریا کا خیال کر کے' زبان سے "اَللّٰہُ اَکْبَر" کہتا ہے اور ساتھ ہی اُوپر کی طرف ہاتھ اُٹھاتا ہے کہ اے مولا! میں تو ڈوبا' لیکن اگر تیری دستگیری ہو جائے اور تو میرا ہاتھ پکڑ لے تو اس گناہوں کے دریا میں ڈوبنے سے بچ جاؤں گا۔ یوں سمجھو نمازی اپنے ہاتھ اُٹھا کر اپنے خالق و مالک اللہ کریم کے سامنے اپنی بے بسی' بے چارگی اور عاجزی کا واضح اقرار کرتا ہے۔

تکبیر تحریمہ یا قنوت میں دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھانا

تکبیر تحریمہ اور قنوت میں دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ میں کسی چیز کا مالک نہیں ہوں' خالی ہاتھ ہوں' یا اللہ سب چیزیں تیری ہی ہیں اور تو ہی سب چیزوں کا مالک ہے' میں محتاج' فقیر' خالی ہاتھ تیری عطاء و بخشش کا طالب و اُمیدوار بن کر تیرے حضور میں حاضر ہوں' تیرے لطف و کرم کا منتظر ہوں۔

اس کے علاوہ دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھانا ماسوی اللہ سے دستبرداری کی طرف اشارہ ہے' میں ماسوی اللہ سے دستبردار ہو کر تیری سرکار میں حاضر ہوں۔

تکبیراتِ عیدین کی حکمت

عیدین کے دن کھانے' پینے' لہو ولعب میں مشغول ہو کر اندیشہ تھا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کو نہ بھول جائیں' اس لئے عیدین کی نماز میں چھ زائد تکبیرات مشروع ہیں' جن سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبرائی کا اظہار مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بلندی و بزرگی پیش نظر رہے' لہو ولعب میں مشغول ہو کر اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کو بھول نہ جائیں۔

نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے کی حکمتیں

انسان اپنے گناہوں کے باعث اللہ کا مجرم ہے اور نماز بمنزلہ درخواست کے ہے' جو اس ملزم نے رب العالمین کی عدالتِ عالیہ میں معافی کے لئے پیش کی۔ اگر نماز جماعت کے ساتھ پڑھتا ہے تو یہ درخواست بذریعہ وکیل (پیش امام) کے اور اگر تنہا یعنی بغیر جماعت کے پڑھتا ہے تو یہ درخواست خود ہی عدالتِ عالیہء الٰہیہ میں پیش کرتا ہے۔ چونکہ اس وقت اجلاسِ عالیہ قائم ہے۔ مالک الملک' شہنشاہِ اعظم عدالت عالیہ میں جلوہ افروز ہیں اور اس گنہگار ملزم کا مقدمہ پیش ہے۔ ایسی حالت میں ملزم کا فرض ہے کہ وہ ہاتھ باندھے' نیچے نظریں کئے' غفور الرحیم کے سامنے کھڑا ہو تا کہ اس کی عاجزانہ صورت کو دیکھ کر ''اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ'' کو رحم آجائے اور جہنم کے عذاب سے اس کی جان بخشی ہو جائے۔

(۲)

ظاہر تو یہ ہے کہ دست بستہ کھڑا ہونا بادشاہوں کے سامنے کھڑے ہونے کا دستور ہے۔ لیکن باطنی طور پر دست بستہ کھڑے ہونے کا زاویہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر پیدا کیا ہے اور وہ آسمانی روح اور خاکی جسم کا مجموعہ ہے۔ انسان میں آسمانی اسرار بھی اور زمینی اسرار بھی ہیں۔

اوپر کے جسم میں جو روح کا محل ہے اسرارِ آسمانی موجود ہیں اور نیچے کے حصہ میں جو نفس امارہ کا مقام ہے' زمینی اسرار موجود ہیں۔ جب بندہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو روح اور نفس میں جھگڑا شروع ہو جاتا ہے' روح چاہتی ہے کہ میں اپنی طرف کھینچوں' نفس اپنی طرف کھینچنا چاہتا ہے۔ روح چاہتی ہے کہ میں مشاہدہ حق کی طرف لے جاؤں۔ اس کشمکش میں بندہ حیران رہ جاتا ہے کہ کیا کروں' کیا نہ کروں۔ مشروع طریقہ پر ہاتھ باندھنے سے نفس اوپر آنے سے باز رہ جاتا ہے اور اس کی کشش کمزور

اور بے کار پڑ جاتی ہے جس کے نتیجے میں وہ مغلوب ہو جاتا ہے روح غالب آ جاتی ہے
اور نمازی کو مشاہدہ اور حضوری کی کیفیت حاصل ہو جاتی ہے۔

(عوارف المعارف مترجم: ۴۱۸)

ثناء سے نماز شروع کرنے کی حکمتیں

جب کسی شخص کو دربارِ شہنشاہی میں حاضری کی اجازت مل جائے تو وہ گفتگو کی ابتداء میں چند تمہیدی کلمات کے ذریعے بادشاہ کے القاب و آداب بیان کرتا ہے ثناء انہی القاب و آداب کا مجموعہ ہے۔ ترجمے پر غور کریں:
(سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ) یا اللہ تیری پاکی بیان کرتا ہوں کہ تو ہر عیب سے پاک ہے ہر برائی سے دور ہے (وَبِحَمْدِكَ) جتنی تعریف کی باتیں ہیں اور جتنے بھی قابلِ مدح اُمور ہیں وہ سب تیرے لئے ثابت ہیں۔ (وَتَبَارَكَ اسْمُكَ) تیرا نام بابرکت ہے ایسا بابرکت کہ جس چیز پر تیرا نام لیا جائے وہ بھی بابرکت ہو جاتی ہے۔ (وَتَعَالٰى جَدُّكَ) تیری شان بہت بلند ہے، تیری عظمت سب سے بالاتر ہے۔ (وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ) تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں نہ کوئی ذات پرستش کے لائق ہے نہ ہوگی۔
غور فرمائیں کہ ہر ہر کلمے میں کس قدر جامع الفاظ میں اللہ جل شانہ کی تسبیح و تقدیس پر مبنی القاب بیان کیے گئے ہیں۔

قراءت کی حکمت

ثناء کے بعد سورۂ فاتحہ (الحمد شریف) پڑھی جاتی ہے اس میں اول اللہ تعالیٰ کی تعریف اور تربیت عام اس کی رحمت عامہ و خاصہ اس کی مالکیت اور اختیار جزاء و سزا کا ذکر کرکے اللہ تعالیٰ سے اس ہدایت کے راستہ کی طلب کی جاتی ہے جس پر انعام یافتہ لوگ چلے ہیں اور گمراہوں کے راستہ سے جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا ہے بیزاری مطلوب ہے۔ اس کے بعد آمین کہی جاتی ہے کہ خدایا مجھ عاجز کی یہ دعا قبول کر۔ اس

کے بعد کچھ اور حصہ قرآن کا پڑھا جاتا ہے تاکہ اس خداوندی حکم نامہ کی قرأت و سماعت سے جو امام و مقتدی بکمال ادب کرتے ہیں یہ معلوم ہو کہ ہم ہر طرح اللہ تعالیٰ کے مطیع فرمان ہیں۔

۳

قرأت ظاہر تو یہ ہے کہ زبان سے کلمات پڑھ لئے جائیں' مگر باطنی طور پر راز یہ ہے کہ نمازی زبان سے جو کچھ پڑھے اُن کے معنی دل سے سمجھے اور غور کرے۔ ثواب کی آیت پر رحمتِ الٰہی کی اُمید رکھے' عذاب کی آیت پر اللہ تعالیٰ سے خوف زدہ ہو جائے اور پچھلی اُمتوں کے قصوں کی آیات سے عبرت حاصل کرے۔ بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ نماز میں قرأت شروع کرتے وقت یہ تصور کرنا چاہئے کہ میں کانوں سے اللہ تعالیٰ کا کلام سُن رہا ہوں یا اپنی عرض و معرض اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ قرأت کو نہایت اطمینان اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا چاہئے۔ نماز میں قرأت پڑھنے کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے:

"وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا" ﴿پ ۲۹' سورۂ مزمل آیت نمبر ۴﴾

اور قرآنِ مجید کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کریں۔

نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کی حکمتیں

الحمد شریف دراصل درخواست کا مضمون ہے جو حاکمِ اعلیٰ اللہ ربُّ العالمین نے خود اپنے بندوں کو سکھلایا' تاکہ عرضی کے مضمون میں کسی قسم کی کمی نہ رہ جائے اور نماز کے متعلق آپ پہلے ہی معلوم کر چکے ہیں کہ نماز عدالت اِلٰہیہ کی حاضری کا نام ہے۔ اب کوئی شخص عدالت میں حاضر تو ہو گیا' لیکن حاکم کے سامنے کوئی درخواست یا عرضی پیش نہ کرے تو پھر عدالت سے اس کو کیا خاک ملے گا یا عدالت میں حاضر بھی ہو گیا' درخواست بھی دے دی' لیکن درخواست کا مضمون یا تو حاکم کی شان کے مناسب نہ ہو

یا درخواست دینے والا اپنے پورے مطلب کو اس میں واضح نہ کر سکے، تب بھی عدالت کی حاضری مفید نہ ہوگی۔ اِس لئے ہر شخص پر اگر درخواست کا مضمون چھوڑ دیا جاتا تو پس یا تو درخواست پیش کرنے والا مالک کی شان کے مناسب درخواست نہ دیتا یا اس کی شان کے مناسب بھی اگر درخواست دے دیتا، لیکن اپنے مطلب کو اس میں پوری طرح ظاہر نہ کر سکتا تھا اِس لئے اللہ تعالیٰ نے خود اپنی طرف سے مضمون بتلا دیا تا کہ اُس کی شان کے مناسب اور بندہ کے لئے سب سے زیادہ ضروری اور جامع بھی ہو۔

— ◀ ۲ ▶ —

سورۂ فاتحہ (الحمد شریف) ایک عرضی ہے، جو نمازی بارگاہِ اِلٰہی میں پیش کرتا ہے۔ جیسے عرضی کے شروع میں بادشاہ کے القاب اور آداب، بادشاہ کی تعریفیں بیان کی جاتی ہیں۔ اِس طرح الحمد شریف میں مضمون ہے۔ پہلے دو جملے " اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ " سب خوبیاں تیری ذات کے لئے ہیں، کیونکہ تو سب کا پالنے والا، نہایت رحمت والا، مہربانی کرنے والا ہے۔ اللہ کی تعریف دوسرے جملہ میں " مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ " عدالت عالیہ کا با اختیار ہونا بیان ہوا۔ پھر تیسری مرتبہ " اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ " دونوں جملوں میں اپنا غلام ہونا ہمیشہ سے سرکار عالیہ سے ہر قسم کی مدد ملنا، اپنا قدیمی نمک خوار ہونا بیان کیا۔ ان سب مرتبوں کے بعد عرضی کا اصلی مضمون پیش ہوا۔ " اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ " الٰہی ہمیں ہدایت کر اور اپنی مرضی کا راستہ چلا، انبیاء و مرسلین اور اولیاء کاملین کا طریقہ ہمیں نصیب کیجئے۔ یہ گناہ کی خصلت، بری عادتیں چھڑایئے۔ یہود و نصاریٰ کی سی سرکشی اور گنہ گاری سے بچایئے۔ پھر انبیاء مرسلین کے ساتھ جنت میں بھیجئے۔ یہود و نصاریٰ کے ساتھ جہنم میں جانے سے محفوظ رکھئے۔ پس الحمد للہ شریف کی صورت میں ایک عرضی خون کی نجات اور جان بخشنے کے لئے پیش ہوئی۔ عرضی کا پیش ہونا تھا کہ فوراً منظور ہوئی اور جس کی

منظوری کی خبر مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا دی' جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

جب بندہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" کہتا ہے تو مولیٰ فرماتا ہے کہ بندے نے میری تعریف کی۔ جب "اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" کہتا ہے تو مولیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔ جب "مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ" کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے اپنے معاملات کو میرے سپرد کردیا' جب بندہ "اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" کہتا ہے تو مولیٰ فرماتا ہے یہ میرے اور بندے کے درمیان ہے' میرا بندہ جو کچھ مانگے گا وہی دوں گا۔ اِسی طرح جب بندہ "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے بندے کے لئے ہے اور میرا بندہ جو مانگے وہ اس کو ملے گا۔ ﴿مسند امام احمد بن حنبل الفتح الربانی' کتاب الصلوٰۃ' باب تفسیر سورۃ الفاتحہ﴾

الحمد شریف کے بعد آیتیں یا سورتیں پڑھنے کی حکمتیں

قرآنِ مجید تمام انسانوں کے لیے ہدایت نامہ ہے' قرآنِ مجید میں یا تو ایمان لانے' نیک عمل کرنے اور بری باتوں سے بچنے کے احکام ہیں یا اگلے انبیاء' اُن کی قوموں کا ذکر ہے یا پھر معاملات کی ہدایت ہے۔ جو کوئی ان میں سے ایمان لایا اُسے نجات ملی' جس نے کفر کیا وہ عذابِ الٰہی میں مبتلا ہوا۔ پس کوئی عرضی پیش کرنے والا "الحمد شریف" کے بعد وہ آیتیں پڑھتا ہے جن میں ایمان لانے' نیک اعمال کرنے' برے عملوں سے بچنے کی ہدایت ہے۔ تو یوں سمجھو کہ اس ملزم کی عرضی پر اللہ عزوجل کی عدالت سے یہ حکم ہوا کہ جاؤ ہم نے تمہارا قصور معاف کیا' جان بخشی کی' مگر آئندہ کے لئے تم اگر شاہی دستورُ العمل پر کاربند ہوگئے تو عدالت عالیہ ہمیشہ کے لیے جنت کی جاگیر عطا فرمائے گی۔ اگر "الحمد شریف" کے بعد وہ آیتیں پڑھیں کہ جن میں اگلی

اُمتوں کے عذاب کا ذکر ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ بارگاہِ الٰہی سے حکم ہوا کہ جاؤ اس وقت تمہارا قصور معاف کر دیا، لیکن یاد رکھو کہ اگر تم نے ایسے عمل کئے اور آئندہ کے لیے باز نہ آئے تو جو ان کافروں کا انجام ہوا وہی تمہارا انجام ہوگا۔ ''وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ'' (پ ۱۲، سورۃ ھود آیت نمبر ۸۳) اب بھی وہ عذاب ظالموں سے دور نہیں ہے۔ اگر رحمت الٰہی کا ذکر ہے تو اس میں یہ اشارہ ہے کہ جاؤ ہم نے بخش دیا اور ہمیشہ اسی طرح ہم سے معافی مانگتے رہو۔ الغرض جس قسم کی آیتیں ''الحمد شریف'' کے بعد پڑھی گئیں، وہی حکم نمازی کی عرضی پر ہوا۔ بس اس کو لازم ہے کہ اس کے حکم کا ہمیشہ پابند رہے اور اس کے حکم کے مطابق عمل کرے۔

— ◀ ۲ ▶ —

''سورۃ فاتحہ'' بارگاہِ خداوندی میں عرض و سوال تھا۔ سورۃ فاتحہ کے بعد جو سوالات یا آیت پڑھی گئی تو بدلالت ''ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ'' (یہ وہ عظیم کتاب ہے جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں، (یہ) پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے) ﴿پ ۱، سورۃ البقرہ: ۲﴾ معلوم ہوا کہ ان کی درخواست منظور ہوگئی اور ان کا سوال پورا ہو گیا اس لئے ضرورت تو اس امر کی تھی کہ پورا قرآنِ مجید سورۃ فاتحہ کے بعد پڑھا جاتا، لیکن چونکہ پانی کے ہر قطرہ کو پانی اور خاک کے ہر ذرہ کو خاک کہا جاتا ہے نیز اس وجہ سے کہ ہر شخص کے لئے نماز کی کل رکعتوں میں پورا قرآن پڑھنا دشوار تھا، حق جل مجدہٗ نے از راہِ تخفیف صرف تھوڑا سا قرآن پڑھ لینا جائز رکھا۔

''عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ''

﴿پ ۲۹، سورۃ المزمل: ۲۰﴾

وہ جانتا ہے کہ تم ہرگز اس کے احاطہ کی طاقت نہیں رکھتے، سو اس نے تم پر (مشقت میں تخفیف کر کے) معافی دے دی، پس جتنا آسانی سے ہو سکے قرآن پڑھ لیا کرو۔

میں اسی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔

قیام کی حکمت

نماز کے فرائض میں سے ایک فرض قیام ہے یعنی جب نماز کے لئے کھڑا ہو تو دست بستہ مؤدب کھڑا ہو اور ظاہری توجہ قبلہ کی طرف ہوتی ہے جس کی پاک زمین آدمی کے جسم کی پیدائش کی جگہ ہے' کیونکہ زمین وہیں سے پھیلی ہے اور بقاعدہ کلیہ "کل شي يرجع الى اصله" اسی طرف متوجہ ہونے کا حکم ہے ورنہ کعبہ مقصود بالذات نہیں مقصود بالذات صرف ذاتِ باری تعالیٰ ہے دوسری حکمت یہ ہے کہ تمام مسلمان ایک وقت میں ایک جگہ تو جمع ہو نہیں سکتے مگر ایک ہی سمت کعبہ کی طرف کھڑے ہونے سے گویا سب ملکر اسی طرف کو نماز پڑھتے ہیں اور یہ بھی ایک اجتماعی صورت ہے۔

— ◀ ۲ ▶ —

قیام کا ظاہری منشاء تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ بندہ نہایت عاجزی اور انکساری سے سر جھکا کر بارگاہِ خداوندی میں ایستادہ (کھڑا) ہو' مگر باطنی منشاء قیام کا یہ ہے کہ دل ہر قسم کے وہم وخیال سے پاک ہو جائے۔ صرف عظمت و جبروت شہنشاہِ حقیقی پیش نظر ہو اور یہ خیال بھی سامنے رہے کہ قیامت کے دن اسی طرح اللہ کے سامنے کھڑا ہونا پڑے گا۔ جس روز سب پوشیدہ باتیں ظاہر ہو جائیں گی۔

— ◀ ۳ ▶ —

قیام میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی جاتی ہے۔ شاہی دربار میں عرض معروض' درخواست' مدح وثناء کے قصیدے کھڑے ہو کر ہی پیش کئے جاتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے دربار میں حمد وثناء کے قصیدے خوانی کے لئے "قیام" آداب حاضری دربارِ خداوندی ہے۔

رکوع میں جھکنے کی حکمتیں

رکوع کی کیفیت یہ ہے کہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر جھک کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس میں خدا کی بڑائی اور پاکیزگی بیان کرتے ہیں جس سے مقصود یہ ہے کہ اے پروردگار! تیرے انعام واکرام اور تیرے جاہ وجلال نے جو مجھ پر ہے میری پشت کو دوتا کر دیا ہے اور اس کا میں متحمل نہیں ہو سکتا۔

— ◀ (۲) ▶ —

رکوع سے پہلے قیام میں بندہ نے جو درخواست پیش کی تھی اللہ ربّ العالمین نے اُس کو قبول فرمایا' چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب بندہ "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" پڑھ کر سورۃ کو ختم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اے میرے بندے تیری درخواست منظور ہوئی اور تیرے سوال کو ہم نے پورا کیا۔ اِس قبولیت اور جواب کے شکریئے میں بندہ نے رکوع کیا' سرِ تسلیم خم کیا اور سر کو جھکا لیا' کمر سامنے کر دی کہ اے میرے مالک' اے میرے شہنشاہ! تیرے گنہ گار بندے کا ناقص سر اور کمر حاضر ہے۔ اس کا شکر یہ کیسے ادا کر سکتا ہوں' بندہ اس سے بالکل عاجز ہے' یہ سر بھی تیرے سامنے حاضر ہے تو اس میں جو چاہے خیال پیدا کر دے اور یہ کمر بھی حاضر ہے تو اس میں جس قدر چاہے عمل کرنے کی قوت دیدے' جس قدر چاہے اس پر عملوں کا بوجھ رکھ دیجئے' آپ کو اختیار ہے' خواہ اِس کمر کو توڑ دے یا چھوڑ دے "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ" تیری ذات پاک ہے' بڑی سرکار ہے' میں تیرا پالا ہوا خانہ زاد ہوں۔

ارشاد ہوتا ہے کہ جاؤ ہم نے تمہاری کمر کا بوجھ یعنی گناہوں کی گٹھڑی کو دور کیا۔

جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جس وقت بندہ نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے' اُس کے سارے گناہ اُس کے سر پر

رکھ دیئے جاتے ہیں، جب نمازی رکوع میں جاتا ہے وہ سارے گناہ اس طرح بکھر جاتے ہیں جس طرح کھجور کے درخت سے خوشے دائیں بائیں گر کر بکھر جاتے ہیں۔

﴿کنز العمال حصہ ہشتم﴾

نمازی جب رکوع سے فارغ ہوتا ہے تو گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ بندہ گنہگار خوش ہو کر کھڑا ہوتا ہوا زبان سے کہتا ہے ''سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ'' سن لیا، مولیٰ نے جو کچھ اُس کی بارگاہِ عالیہ میں عرض کیا گیا۔

﴿۳﴾

رکوع کی ظاہری کیفیت تو سر خم کرنا ہے، مگر حقیقت جل جلالہ کے جلال وجبروت اور عظمت وکبریائی کے سامنے دل کی عاجزی کا اظہار ہے۔

سر تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

قومہ کی حکمت

رکوع کے بعد قیام کی مانند تھوڑی دیر کھڑے ہونے کو قومہ کہتے ہیں۔ قومہ کے بعد نمازی سیدھا سجدے میں چلا جاتا ہے۔ رکوع اور سجدے کا مزہ الگ الگ ہے۔ رکوع کا مزہ لینے کے بعد نمازی سجدے میں چلا جاتا ہے، تا کہ سجدے کا مزہ بھی حاصل کر لے۔ اب رکوع اور سجدے کا مزہ جدا جدا رکھنے کے لئے درمیان میں وقفہ رکھا گیا اور اُس کا نام قومہ رکھا۔ دو سجداوں کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھنے کو جلسہ کہتے ہیں۔ جلسہ میں بیٹھنے کی وجہ سے پہلے سجدے کے بعد دوسرے سجدے کا مزہ نمایاں ہو جاتا ہے۔ ایک وصل کے بعد تھوڑی دیر کا وقفہ دوسرے وصل کے مزے کو دوبالا کر دیتا ہے۔

﴿۲﴾

رکوع کے بعد چونکہ سجدہ کیا جاتا ہے۔ رکوع سے ایک دم سجدے میں جانا

باعث تکلیف تھا اس لئے رکوع اور سجدہ کے درمیان ایک تیسرا فعل مشروع قرار دیا گیا تا کہ رکوع اور سجدہ دو علیحدہ علیحدہ مستقل عبادتیں بن جائیں۔

— ◄ ۳ ► —

رکوع کے بعد سر اُٹھایا جاتا ہے جس سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم اس حمد و ثناء پر قائم ہیں اور یہ کہا جاتا ہے۔ ''سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ'' یعنی جو کوئی اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حمد سنتا ہے۔ مطلب یہ کہ اے بندے تم جو ہماری تعریف اور ثناء کرتے ہو ہم نے اُس کو سن لیا۔

سجدہ کی حکمتیں

نمازی کو جو کچھ عرصہء حضوری میں کھڑے رہنے اور گناہوں سے پاک وصاف ہونے کی وجہ سے ایک خاص حالت طاری ہوئی تھی' قربِ الٰہی کے انوار کا اثر نور اور سرور پیدا ہوتا چلا گیا تھا اور کچھ طمانیت حاصل ہوئی' کیونکہ اگر وہ سرکار مظہر جلال ہے تو مظہر جمال بے زوال بھی ہے۔ یہ اس پیشی کے وقت میں گناہوں کی معافی کے لیے رکوع میں جھکا تھا تو کسی قدر جمال اور جلال کے دروازہ پر پہنچا تھا اور سرور اور نور بھی زیادہ ہوا تھا اس لیے فطری اور نیچر طریقہ پر انسان کو خیال ہوا کہ جب دور سے حاضری میں یہ کیفیت ہوئی' جب دور کی حاضری میں یہ اثر ہے تو بالکل درِ دولت پر حاضر ہو کر خدا جانے کیا حاصل ہوگا۔ نزدیک کی حاضری میں نورانی کیفیت میں کس قدر زیادتی اور ترقی حاصل ہوگی' اس لیے اس کی فطرت نے تقاضا کیا کہ اب نزدیک کی حاضری دینی چاہیے اور دنیا میں ربّ العالمین کی نزدیکی سجدہ کے سوا کسی اور شکل میں ممکن نہیں' اس لیے انسان نزدیک ترین قربت حاصل کرنے کے لیے سجدہ میں فوراً گر گیا' کیونکہ سجدہ کرنے والا اللہ کے قدموں میں سجدہ کرتا ہے' امام جلال الدین سیوطی علیہ رحمۃ اللہ اپنی تصنیف ''جامع صغیر'' میں فرماتے ہیں:

"اِنَّ السَّجَدَ یَسْجُدُ فِیْ قَدَمِی الرَّحْمٰنِ"

سجدہ کرنے والا رحمٰن کے قدموں میں سجدہ کرتا ہے۔

بندہ اپنے مولیٰ سے قریب ہو جاتا ہے۔ بندہ نے سجدہ کیا "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" "رب اونچی شان والا اور نہایت اعلیٰ ہے" میں کس طرح اُس کی شانِ عالی کا اظہار کر سکتا ہوں' اس نے مجھے اس خاک سے پیدا کیا۔ اِرشاد ہوا کہ اے بندے! اُٹھ اور سب کو دکھا کہ ہم نے اِس خاک سے تمہیں کس طرح پیدا کیا' یہ سن کر بندہ فوراً اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہوا خاک سے اُٹھا اور خدا کی قدرت کو عیاں کر دکھایا۔ وہاں سے اِرشاد ہوا کہ اِس زندگی پر مغرور نہ ہونا' پھر تمہیں اِسی خاک میں ملنا ہوگا' جاؤ دوسرا سجدہ کرو' پھر خاک میں مل کر دکھاؤ کہ بندہ مر کر کس طرح خاک میں ملے گا۔ یہ سنتے ہی فوراً بندہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہوا دوسرے سجدے میں گر گیا اور وہی پہلی تسبیح ادا کی' اِرشاد ہوا کہ ہم مارنے کے بعد دوبارہ پھر زندہ کریں گے تو بندہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہوا پھر کھڑا ہو گیا کہ دیکھو کہ ہم اِس خاک سے زندہ ہو کر قیامت کے دن کھڑے ہو جائیں گے۔ لیکن جو کچھ نمازی کی آنکھوں نے دیکھا اور دل میں شوق و ذوق پیدا ہوا اُس نے لاچار کیا کہ اب دوبارہ حضوری میں حاضر ہونے کی پھر عرضی دی جاوے' چنانچہ عرضی پیش ہوئی اور بلایا گیا اور پہلی مرتبہ کی پیشی کی طرح ادا کرتا رہا۔

— ◄ (۲) ► —

حدیث پاک میں ہے "کَمَا تَمُوْتُوْنَ تَحْیَوْنَ" "جس حال میں تمہیں موت آئے گی (روزِ محشر) تم اسی حال میں اُٹھائے جاؤ گے) لہٰذا جس شخص کو نماز کے' سجدے میں موت آئے گی وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور سجدے کی حالت میں اُٹھے گا' وہ کتنا خوش نصیب انسان ہوگا۔ ہر مؤمن کی تمنا ہونی چاہیے کہ سجدے کی حالت میں موت آئے۔ شاید اسی لئے شاعر نے کہا ہے:

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے

یہی دل کی حسرت' یہی آرزو ہے

(۳)

انسان نے اپنے سر کو اپنے پروردگار کے آگے جھکا دیا' اُس کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے اُسے یہ انعام بخشا کہ کھانے' پینے کے لئے جھکنا نہیں پڑتا بلکہ ہاتھوں کے ذریعے منہ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

(۴)

مومن سجدے میں جا کر "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" کہہ کر اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کا صلہ عطاء کرتا ہے' جیسا کہ قرآنِ پاک میں ہے:

"ھَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ" ﴿پ ۲۷' سورۃ الرحمٰن آیت نمبر ۶۰﴾

اچھائی کا بدلہ اچھائی ہی ہوتا ہے۔

اس کے بدلے میں اللہ پاک فرماتا ہے' اے میرے بندے تو نے اپنے آپ کو میری بارگاہ میں حقیر بنا کر' گرا کر اپنی عاجزی کا اظہار کر کے میری بڑائی کا اعلان کیا اُس کے بدلے میں تمہیں انعام دیتا ہوں..... ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿پ ۴' سورۃ آل عمران: ۱۳۹﴾

اگر تم با ایمان رہو تو کائنات میں ہر طرح سر بلند اور بالاتر رہنے والے تم ہی ہو۔

(۵)

سجدہ کا ماحصل یہ ہے کہ خدایا ہم اپنے اشرف اعضاء کو جو کہ پیشانی ہے تیری جناب کے سامنے خاک پر رگڑتے ہیں جو کہ پست تر چیز ہے۔ اس لئے ہم تیرے سامنے زمین کی طرح ذلیل ہیں اور یہ بھی مقصود ہے کہ انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے آخر خاک ہی میں مل جاتا ہے۔ پس یہ خیال ہمیشہ اس کو تواضع اور فروتنی کی یاد دلاتا ہے' تکبر اور غرور و گھمنڈ کو مٹاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی اور علوشان کی تسبیح پڑھی جاتی

ہے، اُٹھتے بیٹھتے اللہ اکبر کہنے سے اللہ تعالیٰ کی برتری کا اظہار مقصود ہے۔

(۶)

سجدہ بظاہر تو زمین پر ناک اور پیشانی رکھنا ہے، مگر درحقیقت اپنی عاجزی اور تذلیل کا انتہائی اظہار ہے اور یہ خیال سامنے لانا ہے کہ ہم اس مٹی سے پیدا ہوئے ہیں اس مٹی میں مرکر چلے جائیں گے۔

(۷)

رکوع کرنے کے بعد بارگاہِ ربُّ العزت میں حضوری اور عجز و نیازی کے اظہار سے گناہوں کی معافی سے بندہ کے دل پر ایک خاص کیفیت طاری ہوگئی یہ خیال کرتے ہوئے کہ جب دور سے حاضری میں قربِ الٰہی کے کوائف کا یہ عالم ہے تو نزدیک کی حاضری میں اس کیفیت اور انوار میں اور زیادتی ہوگی۔ فطرت متقاضی ہوئی کہ اب نزدیک کی حاضری دی جائے۔ چونکہ ربُّ العالمین کا قرب سجدے کے سوا اور کسی شکل میں نہیں ملتا:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿پ ۳۰ سورۃ العلق:۱۹﴾

اور آپ سجدہ کیجئے اور قریب ہو جایئے۔

(۸)

اللہ تعالیٰ کو بندے کی عاجزی اور انکساری پسند ہے۔ جب بندہ نے اپنا سر زمین پر رکھ کر تذلل اور انکساری کا مظاہرہ کیا تو رحمت خداوندی نے اس کو آغوشِ رحمت میں لے لیا۔ مَنْ تَوَاضَعَ اللّٰہُ رَفَعَہُ اللّٰہُ (جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے، حق تعالیٰ اس کو سر بلندی عطا فرماتا ہے)۔

سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھنے کی حکمتیں

"سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" کے معنی یہ ہیں کہ پاک ہے میرا رب جو سب بڑوں

سے بڑا ہے۔ اعلیٰ اُس کو کہتے ہیں جس سے کمال کی اِبتداء (شروع) اور کمال کی انتہا بھی اُس پر ہو جائے۔ کیونکہ اِنسان کو اِس قطرہ منی کی شکل میں مٹی سے پیدا کیا اور پھر اس گندے اور ناپاک قطرے کو کتنا بڑا کمال بخشا کہ اپنے خاص دربار کی حاضری کا موقع عنایت فرمایا۔

''چہ نسبت خاک را با عالم پاک''

اِس لیے ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی'' کہہ کر اِنسان اقرار کرتا ہے کہ اے اللہ! تو نے ہی اِبتداء میں کمال بخشا کہ مجھ جیسے ذلیل اور ناپاک کو اپنے خاص دربار میں حاضری کا شرف بخشا۔ ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی'' یعنی اے اللہ! تو ہی شروع میں کمال بخشنے والا ہے اور تو ہی آخر میں کمال پر پہنچانے والا ہے۔ بندے کے اس اقرار کے بعد خالق اِرشاد فرماتا ہے: اے میرے بندے! اُٹھ اور سب کو دکھا کہ تیرے رب نے کس طرح خاک اور منی جیسی ذلیل چیز سے پیدا کر کے کس درجہ پر پہنچایا۔ بندہ ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' (اللہ سب سے بڑا ہے) کہتا ہوا سجدہ سے اُٹھتا ہے گویا لوگوں کو دکھاتا ہے کہ دیکھو میرے خالق نے مجھے کتنا کمال عطا فرمایا ہے۔

رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ اور سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی مقرر ہونے کی حکمتیں

رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ اور سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی مقرر ہونے کی حکمت یہ ہے کہ رکوع میں اِنسان صرف جھک جاتا ہے اور پوری عاجزی وانکساری رکوع میں ادا نہیں ہوتی، اِس لیے وہ صرف یہ کہتا ہے ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ'' (پاک ہے میرا پروردگار جو بڑا عظیم ہے)۔ سجدہ میں اِنسان اِنتہائی عاجزی اور انکساری سے پیش آتا ہے کہ اپنے سر کو زمین پر رکھ دیتا ہے جو سب اعضاء کے بالکل برعکس ہمیشہ اُوپر کو رہتا ہے اور باقی اعضاء کا رُخ ہمیشہ نیچے کو رہتا ہے تو

جب اِنسان نے انتہائی عاجزی پیش کر دی اور بندگی کا پورا پورا اقرار کر لیا تو اب یوں کہتا ہے "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" پاک ہے میرا رب جو بہت زیادہ بڑا اعلیٰ ہے۔

جلسہ کی حکمت

دونوں سجدوں کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھنے کو جلسہ کہتے ہیں۔ جلسہ میں بیٹھنے کی وجہ سے پہلے سجدے کے بعد دوسرے سجدے کا مزہ نمایاں ہو جاتا ہے۔ ایک وصل کے بعد تھوڑی دیر کا وقفہ دوسرے وصل کے مزے کو دوبالا کر دیتا ہے۔

— ◄ ۲ ► —

جلسہ سے مقصود یہ ہے کہ ہم اپنی فروتنی اور اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کرنے پر ثابت ہیں اور اس میں کبھی دُعائے مغفرت وطلب رحمت کرتے ہیں، پھر دوبارہ سجدہ کر کے اللہ اکبر کہہ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور بدستور قرأت ورکوع وسجود کیا جاتا ہے۔

رکوع ایک اور سجدے دو ہونے کی حکمتیں

عقل تو یہ چاہتی ہے کہ جب سارے رُکن ایک ایک ہیں تو سجدہ بھی ایک ہوتا، سجدے دو کیوں ہیں؟ سجدے دو ہونے کی حکمتیں ملاحظہ فرمائیں:

کیونکہ پہلے سجدہ کے بعد اِنسان پورے کمال تک پہنچ گیا یعنی بادشاہ کے خاص درباریوں میں داخل ہو گیا اور اس قربِ خاص پر اندیشہ تھا کہ کہیں شیطان کی طرح مغرور نہ ہو جائے اِس لیے اس کو پھر حکم ہوا، دوبارہ سجدہ کر اور اس پاک زندگی پر مغرور نہ ہو جا، کیونکہ ہم نے تجھ کو اِس خاک سے پیدا کیا اور دوبارہ اِسی خاک میں ملا دیں گے، قرآنِ پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ ﴿پ ۱۶، سورۂ طٰہٰ آیت نمبر ۵۵﴾

ہم نے تمہیں اسی زمین (کی مٹی) سے پیدا کیا ہے اور ہم تمہیں اسی میں واپس لے جائیں گے۔

کیونکہ جس شخص کی اپنی اصلیت پر نظر رہتی ہے وہ بہت کم متکبر ہوتا ہے' محمود کے غلام ایاز کو جب خاص درباری ہونے کا شرف حاصل ہو گیا تو روزانہ اپنے کھرپا اور پرانے کپڑے دیکھ لیا کرتا تھا کہ دیکھ یہ تیری اصلیت ہے تو اِس وجہ سے یہاں تک پہنچا ہے کہ اس وقت بادشاہ کے نزدیک تیرے برابر کوئی بھی آدمی نہیں جو تیری برابری کر سکے۔

— ◀ ۲ ▶ —

جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو سب فرشتوں نے سجدہ کیا' لیکن ابلیس نے نہ کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اُس کو ملعون کیا اور لعنت کا طوق اُس کے گلے میں ڈالا۔ جب فرشتوں نے سجدے سے سر اُٹھایا' شیطان کو دیکھا کہ حکم نہ مان کر ذلیل وملعون ہو گیا' تب فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کی اس توفیق پر دوبارہ شکریے کے لئے سجدہ کیا۔ سجدہ میں سر رکھ کر عرض کیا کہ اے خدا! تو نے ہمیں اِس لعنت سے بچایا' تیرا شکر ہے۔ خداوند کریم نے وہی دونوں سجدے' ہر رکعت میں مقرر کر دیئے' تا کہ نمازی حضرت آدم علیہ السلام اور ملائکہ کی عبادت کا ثواب حاصل کرے اور ساری عبادت کے ارکان میں ملائکہ کے برابر ہو جائے۔ نماز میں پہلا سجدہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ہے' دوسرا سجدہ لعنت سے بچنے کا قلعہ اور رحمت الٰہی کا شامیانہ ہے۔ ﴿نزہتہ المجالس ص ۲۳۱﴾

— ◀ ۳ ▶ —

عام دستور ہے کہ جس کام کو ایک مرتبہ کرنے میں خوب مزہ آئے اُسے دوسری مرتبہ کر کے قند مکرر کا مزہ لیا جاتا ہے۔ مومن کو سجدے میں ایسا لطف ملا کہ بے اختیار دوسری مرتبہ بھی سجدے میں جا گرا۔

— ◀ ۴ ▶ —

حضرت معاذ بن جبل اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج آسمانوں پر تشریف لے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے آسمان پر بہت سے ایسے فرشتوں کو دیکھا' جب سے اللہ تعالیٰ نے اُن کو پیدا کیا تھا وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول تھے۔

دوسرے آسمان پر ایسے فرشتوں کو دیکھا جو اللہ تعالیٰ کے لئے رکوع کرتے تھے جب سے اُن کو پیدا کیا گیا اور وہ اپنے سروں کو رکوع سے نہیں اُٹھاتے تھے۔

تیسرے آسمان پر بہت سے فرشتوں کو دیکھا جو سجدہ کرتے تھے اللہ کو جب سے وہ پیدا ہوئے اور وہ اپنے سروں کو سجدے سے نہیں اُٹھاتے تھے مگر جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے اپنے سروں کو اُٹھایا اور سلام کا جواب دیا پھر دوبارہ سجدہ میں چلے گئے اور قیامت تک سجدے میں رہیں گے اس لئے دو سجدے نماز میں فرض ہوئے۔

چوتھے آسمان پر فرشتوں کو دیکھا جو تشہد پڑھتے تھے۔

پانچویں آسمان پر فرشتوں کو دیکھا جو تکبیر و تہلیل پڑھتے تھے۔

اور ساتویں آسمان پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرشتوں کو دیکھا جو سلام پڑھتے تھے۔ جب سے ان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ پس سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل متردد اور متفکر ہوا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواہش کی کہ یہ تمام عبادتیں میرے لئے اور میری اُمت کے لئے ہوں۔ پس عالم الغیب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے فکر اور اشتیاق کو جان لیا اور اُٹھا لی ساتوں آسمان کے فرشتوں کی عبادت اور بخش دی اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اور فرمایا: جس نے پانچوں وقت نماز ادا کی وہ ساتوں آسمان کے فرشتوں کی عبادت کا ثواب حاصل کرے گا۔ ﴿درۃ الناصحین جلد اوّل' باب نمبر ۸ بعنوان باجماعت نماز ادا کرنیکی فضیلت﴾

قعدہ کی حکمت

پھر دو رکعت کے بعد دو زانو ہو کر مؤدب بیٹھا جاتا ہے جس کو قعدہ کہتے ہیں۔

گویا اس قدر عاجزی کے بعد اس قابل ہو گیا کہ دربارِ خداوندی میں بیٹھنے کی اجازت ملے۔ اس وقت بندہ یہ اظہار کرتا ہے کہ قلبی تعظیمات اور بدنی و مالی عبادات کا مستحق صرف حق سبحانہٗ و تعالیٰ ہے۔ اس کے بعد بغرض مکافات ہدایت و رہبری حضرت رسولِ کریم ﷺ کی خدمت میں سلام پیغام پہنچایا جاتا ہے۔ گویا کہ روضہ شریفہ کے سامنے کھڑا ہو کر سلام عرض کر رہا ہے اور پھر اپنے اور اللہ تعالیٰ کے سب فرمانبرداروں اور اپنے ماں باپ اور تمام اہل اسلام کے لئے دعائے مغفرت و ہدایت وغیرہ کر کے نماز کے ختم کے لئے دائیں بائیں منہ پھیر کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ (یعنی دونوں طرف کے مومنین اور فرشتوں کو) سلام کر کے فارغ ہوتا ہے۔ گویا یہ عالم استغراق اور علوی تھا اور مومن کا معراج تھا جس سے فارغ اور واپس ہو کر عالم سفلی میں آ گیا اور آ کر اس جہان کے لوگوں کو سلام کہتا ہے جس طرح مسافر سفر سے واپسی کے وقت سلام کہتا ہے' کبھی صرف التحیات اور تشہد پڑھ کر اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور دو اور ملا کر چار رکعت کے بعد سلام کرتے ہیں۔ اور پھر ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگتے ہیں اور جو اپنی آرزو ہوتی ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں۔

(۲)

نماز میں چار چیزیں پڑھی جاتی ہیں مثلاً "قرآن' تسبیحیں' درود شریف اور دُعائیں" اور چار کام کئے جاتے ہیں مثلاً "قیام' رکوع' سجدہ اور قعود"۔ ان چاروں کاموں میں دو حکمتیں ہیں۔ ایک یہ کہ انسان میں چار وصف ہیں۔ وہ جماد بھی ہے نامی بھی۔ حیوان بھی ہے انسان بھی۔ جماد عبادت میں بیٹھا رہتا ہے۔ حیوان کی اصل عبادت رکوع میں رہنا ہے۔ نباتات کی بندگی سجدہ۔ انسان کی بندگی قیام۔ جیسا کہ قرآن مجید سے ثابت ہے:

(۱) وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا ﴿پ ۱۹ سورۃ فرقان آیت نمبر ۶۴﴾

اور وہ جو راتوں کو اپنے پروردگار کے حضور سجدے میں اور قیام میں مصروف

رہتے ہیں۔

لہٰذا نماز میں اِن چاروں عبادات کو جمع کر دیا گیا۔ نیز یہ چاروں وصف اِنسان کے لئے رب سے دوری کا باعث بنے۔ گویا انسان چار درجے نیچے اُترا۔ اس کی ترقی کے لئے چار کام مقرر کئے گئے۔ دوسرے یہ کہ اِنسان میں آگ، پانی، ہوا، مٹی جمع ہے۔ آگ کی خاصیت تکبر و غرور ہے اِس لئے وہ اُوپر کو اُٹھتی ہے۔ دیکھو شیطان آدم علیہ السلام کے آگے نہ جھکا، وہ آگ سے بنا ہے۔ پانی کا کام ہے پھیلنا۔ خاک کی تاثیر جمود اور بے حسی ہے۔ ہوا کی تاثیر شہوت ہے۔ اِسی لئے مقوی باہ دوائیاں بادانگیز ہوتی ہیں۔ گویا اِنسان اِن چار مفردوں کا معجون مرکب ہے اور مفردات کا اثر معجون میں ہوتا ہے۔ لہٰذا اِنسان میں یہ چاروں عیوب موجود تھے، ان کے دفعیہ کے لئے یہ چار ارکان نماز میں قائم کئے گئے اور ان ارکان کو اللہ تعالیٰ کے مختلف ذکروں سے پُر کیا گیا تاکہ عیوب سے پاکی حاصل ہو جس کا بیان اِس آیت میں ہے:

"اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ" ﴿پ۲۱ سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۴۵﴾

بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے

مزید یہ کہ نماز قائم کرنے سے اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے، جیسا کہ اس آیت سے عیاں ہے۔

"وَقَالَ اللّٰہُ اِنِّیْ مَعَکُمْ ط لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوۃَ" ﴿پ۶ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۱۲﴾

اور اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم پابندی سے نمازیں پڑھتے رہے۔

قعدہ اولیٰ میں التحیات پڑھنے کی حکمت

شروع شروع میں نماز دو دو رکعت ہی فرض ہوئی تھی، باقی رکعتیں اس کی تتمیم اور تکمیل کے لئے ہیں، اس واسطے ہر دو رکعت کے بعد قعدہ مقرر کیا گیا، تاکہ اصل اور

فرع میں تمیز باقی رہے۔

قعدہ اولیٰ وثانیہ میں التحیات پڑھنے کی حکمت

تحیہ عربی زبان میں مدح، ستائش، بڑائی، مہربانی اور عنایتوں کے بیان کرنے کو کہتے ہیں۔ عبادت فرمانبرداری اور تعظیم کا نام ہے، اس لئے زبان سے جو کچھ فرمانبرداری اور عبودیت کا اظہار کیا جاتا ہے اُس کا نام تحیہ ہے۔ چونکہ ہر قسم کی آسائش اور نعمتوں کا منبع ذاتِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہے اور اسی کے فضل وکرم سے اس کے سامنے آسائش سے متمتع اور لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ نیک اعمال کی توفیق اور راہِ ہدایت پر قائم اور ثابت قدم رہنا اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے اُس کی حمد وثناء کے گیت گانا انسان کا فرضِ اوّلین ہے۔

صلوٰۃ اس تعظیم وعبادت کا نام ہے جو زبان، دل اور اعضاء کے اتفاق واشتراک سے ادا کی جاتی ہے۔ صلوٰۃ کا یہ مفہوم تمام بدنی عبادات کو حاوی ہے، سو جب انسان اللہ عزوجل کی عظمت وبزرگی اور اس کے بیشمار انعامات واحسانات پر غور کرتا ہے تو بلا اختیار زبان پر کلماتِ تعریف وستائش جاری ہو جاتے ہیں۔ اعضاء وجوارح بھی متاثر ہو جاتے ہیں، کمر خم ہو جاتی ہے، پیشانی زمین پر رکھ دی جاتی ہے، پھر یہ اثر یہیں تک محدود نہیں رہتا، اپنا عزیز دلچسپ مال اس کی رضا وخوشنودی کے لئے خرچ کرنے میں دریغ نہیں کیا جاتا، یہ مالی عبادت ہے۔

غرضیکہ قعدہ اولیٰ وثانیہ میں التحیات پڑھنے سے زبانی، جانی ومالی عبادت کا صرف اللہ تعالیٰ کے حق کا بیان اور اپنے محسنِ اعظم، حضور احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل کے ساتھ گرویدگی کا اظہار اور ان خادمانِ دین متین صحابہ کرام، اولیا، اصفیا، اتقیاء کے لئے دعا ہے، جنہوں نے دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہم تک پہنچانے کے لئے اپنی

جانیں راہِ خدا میں وقف کردیں' نیند اور آرام اپنے اوپر حرام کرلیا' بڑے بڑے سفر پا پیادہ طے کئے' ان بزرگوں کے احسانات اور ان کی کوششوں اور جانفروشیوں کو سامنے رکھ کر اُن کو دُعائے خیر میں شریک کرنا ایمان کا حصہ ہے۔ جس طرح انسان پر اللہ تعالیٰ کا شکر واجب ہے بندہ کا شکر بھی واجب ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک سے عیاں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرُ اللّٰہَ

﴿ مسند امام احمد بن حنبل جلد دوم ☆ اِحیاءُ العلوم الدین جلد چہارم' شکر کا بیان ﴾

جو شخص لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔

— ◀ ۲ ▶ —

دربارِ خداوندی میں آداب و تعظیمات کی بجا آوری اور حکمنامہ سننے سے فراغت ہوئی تو حضورِ الٰہی میں بیٹھ جانے کی اجازت عطا ہوئی' بندوں نے سوا ہوکر ہمارے حضور میں کیا تحفہ لائے' قعدہ اخیرہ میں اس امر کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اے خدا تعظیمات قلبی اور بدنی و مالی عبادت کا مستحق تو ہی ہے۔ قلبی تعظیمات اور بدنی عبادات تیرے حضور کے لائق ہیں۔ لہٰذا میں اپنے دل اور اپنے سارے اعضاء و جوارح کے ساتھ تیرے حضور میں حاضر ہوں۔ نماز کی ہر ایک نشست و برخاست میں تمام اعضاء کو قبلہ رُخ رکھنے کا حکم ہے اس لئے دایاں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پیر پر بیٹھنے کا حکم ہے۔ قعدہ اخیرہ میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کی مشروعیت اس لئے ہے کہ بندے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد دل سے نہ بھلا دیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرتے رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذریعہ بندوں کو ایمان اور اسلام کی دولت نصیب ہوئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغِ رسالت کی قدر کریں اور اس کے شکریہ میں درود و سلام پڑھیں' تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جو حقوق بندوں پر واجب ہیں اُن میں کچھ نہ کچھ حق تو ادا ہو جائے۔

قعود کی حکمت

قعود بظاہر نشست کا ایک طریقہ ہے، مگر در حقیقت بہت ادب و تعظیم سے بیٹھ کر مناجات اور حق سبحانہٗ کے سامنے عرضِ حاجات ہے۔

دوبارہ قیام کی حکمتیں

کیونکہ ان دونوں سجدوں میں اِنسان کی دو حالتیں ظاہر کی گئی ہیں، اوّل سجدے سے اُس کی پیدائش معلوم کرائی گئی کہ ہم نے تجھ کو اِس مٹی سے پیدا کیا، دوسرے سجدے سے بتلایا گیا کہ دیکھ پیدا کرنے کے بعد پھر اسی طرح ہم تم کو موت دے کر دوسری مرتبہ مٹی میں ملا دیں گے اور تیسری مرتبہ مرنے کے بعد پھر اسی مٹی سے قیامت میں زندہ کر کے کھڑا کریں گے، جیسا کہ قرآنِ مجید میں ہے:

"وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ۝" ﴿پ ۱۶، سورۂ طٰہٰ آیت نمبر ۵۵﴾

اور اسی میں سے ہم تمہیں دوسری مرتبہ (پھر) نکالیں گے۔

اس چیز کی یاد تازہ کرنے کے لیے بندہ "اللہ اکبر" کہتا ہوا پھر سیدھا کھڑا ہو گیا

ہر عمل کی تبدیلی کے وقت تکبیر کی حکمت

نماز میں ایک عمل سے دوسرے عمل میں منتقل ہوتے وقت تکبیر کہی جاتی ہے، تاکہ مؤمن کی زبان سے بار بار اس حقیقت کا اظہار ہو کہ حق تعالیٰ ہماری عبادت سے بلند و بالا ہے۔ رکوع میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ" کے الفاظ سے عظمتِ الٰہی کا بار بار اعتراف کیا گیا، لہٰذا رکوع سے قومہ میں جاتے وقت "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" کہا گیا۔ یہ بھی لطف اور مزے کی بات ہے کہ جب امام نے کہا "اللہ تعالیٰ حمد کرنے والے کی فریاد سنتا ہے"، تو مؤمن نے جواب میں کہا "رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ" اے پروردگار سب تعریفیں آپ کے لیے ہیں۔

طویل قیام وسجدہ کی حکمتیں

طویل قیام کی فضیلت اس لئے ہے کہ مومن اس میں قرآنِ پاک کی قرأت کر رہا ہوتا ہے اور قرأت قرآنِ مجید تمام ذکر واذکار پر فضیلت رکھتی ہے۔ حدیث پاک کے مطابق نماز میں پڑھنے والے شخص کو ہر حرف کے بدلے سو نیکیاں ملتی ہیں' سو گناہ معاف ہوتے ہیں اور جنت کے سو درجے بلند کئے جاتے ہیں۔ اللہ رب العزت قاری کا قرآن نہایت توجہ کے ساتھ سنتے ہیں۔

طویل سجدے کی فضیلت اس لئے ہے کہ مومن اپنے نفس کو پامال کرتا ہے' پیشانی خاک پر ٹکا دیتا ہے' پس اللہ تعالیٰ سے قریب ہو جاتا ہے۔ قرآنِ مجید میں "وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (پ۳۰' العلق:۱۹) کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ سجدے سے قرب ملتا ہے۔ حدیث پاک سے بھی یہی مضمون ثابت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا فرمان نقل کیا:

"یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِالنَّوَافِلْ"

میرا بندہ' نوافل کے ذریعے میرا قرب پالیتا ہے۔

انسان کی طبیعت کبھی طویل قیام کو پسند کرتی ہے' کبھی طویل سجدے کو پسند کرتی ہے۔ اس لئے مشائخ کے انداز مختلف رہے ہیں بعض نے طویل قیام کو پسند کیا ہے اور بعض نے طویل سجدے کو پسند کیا ہے۔

— ◄ ۲ ► —

قیام ایک سربلندی اور رفعت ہے اور سجدہ پستی ہے' حدیث پاک میں ہے:

حق علی اللہ ان لایرفع شئی الاوضعه ومن تواضع اللہ الارفعه

﴿نماز ودُعا:۳۵﴾

جوکوئی ارتقاء اور بلندی اختیار کرے گا یا سر اُٹھائے گا' واجب ہے اللہ پر کہ وہ

اُسے پست اور سرنگوں کرتے ۔

چنانچہ قیام سر بلندی تھی اس لیے سرنگوں کیا گیا، رکوع میں اور سجدہ میں ڈالا گیا، اور جو کوئی پستی اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ ضرور اس کو سر بلند کرے گا، پس جب نمازی نے پستی اختیار کی، رکوع میں گیا، فوراً سر بلندی سے سر اٹھانے کا حکم ہوا۔ اب جب یہ راز معلوم ہوا تو اس نے زیادہ پستی سے سجدہ اختیار کیا، پھر تو اس کا زیادہ اعزاز کیا گیا کہ حضوری اور دربار میں بیٹھنے کی اجازت حاصل ہوئی، جس کا نام جلسہ ہے۔ پھر اگر دوسرا سجدہ کیا تو زیادہ دیر تک دربارِ عالیشان میں آرام سے بیٹھنا ملا یا پھر وہی رفعت اور بلندی یعنی قیام عطا ہو گیا۔

سجدہ میں جانے کے وقت پہلے گھٹنے ہاتھ، پھر منہ زمین پر رکھنے اُٹھنے کے وقت پہلے سر، پھر ہاتھ، پھر گھٹنے اُٹھانے میں حکمتیں

سجدہ میں جانا ظاہر میں موت اور فنا کی صورت ہے۔ قیام اور کھڑے ہونے کی نسبت سجدہ بالکل پستی اور فنا ہے۔ پھر گنہگار کا سجدہ کرنا، گناہوں کی معافی کے لیے باطنی طور پر فنا ہے۔ جب سجدہ میں جانا موت اور فنا کی ہم شکل ہے تو انسان کی موت کی صورت یہ ہے کہ پہلے گھٹنوں کی جان نکلتی ہے، پھر ہاتھوں کی، پھر سینے کی، پھر سر اور منہ کی۔ لہٰذا سجدہ میں جانا موت کی ہم شکل ہونا مناسب ہوا، اور سجدہ سے اُٹھنا ظاہری طور پر بقاء ہے، باطنی طور پر گناہ معاف کرا کر اُٹھا، وہ بھی ایک طرح کی باطنی بقاء ہے، تو سجدہ سے اُٹھنا زندگانی کی صورت ہے۔ پس مناسب ہوا کہ جس طرح سب سے اوّل ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کو حیات اور زندگانی ملی تھی اسی طرح سجدہ سے اُٹھنے والا بھی اُٹھے۔

پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے سر مبارک میں جان داخل ہوئی تھی، پھر گھٹنوں میں، پس سجدہ سے سر اُٹھانے والا بھی جو موت کے بعد زندہ ہوتا ہے وہ بھی پہلے سر اُٹھائے

'پھر ہاتھ' پھر گھٹنے۔ پس سجدہ میں جانا موت کی صورت تھی' پس سجدہ کا موت اور جان کنی کی طرح ادا کرنا مناسب ہوا۔ سجدہ سے اُٹھنا حیات اور زندگانی تھی' زندگانی کی طرح اُٹھنا مناسب اور لائق ہوا۔

پہلے قیام' پھر رکوع' پھر قومہ' پھر سجدہ' پھر قیام یا التحیات میں بیٹھنے کی حکمتیں

اللہ تعالیٰ کے دربارِ عالی میں غرور اور تکبر کرنے والا ہمیشہ کے لیے مردود اور ذلیل ہوا کرتا ہے' اِس لیے تکبر کی ہر صورت سے اللہ تعالیٰ بیزار ہے۔ جو بندہ جس قدر اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکے گا اور اپنی حالت اُس کے سامنے گرائے گا اُتنا ہی ربُّ العالمین اُس کو بلند و بالا کرے گا' "مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ فَقَدْ رَفَعَهُ اللّٰهُ" نماز میں اوّل بندہ نے ملزموں کی حالت بنائی' دست بستہ دربار میں حاضر ہوا' پھر گناہوں کی معافی کے لیے ربُّ العالمین کے سامنے رکوع میں جھکا اور اپنی پیدائش کی وضع اور ہیئت کے مقابلہ میں ایک ذلیل ہیئت اختیار کی' بندہ نے اپنی حالت بگاڑی' اُدھر اللہ تعالیٰ نے اس کو اُونچا کیا اور رکوع سے سیدھا کھڑا کر دیا' بندہ اس مرتبہء قیام کو دیکھ کر زیادہ مرتبہ حاصل کرنے کے لیے رکوع سے زیادہ ذلیل صورت بنا کر سجدہ میں گر پڑا' اللہ تعالیٰ نے اس کو پھر اور بھی زیادہ مرتبہ دیا' سجدہ سے سر اُٹھا کر اُس کے دربار میں دوبارہ سجدہ میں گیا' اللہ تعالیٰ نے اس کو پھر اُٹھایا تو سیدھا کھڑا کر دیا یا اُٹھا کر اپنے دربار میں بٹھا دیا اور آخر میں معافی اور جنت کی جاگیر دے کر کچھ دیر (یعنی دوسرے وقت) کے لئے رخصت کر دیا۔

نماز سے فارغ ہونے کے لیے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کی حکمتیں

نماز سے فارغ ہونے کے لئے "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ" کا تقرر اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ نمازی اس جگہ حاضر نہ تھا' کسی اور جگہ گیا ہوا تھا' حدیث پاک میں اس طرف اشارہ ملتا ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے باتیں کرتے رہتے تھے اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرتی رہتی تھی، مگر جب نماز کا وقت آ جاتا تھا، نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پہچانتے تھے نہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتی تھی۔

جیسا کہ سکینۃ الاولیاء مترجم صفحہ ۱۰۶ پر روایت درج ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوش وقتی کی حالت میں تھے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حاضر ہوئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مَنْ اَنْتَ" (تو کون ہے؟) عرض کی "اَنَا عَائِشَةُ" (میں عائشہ ہوں!) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مَنْ عَائِشَةَ" (عائشہ کون؟) عرض کی "بِنْتِ اَبِی بَکْرٍ"! (ابوبکر کی بیٹی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مَنْ اَبُوْبَکْرٍ" (ابوبکر کون ہے؟) عرض کیا "اِبْنِ اَبِی قُحَافَةَ!" (ابی قحافہ کے بیٹے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مَنْ اَبِی قُحَافَةَ" (ابی قحافہ کون ہے؟) یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ روتی ہوئیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں اور حقیقت حال کہہ سنائی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی حالت طاری ہو تو با ادب رہا کرو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آزردگی کا اظہار کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: عائشہ تم کیسی ہو؟ انہوں نے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب تک تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہیں پہچانا تھا، اب کیا پہچانیں گے! پھر صورتِ حال بیان کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا یَسْعُنِیْ فِیْهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَّلَانَبِیٌّ مُّرْسَلٌ"

اللہ تعالیٰ کے ساتھ میری ایک گھڑی ایسی گزرتی ہے جہاں مقرب فرشتہ (جبرئیل) اور کوئی دوسرا نبی مرسل نہیں سما سکتا۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں مشغولیت اس عالم سے سراسر انقطاع ہے۔ نماز کا اختتام چونکہ عالم شہادت میں واپسی ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بموجب کہ آنے والے کو چاہیے کہ وہ حاضرین کو سلام کرے اس لئے

اختتام نماز کے وقت سلام مشروع قرار دیا گیا۔

— ◄ (۲) ► —

یہ سلام کا لفظ ہی بتاتا ہے کہ نمازی یہاں نہیں تھا بلکہ کہیں اور گیا تھا' اس لیے مسافروں کی طرح اس پر ضروری ہوا کہ حاضرینِ مجلس کو سلام کرے۔ چنانچہ فقہ کی کتابوں میں صاف لکھا ہے' امام سلام سے اپنے مقتدیوں اور فرشتوں کی نیت کرے اور مقتدی اپنی دائیں بائیں طرف کے مقتدیوں' امام اور فرشتوں کی نیت کرے۔ اُدھر اللہ سے واصل اِدھر مخلوق میں شامل۔ سچ ہے (اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ) معراج المومنین نماز ہے۔

خالق نے کیا بنائی ہے نورِ نظر نماز
اندھیر تھا جہاں میں نہ ہوتی اگر نماز

— ◄ (۳) ► —

گویا یہ عالم استغراق اور علوی تھا اور مومن کا معراج تھا جس سے فارغ اور واپس ہو کر عالم سفلی میں آ گیا اور آ کر اس جہان کے لوگوں کو سلام کہتا ہے جس طرح مسافر سفر سے واپسی کے وقت سلام کہتا ہے۔

نمازوں کی رکعتیں مختلف ہونے کی حکمتیں

دو دو...... تین' تین...... چار' چار

مجالس سنیہ میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نور سے پیدا کیا۔ پھر انہیں پرواز کرنے کے لئے پَر عنایت فرمائے' کسی فرشتے کو دو پَر دیئے' کسی کو تین پَر' کسی کو چار پَر دیئے' پھر ان سے رسالت اور پیغمبری کا کام لیا۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا' فرشتے فوراً اُڑے آسمان سے زمین تک' زمین سے آسمان تک آن کی آن میں پہنچ کر احکامِ خداوندی کو پورا کیا اور پھر دربارِ خداوندی میں حاضر ہو گئے۔ جیسا کہ قرآنِ پاک میں ہے:

جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ۔

﴿پ۲۲' سورۃ الفاطر:۱﴾

اللہ تعالیٰ نے فرشتے بنائے پیغام لانے والے جن کے دو دو' تین تین' چار چار پَر ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔ مٹی میں پرواز کرنے کا مادہ نہیں تھا۔ پھر ظاہر کے پَر حضرت آدم علیہ السلام کو دیئے جاتے تو یہ بھی مصلحت عام کے خلاف تھا مگر جنت الفردوس میں پہنچانا منظور تھا' اِس لئے روحانی پرواز کے لئے نماز کے روحانی پَر عطا فرمائے۔ جتنے پَر فرشتوں کے تھے اتنے ہی پَر آدمی کو دیئے۔ فرشتوں میں سے کسی گروہ کے دو پَر تھے' اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو پَر صبح کی نماز کے عنایت فرمائے' پھر ایسے پَر عنایت ہوئے کہ جب انسان ان دو پَروں سے صبح کی نماز میں روحانی پرواز کرتا ہے تو

فرشتے اپنا اُڑنا بھول جاتے ہیں اور اِنسان کی پرواز کو دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں' اس کی طرف اشارہ قرآنِ پاک میں بھی موجود ہے:

''وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا''

﴿پ ۱۵' سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۷۸﴾

اور صبح کے وقت قرآنِ مجید پڑھا کرو بے شک صبح قرآنِ مجید پڑھتے وقت کوئی سامنے موجود ہوتا ہے۔

— ◄ ۲ ► —

نمازِ فجر کا قرآن پڑھنا بھی (لازم کرلیں)' بیشک نمازِ فجر کے قرآن میں (فرشتوں کی) حاضری ہوتی ہے (اور حضوری بھی نصیب ہوتی ہے)

صبح کی نماز میں قرآن پڑھو کہ اس وقت ملائکہ حاضر ہو کر سنتے ہیں۔

فرشتوں کے کسی گروہ کو تین پَر عنایت فرمائے گئے ہیں۔ وہ دو پَروں سے اُڑتے ہیں اور تیسرے پَر سے اپنا منہ ڈھانپ لیتے ہیں' کیونکہ وہ مولیٰ تعالیٰ سے نہایت شرماتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے اسی طرح تین پَر مغرب کی نماز کی تین رکعتیں عنایت فرمائیں۔ فرشتوں کے کسی گروہ کو چار چار پَر عنایت فرمائے۔ اس کے بدلے میں چار چار رکعتیں چار چار ''پَر'' ان نمازیوں کو عنایت فرمائے۔ جس طرح فرشتے ان پَروں سے اُڑ کر زمین سے آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔ اسی طرح یہ مسلمان بھی نماز کے پَروں سے عالمِ بالا تک پہنچ جاتے ہیں۔ اسی بناء پر آقا مدنی سرکار ہر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلصَّلٰوةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿آنکھوں کی ٹھنڈک: ۲۳۶﴾

نماز مومنوں کی معراج ہے۔

حکایت

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک رات نماز پڑھتے پڑھتے روحانی طور پر

آسمانوں پر پہنچے۔ ملائکہ آپ کی زیارت کے لئے آئے اور فرشتوں نے باہم مل کر اللہ کی تسبیح ادا کی۔ اس تسبیح کی آواز سے نور کے شعلے نکلتے ہیں' ملائکہ کے جواب میں حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ کی تسبیح پڑھی' آپ کی تسبیح کا نور ملائکہ کی تسبیح کے نور پر غالب تھا اور سارا آسمان روشن ہوا۔ اُس وقت ملائکہ نے بشر کے کمالات کا اقرار کیا۔ ﴿نماز و دُعا: ۶۰﴾

اس حکیمِ مطلق نے انسان کو نماز کے وہ پر عنایت فرمائے ہیں کہ ان پروں سے وہاں پہنچتا ہے جہاں فرشتوں کی بھی رسائی نہیں ہوتی۔

— ◄ ② ► —

انسان میں اللہ تعالیٰ نے ظاہر کے پانچ حواس رکھے ہیں۔ کہ جن پر اس کی زندگی کا لطف اور ذائقہ موقوف ہے۔ اگر یہ حواس نہ ہوتے تو آدمی بالکل گوشت کا لوتھڑا تھا اور ہرگز کسی کام کا نہ تھا۔

① آنکھ ② ناک ③ زبان ④ کان ⑤ حس (چھونے کی قوت)۔

اگر یہ حواس نہ ہوتے تو گرمی سردی کی پہچان' بدلہ' خوشبو کی تمیز' اچھی اور بری چیز کا فرق' مزہ اور بدمزگی کا امتیاز ہرگز اس کو حاصل نہ ہوتا اور دُنیا کی ساری نعمتوں کا دارو مدار ان پر تھا اور ربّ العالمین کی لاکھوں نعمتوں کا استعمال انہیں حواس کے ذریعے ہی سے انسان کرتا ہے۔ پس ان نعمتوں کے شکریہ میں حواس کی گنتی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کیں۔ ہر ایک حواس کے مقابلہ میں ایک ایک نماز فرض کی۔ پھر جس حد تک پانچوں حواس کام کر سکتے تھے۔ اسی حد اور شمار کے مطابق ہر ایک نماز کی رکعتیں مقرر فرمائیں۔ مثلاً

قوتِ حاسہ یا حس:...... (چھونے کی قوت) گرم چیز کی گرمی معلوم کرنا' سرد چیز کی سردی اور ٹھنڈ کا پتہ لگانا۔ دو فائدے ہوئے اور یہ قوت سارے جسم میں موجود ہے کسی خاص عضو کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اس کے شکریہ میں صبح کی نماز جو

تقریباً ساری رات کے بعد پڑھی جاتی ہے' دو رکعت والی نماز مقرر ہوئی' تا کہ اس نعمت کا (جس کے دو اثر ہیں یعنی گرم اور سرد کا معلوم کرنا اور وہ سارے بدن میں موجود ہے) شکریہ ادا ہو جائے اور ساری رات کے گناہ معاف ہو جائیں۔

قوتِ شامہ:...... (سونگھنے کی قوت) ناک کے ذریعے یہ حواس چاروں طرف سے کام دیتا ہے۔ چاروں طرف کی خوشبو وغیرہ کو بتاتا ہے۔ اسکے شکریہ میں ظہر کی چار رکعتیں مقرر ہوئیں یا یوں سمجھو کہ ناک چار کام کرتی ہے۔ خوشبو اور بدبو کا معلوم کرنا' دو طرح سانس لینا ایک اندر کا ایک باہر کا۔ یہ سب نعمتیں مل کر چار ہوئیں اِس لئے شکریہ میں ظہر کے اندر چار رکعت مقرر ہوئیں۔

قوتِ ذائقہ:...... (چکھنے والی قوت) زبان چار ذائقے معلوم کرتی ہے۔ (۱) ترش (کھٹا) (۲) شیریں (میٹھا) (۳) نمکین (کھارا) (۴) تلخ (کڑوا)۔ اس لئے عصر کی نماز چار رکعتوں والی فرض ہوئی۔ یا یوں کہئے کہ زبان چار قسم کا کلام کرتی ہے۔ تعریف یا مذمت' کارآمد کلام یا بے کار کلام' یہ چار طرح کا کلام ہوا۔ جو بجائے خود بڑی نعمت ہے۔ اس کے شکریہ میں چار رکعتیں عصر کی فرض ہوئیں۔

قوتِ باصرہ:...... (دیکھنے والی قوت) یعنی آنکھیں تین طرف سے دیکھتی ہیں۔ سامنے سے' دائیں جانب' بائیں جانب' مگر پیچھے سے کچھ نہیں دیکھ سکتیں۔ لہٰذا اس کے مقابلہ میں مغرب کی نماز تین رکعتیں فرض کی گئی تا کہ اس نعمت کا بھی شکریہ ادا ہو جائے۔

قوتِ سامعہ:...... (سننے کی قوت) کان چاروں طرف سے آواز کو سنتے ہیں۔ اور رات میں بھی ہر طرح کی آواز سن لیتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں عشاء کی نماز چار رکعتیں فرض کی گئیں' تا کہ اِن نعمتوں کا شکریہ ادا ہو جائے۔

اگر یہ نمازیں فرض نہ ہوتیں تو کبھی بھی اِنسان اللہ تعالیٰ کی ان سب نعمتوں کے شکریہ سے عہدہ برآء نہیں ہو سکتا تھا۔ پس جو شخص پانچوں وقت کی نماز ادا کرتا ہے وہ

شکر گزار ہے اور جو نماز نہیں پڑھتا وہ شکر گزار نہیں بلکہ وہ ناشکرہ ہے۔

— ◀ (۳) ▶ —

یہ نمازیں مختلف پیغمبروں کی یادگاریں ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام جب زمین پر تشریف لائے تو اُس وقت رات تھی۔ جب فجر طلوع ہوئی تو انہوں نے تاریکی سے روشنی میں نکل آنے کے شکریہ میں دو رکعت نماز ادا کی...... یہ نمازِ فجر ہوئی۔ ﴿نزہۃ المجالس:۳۲۰﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر چار فکریں اکٹھی ہو گئیں تھیں۔ ذبح کی فکر، حکم کی بجا آوری کی فکر، فدیہ کی فکر اور غربت کی فکر۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے رہائی دی تو انہوں نے زوال کے بعد اللہ تعالیٰ کے شکریہ میں چار رکعت نماز ادا کی...... یہ نمازِ ظہر ہوئی۔ ﴿نزہۃ المجالس:۳۲۰﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبحِ فرزند کے عوض دُنبہ پایا۔ فرزند کی جان بچنے اور قربانی قبول ہونے پر چار رکعت شکرانہ ادا کیں...... یہ نمازِ ظہر ہوئی۔

﴿اسرار الاحکام:۲۸۴﴾

حضرت یونس علیہ السلام کو چار تاریکیوں نے گھیر لیا تھا۔ اپنی قوم پر غصہ کرنے کی تاریکی، رات کی تاریکی، سمندر کی تاریکی اور مچھلی کے پیٹ کی تاریکی اور بعض نے کہا ہے کہ جس مچھلی کے پیٹ میں وہ گئے تھے وہ دوسری مچھلی کے پیٹ میں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جب اُن کو عصر کے وقت اُس سے باہر نکالا تو انہوں نے چار رکعت نماز ادا کی...... یہ نمازِ عصر ہوئی۔ ﴿نزہۃ المجالس:۳۲۰﴾

حضرت عزیر علیہ السلام نے سو (۱۰۰) برس بعد زندہ ہو کر چار رکعت شکرانہ پڑھیں۔ یہ عصر ہوئی۔ کیونکہ آپ اسی وقت زندہ ہوئے تھے۔ ﴿اسرار الاحکام:۲۸۴﴾

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے سے الوہیت کی نفی کے شکریہ میں اللہ تعالیٰ کے لیے دو رکعت نماز ادا کی اور ان کی والدہ رضی اللہ عنہا نے خدا کے لیے الوہیت ثابت کرنے کے

شکریہ میں ایک رکعت ادا کی یہ تین رکعتیں مغرب کی ہو گئیں۔ ﴿نزہۃ المجالس:۳۳۰﴾

حضرت داؤد علیہ السلام نے توبہ قبول ہونے کے شکریہ میں غروبِ آفتاب کے بعد چار رکعت کی نیت باندھی مگر تین رکعت پر تھک گئے اور سلام پھیر دیا' یہ مغرب ہوئی۔

﴿اسرار الاحکام:۲۸۴﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چار فکروں سے رہائی پانے کے شکریہ میں چار رکعتیں ادا کی تھیں' وہ فکریں یہ تھیں۔ راستہ کھو جانے کی فکر' بکریوں کے بھاگ جانے کی فکر' سفر کی فکر اور اپنی زوجہ کی فکر۔ جب ان کے دردِ زہ شروع ہوا۔ ﴿نزہۃ المجالس:۳۳۰﴾

ان اوقات میں سب سے پہلے نماز پڑھنے والے رسول علیہم السلام

ہمارے پیارے نبی کریم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل ان وقتوں میں سب سے پہلے جنہوں نے نماز ادا فرمائی ان کا ذکر احادیث شریفہ میں موجود ہے۔ چنانچہ ایک انصاری صحابی نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز فجر کے بارے میں دریافت کیا کہ سب سے پہلے کس نے ادا فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے اس نماز کو پڑھا ہے اور نمازِ ظہر کو سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پڑھا' جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو نمرود کی آگ سے نجات بخشی' عصر کی نماز سب سے پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس وقت پڑھی جب حضرت جبرئیل نے ان کو حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشخبری سُنائی۔ مغرب کی نماز حضرت داؤد علیہ السلام نے پڑھی جب ان کی توبہ قبول ہوئی اور سب سے پہلے عشاء کی نماز اس وقت حضرت یونس علیہ السلام نے پڑھی جب وہ مچھلی کے پیٹ سے باہر آئے۔ ان کی حالت ایسی تھی جیسے مرغی کا چوزہ بغیر بال و پر کے ہوتا ہے۔ جب حضرت یونس علیہ السلام بطن ماہی سے نکلے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر ان سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور وہ اپنی شان کے مطابق آپ سے حیاء فرماتا ہے کہ دُنیا میں آپ کو ایسا عذاب

دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا اب تم مجھ سے راضی ہو؟ حضرت یونس علیہ السلام اسی وقت کھڑے ہوئے اور چار رکعت عشاء کی نماز ادا فرمائیں اور بارگاہ رب العزت میں عرض کیا یقیناً میں اپنے رب سے راضی ہوں! میں اپنے رب سے راضی ہوں!۔

﴿غنیۃ الطالبین: ۴۹۸﴾

ہمارے پیارے رسولِ مقبول، رسولِ اکرم افضل الانبیاء والمرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز ادا فرمائی۔ ﴿اسرار الاحکام: ۲۸۴، بحوالہ طحاوی شریف﴾

سفر میں قصر نماز پڑھنے کی حکمت

ہم پہلے قصر کی حکمت اور اس کی مشروعیت ذکر کرتے ہیں' قصر صلوٰۃ کی حکمت یہ ہے کہ سفر بذاتِ خود ایک عذاب اور مشقت آمیز چیز ہے' خاص طور پر اسلام کے ابتدائے زمانہ میں' جب اونٹوں پر سفر ہوا کرتا تھا' جنگل بیابان' سخت دشوار گزار اور طویل راستے طے کرنے پڑتے تھے۔ سفر کی مشقت اور دقت ہی کیا کچھ کم ہے؟ حتیٰ کہ اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا ہوتا کہ ''اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ'' (یعنی سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے)۔ تو چونکہ سفر میں طرح طرح کی مشقتیں اور صعوبتیں لاحق ہوتی ہیں' بسا اوقات تو سفر انسان کو دنیوی مشاغل کی خاطر اپنے وطن سے بھی دور جا پھینکتا ہے۔ صبح و شام اس کی تلاش میں گھر سے دور رکھتا ہے۔ اس لئے مولیٰ کریم نے مہربانی فرمائی اور احسان فرمایا کہ اپنے بندوں کو سفر میں نمازِ قصر پڑھنے کا حکم دیا۔ یقیناً یہ اپنے بندوں پر اللہ جل جلالہ رحمت اور تخفیف ہے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿پ ٦' سورۃ المائدہ آیت نمبر ٥٠﴾

اور یقین رکھنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے زیادہ بہترین فیصلہ کس کا ہوگا۔

— ◀ ۲ ▶ —

اس لئے کہ سفرِ معراج میں دو دو رکعتیں ہی فرض ہوئی تھیں۔ بعض نمازوں میں بعد میں اضافہ کیا گیا۔ ﴿مشکوٰۃ شریف' باب صلوٰۃ السفر﴾

— ◀ ۳ ▶ —

جب تم بھی سفر میں جاؤ تو سفرِ معراج کی یادگار قائم کرلو۔ اِسی لئے پچھلی دو رکعتوں میں قرأت فرض نہیں اور امام ان میں آہستہ قرآن پڑھتا ہے تا کہ یہ یاد تازہ رہے کہ یہ رکعتیں پہلے فرض ہوئیں اور یہ بعد میں۔ چونکہ تین کا آدھا صحیح نہیں بن سکتا' اس لئے نمازِ مغرب میں قصر بھی نہیں۔ ﴿اسرار الاحکام:۲۸۴﴾

— ◀ ۴ ▶ —

حالتِ سفر میں نمازوں کے اختصار کا نام قصر ہے۔ حالتِ سفر میں قصر کا حکم اس لئے دیا گیا تا کہ مسافر کسی قسم کی پریشانی کا شکار نہ ہو' بلکہ آسانی کے ساتھ نماز ادا کر سکے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نماز کو مختصر کرنے میں کیا حکمت تھی۔ سیدھے سیدھے مسافر کے لئے نماز کو معاف ہی کر دیا جاتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام یہ نہیں چاہتا کہ فرد کسی بھی غفلت کا شکار ہو۔ اور اس غفلت کے نتیجے میں اس کا اللہ تعالیٰ سے تعلق ٹوٹ جائے اور شیطان سے جُڑ جائے۔ اگر مسافر کو نماز معاف کر دی جاتی تو لامحالہ شیطان اس پر زیادہ شدت کے ساتھ حملہ آور ہوتا' کیونکہ اس کے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہوتا جو کہ اسے شیطان کے حملوں سے بچا سکتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ایک فرد جلد ہی اللہ کی یاد سے غافل ہو جاتا۔ سفر کے اختتام کے بعد بھی وہ نماز سے غفلت برتنے لگتا اور اس طرح وہ نماز سے مزید دور ہوتا چلا جاتا اور یوں وہ شیطان کے چنگل میں پھنس کر نفس کا بندہ اور غلام بن جاتا۔ اس لئے نماز کو بلکل معاف نہیں کیا بلکہ عادت کو برقرار رکھنے کے لئے اُسے قائم رکھا مگر کمی کر دی۔

ثلاثی اور ثنائی نمازوں میں قصر کی اجازت نہ دینے کی حکمت

بہر حال اب یہ جاننا چاہئے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رباعی (چار رکعت والی) نماز میں تو قصر کی اجازت عطا فرمائی لیکن ثنائی (دو رکعت والی) اور ثلاثی (تین رکعت والی) نمازوں میں قصر کی اجازت نہیں عطا فرمائی؟ ثلاثی کی بات تو ظاہر ہے کیوں کہ رباعی نماز طویل ہونے کی وجہ سے حذف اور قصر کا احتمال رکھتی ہے' یعنی قصر کے قابل ہے اور ثنائی نماز قصر کے قابل ہی نہیں ہے اور ثلاثی نماز جیسے مغرب کی نماز اگر اس کا ایک ثلث (۱/۳) حذف کر دیا جائے تو پھر اس کی مشروعیت کی حکمت ہی ضائع ہو جائے گی' کیونکہ نمازِ مغرب اس لئے مشروع ہوئی ہے کہ یہ دن کا وتر ہے' جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مغرب کی نماز رات کے وتر ہیں' پس تم رات کی نماز کو وتر بنا لیا کرو۔

﴿الفتح الربانی ترجمہ مسند امام احمد (جلد اول) کتاب الصلوٰۃ' باب ۷﴾

اگر مغرب کے دو ثلث حذف کر دیئے جائیں تو اس سے نمازِ مغرب ہی ختم ہو جائے گی (اس لئے کہ ایک رکعت نماز' نماز نہیں ہے) لہٰذا زیادہ بہتر اور قرینِ انصاف یہی ہے کہ مغرب کی نماز پوری پڑھی جائے۔

ظہر اور عصر میں امام کی آہستہ قرأت کرنے کی حکمت

شروع زمانۂ اسلام میں کفار کا غلبہ تھا' وہ قرآن شریف سن کر رب تعالیٰ جل جلالہٗ' جبریل علیہ السلام اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بکواس بکتے تھے۔ ان ہی دو وقتوں میں وہ آوارہ گھومتے تھے' مغرب کے وقت کھانے میں مشغول ہوتے تھے' عشاء کے وقت سو جاتے تھے' فجر کے وقت جاگتے نہ تھے' اس لئے ان دو نمازوں میں آہستہ قرأت کا حکم ہوا۔ رب نے فرمایا:

"وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا ۝"

﴿پ ۱۵' سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۱۱۰﴾

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز نہ بہت اونچی آواز سے پڑھا کریں نہ بہت دھیمی آواز میں بلکہ ان دونوں کے درمیان کا (معتدل) راستہ اختیار فرمائیں۔

یعنی نہ اتنی آواز سے قرآن پڑھو جو آواز باہر جاوے نہ اتنی آہستہ کہ خود بھی نہ سن سکو۔

اب اگرچہ وہ حالت نہ رہی مگر حکم وہ ہی رہا تاکہ مسلمان اُس مغلوبیت کو یاد کر کے اب غلبۂ اسلام پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ ﴿اسرار الاحکام: ۲۸۵﴾

— ◄ ۲ ► —

قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوا لَهٗ وَاَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

﴿سورۂ اعراف: ۲۰۴﴾

"اور جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اُسے نہایت غور سے سنو اور خاموش رہو

تاکہ تم پر رحم کیا جائے“۔

قرآنِ کریم اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک ایسی کتاب ہے کہ جب اس کی تلاوت کی جائے تو حکم ہے کہ اسے نہایت ذوق وشوق اور انہماک سے سُنا جائے‘ جیسا کہ آیت بالا سے عیاں ہے۔

ظہر اور عصر کے اوقات میں انسان بالعموم کاروباری ودیگر معاشی مصروفیات میں اُلجھا ہوا ہوتا ہے۔ قرآن کو سننے کے لئے وہ ذوق وشوق اور انہماک پیدا نہیں ہوتا جو کہ چاہئے۔ جبکہ فجر‘ مغرب‘ اور عشاء کے اوقات میں انسان اپنے کاموں سے فراغت پالیتا ہے۔ طبیعت میں ایک سرور سا ہوتا ہے‘ جی چاہتا ہے کہ قرآن سُنا جائے۔ اسی لئے ان اوقات میں قرأت زور سے کی جاتی ہے۔

— ◀ ۳ ▶ —

اس میں حکمت یہ ہے کہ دن کے وقت بازاروں میں شوروشغب مچا رہتا ہے‘ لوگ اپنے معاش اور مصلاح میں مشغول ہوتے ہیں جس کے سبب انسان کی عقل وفکر متفرق اور متحیر رہتی ہے۔ اس لئے مناسب ہوا کہ دن کی نمازیں سری (خفیہ) ہوں۔ ایسے مواقع پر قرأت سرًا ہی بہتر ہے تاکہ نمازی کو خاطر جمعی بھی حاصل ہو جائے اور تفکر وتدبر کے ساتھ نماز بھی پڑھ سکے۔ نمازی اپنی نماز میں سکوت کے ساتھ اپنی توجہ الی اللہ اور رجوع الی اللہ کا اعلان کرتا ہے۔ اس میں اور بھی محاسنِ شریعت موجود ہیں جو عقل و حکمت سے اخذ کردہ ہیں۔ لیکن چونکہ نمازِ جمعہ‘ نمازِ عیدین‘ نمازِ کسوف اور نمازِ استسقاء میں اصل مقصد وعظ وتلقین اور اسلام کی تعلیم وتبلیغ ہوتی ہے‘ اس لئے ان مواقع پر قرأت جہراً بہتر سمجھی گئی‘ ظاہر ہے وعظ وتلقین اور تعلیم وتبلیغ کا مقصد جہر سے ہی حاصل ہو سکتا ہے اور رات کا وقت چونکہ سکون وسکوت اور اطمینان وراحت کا ہوتا ہے‘ انسان کی فکر اس وقت مختلف مشاغل سے عموماً خالی ہوتی ہے‘ خصوصاً نیند کے بعد اس لئے رات کی نمازوں میں قرأت جہراً مقرر ہوئی‘ تاکہ زبان کو دل سے پوری پوری موافقت ہو۔

(۴)

ظہر، عصر کا وقت چونکہ کاروباری لوگوں کی مصروفیت کا ہوتا ہے، کثرتِ مشاغل، دُنیا کے ہنگاموں اور شور وغل کی وجہ سے خاموشی اور سکون بہت کم میسر ہوتا ہے۔ فجر، مغرب اور عشاء کی نمازوں کا وقت لوگوں کی فرصت کا ہوتا ہے، ان اوقات میں شور وغل بھی کم ہو جاتا ہے، سکون اور خاموشی بھی رہتی ہے، اس لئے فجر، مغرب اور عشاء کی نمازوں میں بلند آواز سے قرأت پڑھنے کا حکم دیا گیا، تاکہ ان اوقات کی قرأتِ دلوں میں مؤثر اور کارگر ثابت ہو۔ رات کے وقت کی بات چیت عام طور پر آدمی بھولا نہیں کرتا، تجربہ اس امر کا شاہد ہے کہ رات کے وقت خوش الحان آدمیوں کی آواز بہ نسبت دن کے زیادہ اچھی اور بھلی معلوم ہوتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ شروع اسلام میں حضور سرورِ عالم ﷺ اور مسلمان تمام نمازیں جہر کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ ظہر اور عصر کے وقت کفار اس کی نقلیں اُتار کر مسلمانوں کو تکلیف پہنچایا کرتے تھے، اس لئے حضور ﷺ نے ان دونوں نمازوں میں قرأت آہستہ سے پڑھنے کا حکم دیا، اس وقت سے یہی حکم باقی رہ گیا۔

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی حکمتیں

جماعت میں دینی یا دنیوی بہت سی حکمتیں ہیں۔ دُنیاوی حکمتیں تو یہ ہیں کہ جماعت کی برکت سے قوم میں تنظیم رہتی ہے کہ مسلمان اپنے ہر کام کے لئے امام کی طرح صدر اور امیر چن لیا کریں۔ پھر امیر کی ایسی اطاعت کریں جیسے مقتدی امام کی۔ جماعت سے آپس میں اتفاق بڑھتا ہے۔ روزانہ پانچ بار کی ملاقات اور دُعا و سلام دِل کی عداوت دور کرتا ہے۔ قوم میں پابندیٔ اوقات کی عادت پڑتی ہے کہ سب لوگ جماعت کے وقت پر دوڑے آتے ہیں۔ جماعت سے متکبرین کا غرور ٹوٹتا ہے کہ یہاں پر بادشاہ کو فقیر کے ساتھ کھڑا ہونا پڑتا ہے۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہوئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ بندہ نواز

نیز مسجد ہمارا میٹنگ ہاؤس یا دارالشوریٰ ہے۔ جہاں جمع ہو کر مسلمان اہم مشورہ کر سکتے ہیں۔ گویا مسجد میں روزانہ محلّہ کی پانچ کانفرنسیں ہوتی ہیں۔ مسجد نبوی سے ہی اسلامی فوج نکل کر جہاد وغیرہ کرتی تھی۔

دینی فائدے یہ ہیں کہ اگر جماعت میں ایک کی نماز قبول ہوگئی تو سب کی قبول ہے۔ جماعت میں گویا مسلمانوں کا وفد بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ حاکم کے یہاں تنہا کے مقابل وفد کا زیادہ احترام ہوتا ہے۔ جماعت میں انسان رب کی کچہری میں وکیل یعنی امام کے ذریعہ عرض و معروض کراتا ہے۔ بات کا وزن بڑھ جاتا ہے۔ مسجد کی طرف آنے جانے میں ہر قدم پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔ جماعت سے آدمی کو دینی پیشوا، علماء، صوفیا کا ادب سکھایا جاتا ہے۔ ﴿اسرار الاحکام: ۲۸۸﴾

شیطان سے جنگ

امام شیطان سے جنگ کرنے میں تمام صفوں سے آگے ہوتا ہے۔اس لئے اسے چاہئے کہ وہ دیگر نمازیوں کی نسبت زیادہ خشوع وخضوع کرے۔نماز کے ضروری آداب کی ظاہری اور باطنی دونوں طرح سے زیادہ پابندی کرتا رہے' بلکہ ہوشیار نمازی بھی جس قدر ظاہری اُمور کو انجام دینے میں باہم متفق ہوں گے' اسی قدر وہ باطنی اُمور کو ادا کرنے میں اتفاق کریں گے۔اس باہمی تائید اور تعاون سے ایک کی تجلیات و برکات دوسرے میں سرائت کر جاتی ہیں۔اس طرح روئے زمین کے سب مسلمانوں میں اسلام کے رشتے کی بدولت تعاون اور دلی اتحاد پیدا ہو جاتا ہے۔بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ اس رشتہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ ملائکہ کے ذریعہ ان کی مدد فرماتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے (غزوہ بدر میں) نشانی والے فرشتوں سے مومنوں کی مدد فرمائی تھی۔اس طرح جنگ شیطان میں جنگ کفار سے زیادہ ان فرشتوں کی امداد کی ضرورت ہے' اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہم جہادِ اصغر سے فارغ ہو کر جہادِ اکبر کی طرف واپس آئے ہیں۔

ان پاک نفسوں کے ساتھ نہ صرف فرشتے ہیں بلکہ انہی پاک نفسوں کی بدولت یہ آسمان بھی قائم ہیں۔﴿عوارف المعارف مترجم:۴۲۶﴾

نماز کے اندر سات فرائض کی حکمتیں

نماز کے اندر سات فرض

① تکبیر تحریمہ (اللہ اکبر) کہنا' ② قیام (کھڑا ہونا)' ③ قرأت (قرآن کریم پڑھنا) ④ رکوع ⑤ سجدہ ⑥ آخر کا قعدہ ⑦ سلام۔

انسان کے جسم کو اللہ تعالیٰ نے سات چیزوں سے بنایا ہے۔ ① گوشت ② ہڈیاں ③ خون ④ رگیں ⑤ اعصاب (پٹھے)' ⑥ مغز (گودا)' ⑦ جلد (کھال)' ان ساتوں چیزوں کے شکریہ میں اللہ تعالیٰ نے ہر رکعت میں سات فرض مقرر کیے ہیں۔ تاکہ جسم کے ہر حصہ کا شکریہ ادا ہو جائے۔

— ◄ ② ► —

اِنسان کو ظاہری طور پر سات اعظاء سے راحت اور لذت ملتی ہے۔

① ہاتھ ② پاؤں ③ آنکھ ④ زبان ⑤ ناک ⑥ شرمگاہ ⑦ دماغ

اِن سات راحتوں کے بدلے نماز میں سات فرض مقرر ہوئے تاکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا ہو سکے۔

— ◄ ③ ► —

اعضائے انسانی میں یہ اِتصال اور اتحاد ہے۔ اگر کوئی سا ایک عضو بیمار ہو جائے تو سارا جسم بے چین اور بیقرار ہو جائے گا۔ سارے جسم کی صحت و تندرستی خراب ہو جاتی ہے۔ اِس طرح نماز میں ان ساتوں فرضوں میں سے کوئی بھی فرض جان کر ادا نہ کیا یا بھول کر اچھی طرح ادا نہ ہو سکا تو ساری نماز بیمار (ناقص) ہو جاتی ہے۔

نمازی نماز پڑھ کران ساتوں فرائض کوادا کر کے اپنے آپ کو جہنم سے سالم بچا لیتا ہے، قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ○ الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَىٰ ○ ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ○ قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ ○ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ ○"

﴿پ ۳۰، سورۃ الاعلیٰ آیت ۱۱ تا ۱۵﴾

اور (قرآنِ مجید کے سننے سے) وہ بدبخت شخص بھاگے جس کے نصیب میں جہنم لکھا ہوا ہے، بالآخر وہ دوزخ میں داخل ہوگا، وہاں جا کر نہ مرے گا نہ جیئے گا (یعنی اُسے کوئی راحت نہیں ہوگی بلکہ وہ مُردوں سے بھی بدتر ہو کر پڑا رہے گا) بے شک وہ فلاح پائے گا (یعنی دوزخ سے بچ کر جنت میں جائے گا) جس نے اپنے آپ کو پاک کیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔

— ◀ ۴ ▶ —

حدیث شریف میں ہے کہ

جو کوئی مسلمان بردہ، لونڈی یا غلام کو آزاد کرے اللہ تعالیٰ اُس کے بدلے میں آزاد کرنے والے کو دوزخ سے آزاد کرے گا۔ اس طرح غلام کے سر کے بدلے میں آقا کا سر، پیٹ کے بدلے میں آقا کا پیٹ، ہاتھ پیروں کے بدلے میں آقا کے ہاتھ پیر، غلام کے ایک ایک اعضاء کے بدلے آقا کا ایک ایک جوڑ جہنم سے آزاد ہوگا۔ جس نے غلام کو آزاد کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے دوزخ سے آزاد کیا۔ جوڑ کے بدلے جوڑ۔

اسی طرح نماز کے اندر سات فرض ہیں۔ انسان کے جسم کے سات اجزاء ہیں۔ ہر فرض کے بدلے ایک عضو آزاد ہو گیا۔ جس نے ساتوں فرض ادا کر لئے اُس کی ساتوں چیزیں گوشت، پوست، ہڈیاں، خون، بھیجا، رگیں، کھال سب آزاد ہو گئیں۔ نماز پڑھنا گویا بردہ آزاد کرنا ہے۔ نماز پڑھو، جہنم سے آزاد ہو جاؤ۔

— ◀ ۵ ▶ —

فرشتے اپنی عبادت کے اعتبار سے سات جماعتوں میں تقسیم ہیں۔

①......عرشِ الٰہی اور بیت المعمور کا طواف کرتے ہوئے تسبیح، تحمید اور تکبیر کہنا۔

②......مومنوں کے لئے استغفار کرنا، ان کے لئے مغفرت کی دُعا کرنا یا ان کی دُعاؤں پر آمین کہنا۔

③......قرآنِ مجید پڑھنے والوں کا قرآن سُننا یا مجالسِ ذِکر اور وعظ و نصیحت میں شامل ہونا۔

④......قیام کی حالت میں عبادت کرنا۔

⑤......رکوع کی حالت میں عبادت کرنا۔

⑥......سجدے کی حالت میں عبادت کرنا۔

⑦......التحیات کی حالت میں عبادت کرنا۔

ان میں سے جس کسی کو کہیں جانے کا حکم ہوتا ہے تو وہ فوراً اپنی جگہ سے اُٹھ کر حکم الٰہی بجالا کر واپس اپنی حالت پر آجاتا ہے۔ یہ سات طریقے فرشتوں کی عبادت کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی عبادت کے یہ سارے طریقے اپنے بندوں کے لئے جمع کر دیئے ہیں تاکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے نمازی پنجگانہ نماز پڑھ کر سارے فرشتوں کی عبادت کا ثواب حاصل کریں۔ سبحان اللہ سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفت تھی کہ سارے انبیاء کے کمالات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر موجود تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت نے بھی یہ صفت پائی کہ فرشتوں کی عبادت کا ثواب ان کے حصہ میں آیا۔

— ◀ ⑥ ▶ —

جہنم کے سات دروازے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ" ﴿پ۱۴، سورۃ الحجر: ۴۴﴾

جہنم کے سات دروازے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے نماز میں سات فرض مقرر فرمائے تا کہ نمازی آدمی جہنم کے ساتوں دروازوں سے بچ جائے یعنی نجات پا جائے۔

— ◄ ۷ ► —

پانچ نمازیں اور اِن کے اندر سات فرض، یہ سب مل کر پورے بارہ ہوئے۔ سال بھر کے بارہ مہینے۔ ساری عمر کا نمازی بارہ مہینوں کے گناہوں سے پاک رہتا ہے۔ گویا پانچوں نمازیں ساری عمر کے درمیانی وقت کا کفارہ ہیں۔

پنجگانہ نماز میں سترہ رکعتوں کی حکمتیں

نماز شب معراج میں فرض ہوئی۔ نماز کا لقب ''معراج المؤمنین'' ہے۔

شبِ معراج میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات آسمانوں کی سیر فرمائی' آٹھوں جنتوں کو دیکھا' عرش وکرسی کی سیر کی...... یہ سب مل کر سترہ ہوئیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراجِ جسمانی ہو کر سترہ مقامات کی سیر نصیب ہوئی۔

نمازی نماز میں سترہ رکعتیں پڑھ کر انہی سترہ مقامات کی روحانی سیر کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دِن رات میں سترہ رکعتیں فرض فرمائیں تاکہ مؤمن کو ان کے ذریعے سے روحانی معراج نصیب ہو سکے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک شب نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نماز کی جگہ ایسا تازہ خون پڑا ہوا تھا جیسے گائے ذبح ہوئی ہو۔ صبح کو مریدوں نے عرض کیا:

حضور! رات کی کیفیت کچھ ہمیں بھی سنا دیجئے' شائد ہمیں بھی کچھ نفع پہنچ جائے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

رات کو نیت باندھی تھی عرشِ الٰہی کے سامنے پہنچا' دیکھا کہ عرشِ الٰہی ہانپتا ہے' جیسے کوئی جانور ہانپتا ہے۔ میں نے کہا: اے عرش! میرے محبوب کا نشان پتہ بتا کہ ہمیں تیرے پاس پتہ دیا گیا ہے' جیسا کہ قرآنِ پاک میں ہے:

''اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى'' رحمان کا نشان عرش کے پاس ہے۔

اب تو ہمیں ہمارے محبوب کا نشان بتا۔ عرش نے کہا: اے بایزید رحمۃ اللہ علیہ! تمہیں یہ نشان بتایا ہے کہ ربُّ العالمین عرش کے قریب ہے اور عرش سے یہ کہا گیا ہے کہ ربُّ العالمین محبوبِ حقیقی مومنین' عارفین کے دل میں رہتا ہے' وہاں ملے گا۔ سبحان اللہ۔

ہے جن کے ساتھ ساتھ یہاں دل نماز میں
طے کر گیا عشق کی منزل نماز میں
ظاہر میں دست بستہ ہیں قید قیام میں
پر قطع کرتے ہیں وہ مراحل نماز میں
کچھ بھی رہے نہ رہے دل میں پھر اللہ کے سوا
جو دل رہے نماز کے قابل نماز میں
سچی نماز میں وہی باندھے ہوئے ہیں ہاتھ
دُنیا سے باندھتے ہیں جو عمل نماز میں

۲

نمازوں میں سات فرض اور سترہ رکعتیں ہونے کی حکمت یہ ہے کہ رات اور دن ملا کر چوبیس گھنٹے ہیں۔ جن میں انسان طرح طرح کے گناہ کرتا ہے۔ سات فرض سترہ رکعتوں میں مل کر چوبیس ہوئے' جو کوئی مسلمان نماز پڑھے گا اُس کے رات دن کے گناہ معاف ہو جائیں گے' جیسا کہ احادیث مبارکہ میں ہے۔

ایک مرتبہ حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: لوگو! بھلا یہ بات بتاؤ کہ اگر کسی کے گھر کے آگے نہر جاری ہو اور پھر وہ گھر والا رات دن میں پانچ مرتبہ نہا لیا کرے۔ کیا اُس کے بدن میں کچھ میل باقی رہے گا؟ لوگوں نے عرض کی' حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھلا اُس کے بدن پر میل کہاں رہے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بس اِسی طرح جو مسلمان پنجگانہ نمازیں پڑھے گا اُس پر کوئی گناہ نہ رہے گا۔

﴿بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ﴾

نماز کی برکت

حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی آف پھلت فرماتے ہیں کہ میں گھر سے باہر نکلا کہ ایک قیمتی گاڑی آ کر رکی، اس میں سے ایک انگریزی پڑھے لکھے ادھیڑ عمر کے صاحب اُترے۔ اُن سے ملاقات کی، پانی وغیرہ پیش کرنے کے بعد تعارف ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ دہلی کے رہنے والے ایک بہت پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ دلی پبلک سکول کی ایک اہم شاخ کے پرنسپل ہیں اور علم کیمیا میں پی ایچ ڈی ہیں۔ ان کو دوسرے لوازمات کے علاوہ ایک لاکھ روپے سے زیادہ تنخواہ ملتی ہے۔ پھلت تشریف آوری کی غرض معلوم کی تو بتایا کہ وہ اسلام قبول کرنے کے لئے آئے ہیں۔ بڑی خوشی ہوئی، سعادت سمجھ کر زیادہ تفتیش و تحقیق کے بغیر جلدی کلمہ شہادت کے الفاظ اور ترجمہ کہلوایا اور پرانے نام سے مناسبت رکھتا ہوا نام محمد عمیس تجویز کر دیا۔ راقم السطور نے استفادے کے لئے سوال کیا کہ آپ کو اسلام کی دعوت کس نے دی ہے۔

انہوں نے بڑا عجیب جواب دیا۔ مجھے کسی انسان نے نہیں بلکہ اسلام نے خود دعوت دی ہے۔ تفصیل معلوم کرنے پر انہوں نے بتایا کہ میں ایک سال قبل ایک روز احمد آباد میل سے دہلی واپس آیا، ٹرین چند گھنٹے تاخیر سے پہنچی۔ میں نے دیکھا کہ اسٹیشن پر بہت سے قلی ایک طرف جا رہے ہیں۔ مجھے مزدوروں کے حقوق سے ہمیشہ ہمدردی رہی ہے، خیال آیا کہ شاید کوئی ہڑتال ہو رہی ہے، شاید میں کچھ ان کی مدد کر سکوں، سامنے دیکھا کہ وہ ایک جگہ سے خالی لوٹے اُٹھا کر چلے، پانی بھر کر وہ ہاتھ منہ دھونے لگے۔ میں سوچتا رہا کہ دو بجے دوپہر کے وقت ابھی ہاتھ منہ دھونے کی کیا

ضرورت پیش آئی؟ میں نے دیکھا کہ سبھی قلی بہت سلیقے سے ہاتھ پاؤں دھو رہے ہیں اور خوب رگڑ رگڑ کر انگلیوں کے بیچ سے بھی صفائی کر رہے ہیں۔

میں حیرت میں تھا کہ ایک متعین جگہ انہوں نے چٹائیاں بچھائیں، ایک چھوٹی چٹائی آگے بچھائی، ایک قلی آگے کھڑا ہو گیا اور باقی سب لائنوں میں بہت سلیقے سے کھڑے ہو گئے اور بہت باریکی سے اپنی لائنوں کو سیدھا کیا۔ آگے والے قلی نے اللہ اکبر کہا اور ہاتھ باندھ لئے۔ سب لوگوں نے ساتھ ساتھ ہاتھ باندھ لئے۔ آگے والے قلی نے تھوڑی دیر میں اللہ اکبر کہا اور جھک گیا، فوراً سارے قلی جھک گئے، پھر کھڑے ہوئے اور انتہائی تربیت یافتہ فوجیوں کی طرح دیر تک کھڑے ہوتے رہے اور جھکتے رہے اور زمین پر سجدہ کرتے رہے۔

میں اس نظم و نسق اور ڈسپلن کو دیکھ کر حیران ہوا، معلوم کرنے پر بتایا گیا کہ مسلمان ہیں اور یہ جماعت سے نماز پڑھ رہے ہیں۔ ہر مسلمان کو پانچ وقت اسی طرح نماز پڑھنا ضروری ہے۔ میرا دل بہت متاثر ہوا۔ میرے ذہن میں آیا کہ بھار ڈھونے والی اجہل قوم میں یہ ڈسپلن اور نظم و نسق جس مذہب نے پیدا کیا مجھے اُسے پڑھنا چاہیے۔ میں اردو بازار گیا اور انگریزی اور ہندی میں اسلام کے سلسلے میں جو کتاب مجھے ملی لے آیا اور مطالعہ شروع کیا۔ یہ کتابیں پڑھنے کے بعد میں اسلام سے بہت متاثر ہوا، مجھے اسلام کو سمجھنے کیلئے قرآن شریف کا تقاضا ہوا۔ قرآن شریف نے میرے دل و دماغ کے دروازے کھول دیئے اور میں نے فیصلہ کیا کہ نجات کے لئے مجھے اسلام قبول کرنا ہے۔ میں بہت سے لوگوں سے ملا، مگر ایک پڑھا لکھا انسان سمجھ کر اور ملک کے ایک بڑے بی جے پی لیڈر کا قریبی عزیز ہونے کی وجہ سے لوگ مجھے ایک دوسرے کے پاس بھیجتے رہے۔ چھ ماہ سے میں اِدھر اُدھر پھر رہا ہوں، پرسوں دہلی میں ایک مولانا صاحب نے بتایا کہ پھلت چلے جائیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ آج میں ٹھیک جگہ آ گیا۔ وہ اسلام قبول کر کے چلے گئے اور اب عزیزوں کی بڑھتی ہوئی مخالفت کہ وجہ

سے ملازمت چھوڑ کر خلیج میں چلے گئے ہیں۔

راقم السطور آج تک سوچ رہا ہے کہ اسلام کے ہر حکم اور اس کی ہر چیز میں انسانی فطرت کے لئے کس قدر کشش ہے' اسلام کے خلاف پوری دُنیا کی باطل طاقتوں کی منظّم زہر افشانی کے باوجود بھی اسلام لوگوں کے لئے حد درجہ پُر کشش ہے۔ ہم غفلت اور ناقدری کی وجہ سے خود قرآنی مسلمان نہیں بن سکتے تو کم از کم قرآنی اسلام کا لوگوں کو صحیح تعارف ہی کرا سکتے تو یقیناً عقل سلیم رکھنے والے ہر صاحب علم کو اس کو قبول کرنے کے لئے مجبور ہونا پڑے گا۔ ﴿ماہنامہ عبقری مارچ ۲۰۱۱ء:۴۶﴾

نماز کے متعلق دیگر حکمتیں

نمازی کے آگے سے نہ گذرنے کی حکمت

نماز اللہ اور بندے کے درمیان رابطے اور تعلق کا نام ہے۔ جب ایک شخص نماز پڑھنے والے کے سامنے سے گزرتا ہے تو وہ اس کی توجہ بٹا دیتا ہے، جس کے نتیجے میں اللہ اور اُس کے بندے کے درمیان قائم شدہ رابطہ ٹوٹ جاتا ہے یا اس میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔ یقیناً رابطہ توڑنے والے کا یہ فعل بہت ہی قبیح اور ناپسندیدہ ہے۔

اپنے روز مرہ معاملات میں دیکھ لیجئے کہ اگر آپ کے والد صاحب اپنے دوست سے گفتگو کر رہے ہوں آپ گفتگو کے دوران بولنا شروع کر دیں، پھر دیکھئے آپ کے والد صاحب آپ سے کتنے ناراض ہوں گے۔ اندازہ لگا لیجئے کہ اللہ اور بندے کی گفتگو میں مخل ہونے والے کی سزا کیا ہونی چاہیے؟......

سزا کے مقابلے میں یہ بات زیادہ آسان ہے کہ آدمی تھوڑا سا انتظار کر لے۔ ۴۰ سال تک انتظار کا اس لیے کہا گیا ہے کہ لوگوں پر اس کی اہمیت واضح ہو جائے اور لوگ نمازی کے سامنے سے گزرنے سے گریز کریں۔

ابو جہیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا جان لیتا کہ اس پر کیا گناہ ہے تو اُسے چالیس سال تک ٹھہرنا سامنے گزرنے سے بہتر ہوتا۔ ﴿مشکوۃ شریف باب السترۃ، الفصل الاول﴾

مقتدی کا امام کے پیچھے خاموش رہنے کی حکمت

نماز چونکہ دربارِ الٰہی میں پیشی ہے اور امام تمام نمازیوں کا وکیل ہے، وکیل کی موجودگی میں مؤکل کو عدالت میں بولنا آدابِ دربار و اجلاس کے خلاف ہے، اس لئے

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں مقتدیوں کو خواہ نماز سری ہو یا جہری' نہ سورۂ فاتحہ پڑھنے کی اجازت ہے اور نہ کوئی اور سورت پڑھنے کی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ کَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَاءَةٌ ﴿ابن ماجہ شریف جلد اول﴾

جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہو امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے۔

سترہ رکھنے کی حکمت

سترہ کھڑا کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اب اگر کوئی شخص سترہ کے آگے سے گزرے گا تو اس سے نمازی کی توجہ نہیں ہٹے گی' اس کا دھیان بدستور اللہ رب العلمین ہی کی جانب رہے گا' نیز سترہ کھڑا کرنے کا حکم اس لئے بھی دیا گیا تاکہ لوگ کسی مشکل میں نہ پڑیں' نمازی بھی سکون و اطمینان کے ساتھ نماز ادا کرتا رہے گا اور وہ لوگ جو نماز سے فارغ ہو چکے ہوں وہ بھی بآسانی اپنے کاموں پر جا سکیں۔

طلوعِ آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت نماز نہ پڑھنے کی حکمت

اسلام دُنیا کے تمام مذاہب اور ادیان سے منفرد اور ممتاز ہے' نہ صرف منفرد اور ممتاز بلکہ اکمل ترین ہے۔ ہر چھوٹے اور بڑے کام کو کرنے کے سلسلے میں ہدایات و احکامات موجود ہیں۔ طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب کے وقت مشرکین یعنی آفتاب کی پرستش کرنے والے سورج کی پوجا کرتے ہیں اِسی لئے نماز پڑھنے اور رکوع و سجود سے روک دیا گیا تاکہ مسلمانوں اور مشرکین میں مشابہت پیدا نہ ہونے پائے۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو ذہنوں میں شکوک و شبہات کے دروازے کھل جاتے جو کہ اسلام جیسے عالمگیر دین کے لئے نقصان کا باعث ہوتے۔

نمازی کا بے حیائی اور برے کاموں سے بچنے کی حکمت

ہر گز نہیں..... نماز کا کام ہی یہ ہے کہ وہ ایک شخص کو اللہ کی عبادت کے لیے مکمل

طور پر تیار کر دے' نماز ادا کرنے والا شخص جانتا ہے کہ وہ اللہ کا بندہ اور غلام ہے اور اسے محض عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اگر کوئی طاقت ہے تو وہ صرف اللہ ہی کی طاقت ہے۔ علیم و خبیر' دانا و بینا' خالق و رازق اگر کوئی ہے تو وہ صرف اللہ رب العالمین ہی ہے۔ اگر بھلے کاموں پر اجر دینے والی اور بُرے کاموں پر سزا کو نافذ کرنے والی ذات کوئی ہو سکتی ہے تو وہ اللہ ہی کی ذات ہو سکتی ہے۔

ایسا شخص لازماً اپنے آپ کو بے حیائی اور بُرے کاموں سے بچائے گا۔

"اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ" ﴿پ ۲۱' سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۴۵﴾

بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے

تعدیل ارکان کی حکمت

عہدِ رسالت کا یہ واقعہ ہے کہ ایک شخص نے مسجد نبوی شریف میں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اور اُس نمازی کی نماز کو ملاحظہ فرما رہے تھے۔ نماز سے فراغت کے بعد وہ شخص حاضر خدمت ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا جاؤ اپنی نماز لوٹاؤ' تمہاری نماز نہیں ہوئی۔ اُس آدمی نے تعمیلِ ارشاد کرتے ہوئے نماز اسی طرح پڑھی جس طرح پہلے پڑھی تھی۔ نماز سے فارغ ہو کر دوبارہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیری نماز اب بھی نہیں ہوئی۔ اُس آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام)! قسم ہے اُس ذات پاک کی جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے مجھے اس سے بہتر طریق پر نماز پڑھنی نہیں آتی' پھر میں کس طرح پڑھوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے نماز پڑھنے کا طریقہ ارشاد فرما دیجئے' اُسی طرح نماز پڑھ لوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو اپنے سامنے بٹھا کر ارشاد فرمایا: "دیکھو تم جب نماز کے لئے کھڑے ہو تو پہلے تکبیر کہو' اس کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھ کر جتنا قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھو' پھر رکوع میں جاؤ' جب ٹھیک ٹھیک اور اطمینان کے ساتھ رکوع کر چکو تو سیدھے کھڑے ہو جاؤ' اس کے بعد پورے سکون و اطمینان کے ساتھ سجدہ کرو

'پھر اُٹھ کر سکون کے ساتھ بیٹھ جاؤ اور پھر سجدہ کرو' اسی طرح اپنی نماز پوری کرلو۔

﴿مشکوٰۃ شریف' کتاب الصلوٰۃ' باب صِفَۃِ الصَّلوٰۃ' الفصل الاوّل﴾

روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن شِبل سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کوے کی سی ٹھونگ مارنے اور روندے کی طرح ہاتھ بچھانے سے منع فرمایا اور اس سے منع کیا کہ کوئی شخص مسجد میں جگہ مقرر کرلے جیسے اونٹ مقرر کرلیتا ہے (ابوداؤد' نسائی' دارمی)۔ ﴿مشکوٰۃ شریف کتاب الصلوٰۃ' باب السجود وفضلہ' تیسری فصل﴾

مطلب یہ ہے کہ جلدی جلدی سجدے نہ کیا کرو' ایک اور روایت میں حضور سرورِ کائنات ﷺ کا ارشاد ہے کہ

بے شک نماز سکون' عاجزی' گڑگڑانے' خوف اور پشیمانی کا نام ہے (جامع ترمذی' جلد اول' باب ماجاء فی التخشع فی الصلوٰۃ) ﴿احیاء العلوم الدین' فضیلت خشوع﴾

آپ ﷺ نے مزید فرمایا:

اِنَّمَا الصَّلٰوۃُ تَمَسْکُنٌ وَّتَوَاضُعٌ (بے شک نماز سکون و تواضع کا نام ہے)

﴿احیاء العلوم الدین' تیسرا باب نماز کی باطنی شرائط﴾

نماز میں سکون اور تواضع ہے' اس لئے نماز میں تعدیل ارکان یعنی نماز کا ہر ہر رکن سکون واطمیان کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر ادا کرنا واجب ہے۔

﴿مشکوٰۃ شریف' کتاب الصلوٰۃ' باب صِفَۃِ الصَّلوٰۃ' الفصل الاوّل﴾

جمعہ اور عیدین کی جماعت

ہفتہ کے دنوں میں جمعۃ المبارک نہایت بابرکت اور افضل ایام ہے۔ عیدین مسلمانوں کے قومی تہوار ہیں۔ ان تینوں موقعوں پر چونکہ تمام مسلمانوں کا ایک جگہ اجتماع ہوتا ہے اس لئے حق سبحانہ وتعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے کا سب سے بہتر طریقہ یہی ہے کہ تمام مسلمان شانہ سے شانہ اور پاؤں سے پاؤں ملا کر امیر و غریب کی تمیز ختم کر

کہ اپنے خالق و مالک کی بارگاہ میں تسبیح، تحمید اور ثناء کے تحفے پیش کریں۔

نماز دین کا ستون ہے کی حکمت

نماز دین کا ستون ہے اس میں یہ حکمت ہے کہ وہ اپنے اندر بے شمار روحانی، اخلاقی، انفرادی، تمدنی اور معاشرتی فوائد سمیٹے ہوئے ہے اور یہی وہ عبادت ہے جو نہ صرف انسان کی انفرادی سیرت کی تعمیر کرتی ہے بلکہ مجموعی طور پر جماعت میں ایسی سیرت پیدا کرتی ہے کہ تمام لوگ خواہ وہ کسی بھی طبقہ سے متعلق ہوں ایک دوسرے کے ساتھ باہمی الفت و محبت، ہمدردی و غم خواری اور اخوت و بھائی چارہ کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں۔

نماز کے فرض ہونے کی حکمت

نماز کے فرض ہونے کی حکمت یہ ہے کہ نماز مومن کی معراج اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اس لئے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا:

"جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ" "نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔"

ایسا کیوں نہ ہو؟ یقیناً نماز اپنے مولیٰ سے مناجات اور اس کے روبرو کھڑے ہونے کا نام ہے اور اسی نماز کے ذریعہ مالک حقیقی کا قرب نصیب ہوتا ہے، نماز اللہ تعالیٰ کی تعظیم، تکبیر، تحمید و تقدیس اور خشوع و خضوع پر مشتمل ہے۔ جوارح اور اعضاء کے ذریعہ خشوع و خضوع، زبان کے ذریعہ تقدیس و تحمید اور دل کے ذریعہ اس کی پاکیزگی بیان کی جاتی ہے، رکوع خضوع کی ابتداء اور سجدہ خشوع کی انتہاء پر دال ہے، رکوع اور سجدہ تعظیم و احترام کی انتہاء ہے دونوں سے مقصد اپنی ذلت و عاجزی کا اظہار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رکوع اور سجدہ غیر اللہ کے لئے جائز قرار نہیں دیا گیا، صرف ایک ذات بابرکات کے لئے خاص کر دیا گیا ہے۔

نماز کی ایک حکمت اور بھی ہے، وہ ہے عہد و پیمان کی تجدید اور ذکر پر مداومت

اور ہیشگی، چنانچہ یہ نماز اس مکتوب کے مشابہ ہے جو کسی محبوب کو بھیجا جائے۔ یہ نماز اس پیغامِ محبت کی طرح ہے جو کسی معشوق و مطلوب کو دل کی گہرائی سے بھیجا جائے، جس سے محبّ اور محبوب کا تعلق استوار ہوتا ہے، کیونکہ اگر یہ مکتوبات محبت اور پیغامات مودّت نہ ہوتے تو محبوب اس کو بھول جاتا اور محبت کا سارا تعلق منقطع ہو جاتا، نماز کی یہی حقیقت ہے۔ نماز انسان کو اس کے رب کے قریب اور حظیرۃُ القدس کے نزدیک کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے اس فرمانِ مبارک میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ مَنْ اَقَامَھَا فَقَدْ اَقَامَ الدِّیْنَ فَمَنْ تَرَکَھَا فَقَدْ ھَدَمَ الدِّیْنَ ﴿اِحْیَاءُ الْعُلُوم الدین، نماز کے اسرار و مسائل کا بیان پہلا باب﴾

نماز دین کا ستون ہے، جس نے (نماز کو) قائم کیا یقیناً اُس نے سارے دین کو قائم کیا، پس جس نے (نماز کو) چھوڑ دیا یقیناً اُس نے دین کو ڈھا دیا۔

﴿کنز العمال کتاب الصلوٰۃ ☆ انیس الواعظین، المجلس الثانی، فی الایمان والصلوٰۃ وصوم رمضان﴾

یہی وجہ ہے کہ آپ تارک صلوٰۃ کو دیکھیں گے کہ وہ قساوت قلبی اور غفلتِ دینی میں مبتلا ہوگا، اللہ تعالیٰ ہمیں نماز قائم کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور نماز ہمیشہ پڑھنے پر ہماری مدد فرمائے۔

سنت مؤکدہ نماز کی حکمت

نمازِ فرض سے پہلے سنت مؤکدہ ادا کرنے میں خاص حکمت و مصلحت یہ ہے کہ انسان کی طبیعت میں پراگندگی اور انتشار ہوتا ہے، یعنی لوگوں سے میل جول، معاش کے حوالے سے بھاگ دوڑ، بھول چوک، کھانے پینے کی طلب اور سونے کا معمول و عادت، یہ سب انسان کے خیالات میں یکسوئی نہیں رہنے دیتے۔ خیالات کا بکھرنا اور پریشان ہونا قدرتی و فطری امر ہے۔ فرائض کے ادا کرنے سے پہلے سنتیں ادا کرنے

سے طبیعت نماز کی طرف راغب ہوگی اور باطن مناجاتِ الٰہی ادا کرنے کی طرف مائل وآمادہ ہوجاتا ہے۔ سنت مؤکدہ ادا کرنے سے باطن کی کدورت اور ظلمت دور ہوجاتی ہے' مناجات کی صلاحیت اُجاگر ہوجاتی ہے' باطن دُرست ہوکر فرض ادا کرنے کے لائق ہوجاتا ہے اس طرح سنت کا ادا کرنا ایک نیک آغاز ہے' جس سے برکتیں نازل ہوتی ہیں اور بندے کو فیض کے لئے راہ ملتی ہے۔ ﴿عوارف المعارف مترجم: ۴۱۵﴾

نفلی نماز کی حکمت

نفل نمازیں اس لئے مشروع ہوئیں ہیں تاکہ فرائض میں جو کمی کوتاہی رہ گئی تھی وہ نوافل کے ذریعہ پوری کی جاسکے۔ کیونکہ نمازی جب نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اکثر و بیشتر ایسا ہوتا ہے کہ وہ نماز تو بظاہر پڑھ رہا ہوتا ہے مگر اس کا دل خشوع و خضوع سے خالی ہوتا ہے اس لئے نوافل اور سنن کا حکم دیا گیا تاکہ فرض نماز میں جو نقصان رہ گیا ہے اُس کی تکمیل اور تلافی ہوجائے اور فرض میں کمی کوتاہی کی وجہ سے جو خلارہ گیا ہے اُس کو پر کیا جاسکے۔

''عوارف المعارف مترجم صفحہ ۴۱۲'' پر حضرت شیخ سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان درج کہ:

انسان کو فرائض کی تکمیل کے لئے مؤکدہ سنتوں کی ضرورت ہوتی ہے' جبکہ سنتوں کی تکمیل نوافل سے ہوتی ہے' نوافل کی تکمیل کے لئے آداب کا علم ہونا ضروری ہے' ان آداب میں ترکِ دُنیا بھی شامل ہے۔

حائض پر روزہ کے واجب ہونے اور نماز کے واجب نہ ہونے کی حکمت

اس کی حکمت یہ ہے روزہ چونکہ پورے سال میں ایک ہی مرتبہ آتا ہے اور حیض والی عورت پر روزہ کے اعادہ میں کوئی مشقت بھی نہیں ہے اور نہ کوئی حرج ہے اس لئے روزہ کے اعادہ کا حکم واجب ہوا' کیونکہ بے شمار فوائد اور ثمرات ایسے ہیں جو روزہ رکھنے

سے ہی حاصل ہوتے ہیں تو اسی حرص اور لالچ کی خاطر کہ کہیں وہ عورت ان ثمرات سے محروم نہ ہو جائے اسے روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا۔ باقی رہی یہ بات کہ حائض کو نماز نہ لوٹانے کی حکمت کیا ہے؟ تو اس کی حکمت یہ ہے کہ نماز چونکہ دن میں پانچ مرتبہ آتی ہے، اگر نماز کے اعادہ کا حکم دیا جاتا تو اس میں حرجِ عظیم لازم آتا اور ناقابل برداشت مشقت لازم آتی، ہر روز بلکہ ہر وقت نمازیں دھراتی رہتی، خاص طور پر جب کہ زیادہ دنوں تک حالتِ حیض میں مبتلا رہے تو بڑی مشکل میں پڑ جاتی۔ نمازوں کی ایک کثیر تعداد اس کے ذمہ پڑ جاتی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل کا تقاضا ہوا کہ حیض والی کو نماز کے اعادہ کا حکم نہ دیا جائے۔ چنانچہ اس کو اعادہ صلوٰۃ کا حکم نہیں دیا گیا۔ "وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ"

اسلام مکمل ترین مذہب ہے

بتلایئے کہ کیا دُنیا کا کوئی مذہب بھی اس قدر فطرت شناس اور اس قدر روحانی و دنیوی اُمور کو مدِ نظر رکھنے والا مکمل مذہب ہے جتنا اسلام ہے؟

یہ اسلام ہی ہے جس کی کسی ایک تعلیم پر عمل کرنے سے اگر ایک طرف خدا خوش ہوتا ہے تو دوسری طرف اسی عمل سے بے شمار دنیوی فائدے بھی حاصل ہوتے ہیں، اس لئے انسان کے لئے مکمل ترین مذہب صرف اسلام ہے۔

فوائد نماز حاصل کرنے کا طریقہ

بہرحال نماز کے یہ فوائد و ثمرات اسی صورت میں ظاہر ہو سکتے ہیں کہ جب نماز کے ضمن میں چند اصول و ضوابط اور قوانین کی پیروی کی جائے۔ ان اصول و قوانین اور ضوابط کی پابندی اور رعایت سے ہی قلب و دماغ اور نفس و روح کے مطلوبہ اعمال و افعال سامنے آتے ہیں اور ان کے صحیح نتائج مرتب ہوتے ہیں۔

مومن اور غافل کی نماز میں حکمتیں

مذکور ہے کہ جب مومن نماز کے لئے وضو کرتا ہے تو شیطان اس کے ڈر سے دوڑ کر دور بھاگ جاتا ہے۔ اس وقت بندہ خداوند عالم کے پاس جانے کی تیاری میں لگا ہوتا ہے۔ اور جب وہ تکبیر کہتا ہے تو شیطان اس سے چھپ جاتا ہے۔ مومن اور ابلیس کے درمیان پردے ڈال دیئے جاتے ہیں، جن کی وجہ سے ابلیس اس سے چھپ جاتا ہے مگر جب خداوند قدوس اس کی طرف دیکھتا اور جب بندہ اللہ اکبر کہتا ہے تو فرشتہ اس کے دل میں جھانکتا ہے۔ اس کے دل میں اللہ سے بڑی اور کوئی چیز نہیں ہوتی تو وہ فرشتہ کہتا ہے:

''تو سچ کہتا ہے، تیرے کہنے کے مطابق اللہ تیرے دل میں موجود ہے''

اس وقت اس کے قلب سے نورانی شعاعیں نکل کر عرشِ الٰہی تک پہنچ جاتی ہیں۔ اس نور کے ذریعے اس پر زمین و آسمان کے سب ملکوت روشن و منور ہو جاتے ہیں اور اس نور کے اندر اس کے لئے نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔

اگر نمازی جہالت اور غفلت کے ساتھ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو شیاطین اس پر اس طرح اُمنڈ پڑتے ہیں جس طرح مکھیاں شہد کے قطرے پر جمع ہو جاتی ہیں۔ جب وہ تکبیر کہتا ہے تو فرشتہ اس کے دل کے اندر جھانکتا ہے۔ اگر اس کے دل میں اللہ سے بڑھ کر کوئی چیز جاگزیں ہوتی ہے تو فرشتہ اُسے کہتا ہے:

''تو جھوٹ کہتا ہے، تیرے کہنے کے مطابق تیرے دل میں اللہ سے بڑھ کر کوئی اور ہے''

اس وقت اس کے قلب سے وسوسے کا دھواں اُٹھتا ہے، جو آسمان تک پہنچ کر

اُس کے قلب کے لئے عالم ملکوت کی راہ میں ایک حجاب بن جاتا ہے۔ اس حجاب کی سطح موٹی ہوتی جاتی ہے۔ شیطان اس کے قلب کا گھیراؤ کر کے اس میں برابر پھونکتا اور دم کرتا رہتا ہے۔ اس کے دل میں وسوسے پیدا کر کے انہیں خوشنما دکھاتا ہے' حتیٰ کہ جب وہ نماز سے فارغ ہوتا ہے تو اُسے کچھ خبر نہیں ہوتی کہ نماز میں کیا کچھ تھا۔

حدیث شریف میں ہے کہ اگر شیاطین اولادِ آدم کے دلوں پر نہ چھائے ہوتے تو وہ آسمان کے عالم ملکوت کو ضرور دیکھ لیتے۔ ﴿عوارف المعارف مترجم:۴۳۷﴾

دُعائے نور

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ تہجد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے اور نماز پڑھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں یا اپنے سجدے میں یہ دُعا مانگنے لگے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا ' وَفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَعَنْ يَمِيْنِيْ نُوْرًا 'وَعَنْ يَسَارِيْ نُوْرًا ' وَاَمَامِيْ نُوْرًا' وَخَلْفِيْ نُوْرًا ' وَفَوْقِيْ نُوْرًا' وَتَحْتِيْ نُوْرًا ' وَاجْعَلْنِيْ نُوْرًا ' قَالَ شُعْبَةُ اَوْ قَالَ اجْعَلْ لِيْ نُوْرًا۔

﴿الفتح الربانی ترجمہ مسند امام احمد (جلد اول) کتاب الصلوٰۃ' باب ۱۱ صفحہ نمبر ۶۰۶﴾

اے اللہ! میرے دل میں نور کر دے' میرے کانوں میں نور کر دے اور میری آنکھوں میں نور کر دے اور میری دائیں طرف نور کر دے میری بائیں طرف نور کر دے میرے آگے نور کر دے میرے پیچھے نور کر دے میرے اوپر نور کر دے میرے نیچے نور کر دے اور مجھے نور کر دے' شعبہ نے کہا کہ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: میرے لئے نور کر دے۔

نماز کی تمدنی اور معاشرتی حکمتیں

نماز تمدنی اور معاشرتی اصطلاح میں بھی ایک بنیادی حیثیت کی حامل ہے۔ قانون اور حکومت کا خوف صرف ظواہر اعمال تک محدود ہے۔ اس کی دارو گیر صرف انہی جرائم تک ہے جو کھلے بندوں کئے جائیں۔ سوسائٹی میں بھی ایک شخص اُس وقت مطعون ہوتا ہے جب اس کی غلط کاریاں سوسائٹی کے علم میں آجائیں۔ آپ جانتے ہیں کہ آپ کے گردو پیش لاکھوں جرائم ہو رہے ہیں مگر حکومت کا ہاتھ صرف چند ہی انسانوں تک پہنچ جاتا ہے۔ نماز انسان میں یہ احساس بیدار کرتی ہے کہ سب حاکموں سے بڑا حاکم خدائے کائنات ہے جس سے کوئی جرم چھپایا نہیں جاسکتا۔ گناہ' چاہے شیش محلوں کے سنہری پردوں میں کیا جائے' چاہے جھونپڑیوں کے اندھیروں میں کیا جائے اللہ تعالیٰ کی نگاہ سے نہیں چھپ سکتا۔ جب انسان ہر روز ایمان و ایقان کے ساتھ پانچ وقت اللہ کے حضور میں حاضری دے تو اس سے کیسے کوئی گناہ سرزد ہوگا اور جس معاشرہ میں ایسے نماز گزار انسان بستے ہوں اس سے بہتر معاشرہ زمین پر کہاں نصیب ہوسکتا ہے اسلام ہی نے یہ پاکیزہ معاشرہ مہیا کیا تھا' ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ" ﴿پ ۲۱ سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۴۵﴾

بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے

نماز کی نفسیاتی حکمتیں

قرآن و حدیث میں وارد نصوص پر غور و فکر سے نماز کی نفسیاتی حکمتوں کی معرفت ممکن ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

جب تم میں سے کوئی ایک اُٹھ کر نماز ادا کرتا ہے تو وہ اپنے رب سے مناجات کر رہا ہوتا ہے۔

مناجات کی تعریف

اللہ تعالیٰ سے براہِ راست خطاب کرنا اور اللہ کے وجود کا حقیقی شعور ہونا اور یہ جاننا کہ وہ بندے کے قریب ہے اس کی دُعا سنتا، اس کی پکار کا جواب دیتا اور اس کی آرزوؤں کو شرفِ قبولیت سے نوازتا ہے۔

جب نمازی ہر روز پانچ مرتبہ اس مناجات و سرگوشی کو برابر سرانجام دیتا ہے تو اس کی روحانی قوتیں بیدار ہوتی ہیں اور اسے احساس ہوتا ہے کہ اللہ اس کی قوت و مدد سے اس کی تائید فرمائے گا اور یہ کہ اللہ اس کے ساتھ ہے، وہ کبھی اس سے الگ نہیں ہوتا، اس احساس سے اس کے عزم میں پختگی اور ارادہ میں مضبوطی پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے نصب العین کی طرف بلا تردد اور بلا خوف و خطر بڑھتا ہے۔ وہ راستہ میں آنے والی دشواریوں اور تکلیفوں کو خاطر میں نہیں لاتا۔ اگر وہ اپنے مقصد و مطلوب کو حاصل کر لینے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو وہ مغرور نہیں ہوتا، تکبر نہیں کرتا۔ اگر وہ دیکھتا ہے کہ وہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہیں ہو سکا تو وہ مایوس اور افسردہ نہیں ہوتا، بلکہ ازسرنو اپنی کوشش کا آغاز کرتا ہے۔ اللہ پر توکل اور اسی کی ذات پر اعتماد سے وہ اپنی نئی کوشش کو

شروع کرتا ہے۔

دوسری طرف نماز نفس کو زندگی کی آلائش اور آلام سے بچاتی ہے۔ نفس کو مادیت کی کشش اور جاذبیت سے نکال کر اسے اللہ کی طرف متوجہ کردیتی ہے۔ چنانچہ بندہ ذکر، دعا، فروتنی اور انکساری کے ساتھ، اپنے رب کی کبریائی وعظمت کا اعتراف کر کے اسی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا ہے، اس سے نفس سکون ورضا کی آماجگاہ بن جاتا ہے اور اسے سعادتِ ربانی سے فیض یاب ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ اس سے اس کی قوتوں کی تجدید ہوتی ہے اور نفس عمدہ اعمال کے بجالانے اور اللہ کریم کی ذات میں امید رکھنے پر آمادہ ہوتا ہے۔ رسالت مآب ﷺ سخت ترین حالات میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو نماز کے لیے اذان دینے کا حکم دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے:

"أَرِحْنَا بِالصَّلٰوۃِ یَا بِلَالُ"

(اے بلال! ہمیں نماز کے ذریعہ راحت پہنچاؤ)

نیز فرمایا کرتے تھے:

"وجعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ"

میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

سماجی اثرات

نماز سے انسان کو سکونِ قلب حاصل ہوتا ہے، وہ اخلاقِ جمیلہ پر کاربند ہوتا ہے، اخلاقِ حسنہ سے متصف ہوتا ہے، وہ جس معاشرے میں رہ رہا ہوتا ہے اس کا ایک مفید رکن ہوتا ہے، اس سے بنی نوع انسان کے مفاد بہتری اور بھلائی کے کام سرانجام پاتے ہیں، اسلام نے نماز باجماعت کو پسند کیا ہے اور ہر ہفتہ نماز جمعہ کو واجب قرار دیا ہے۔ اہل محلہ کا ہر روز پانچ مرتبہ اپنی مسجد میں اکٹھا ہونا، پھر جمعہ کے دن وسیع پیمانہ کا اجتماع اس سے اجتماعی تعلقات میں مضبوطی پیدا ہوتی ہے، جماعت کے مابین روابط

مستحکم ہوتے ہیں' ہر ایک نمازی یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ مسجد میں موجود ہر شخص کا بھائی ہے اور وہ اُس کے برابر درجہ کا انسان ہے۔ یوں نمازیوں میں حقیقی مساوات کی روح پیدا ہوتی ہے' یہاں مالدار اور نادار چھوٹے اور بڑے کے مابین کوئی فرق نہیں ہوتا' وہ سب کے سب اللہ کے بندے ہوتے ہیں' جو اس کے گھر میں محبت اور اخوت کے زیر سایہ جمع ہوتے ہیں۔

مساوات کی اس عملی مشق اور مظاہرہ سے رنگ و نسل اور دولت کے فرق و اختلاف ختم ہو جاتے ہیں' ہر فرد کو یہ حقیقی شعور حاصل ہوتا ہے کہ وہ جماعت کے لئے ہے اور اس کو یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ وہ فرد کے لیے ہے۔ اسی نصب العین اور مقصد کے حصول کی خاطر فلاسفہ' حکماء' دانشور' علماء' ماہرین' عمرانیات کوشاں ہیں تا کہ انسانیت کو امن و سلامتی نصیب ہو۔

یاد رہے کہ یہ تمام حکمتیں اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتیں جب تک نمازی اپنی نماز کو مکمل بیداری اور شعور کے ساتھ ادا نہیں کرتا اور نماز کے کلمات اور ارکان میں حقیقی غور و فکر سے کام نہیں لیتا۔ اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے خشوع سے تعبیر کیا ہے۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ○ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ○

﴿پ ۱۸' المومنون ۱۔۲﴾

اہل ایمان یقیناً بامراد ہیں' جو بڑی لگن یعنی خشوع و خضوع سے نمازیں پڑھتے رہتے ہیں۔

اگر نماز اس احساس و وجدان سے خالی ہو تو اس کے فوائد بہت کم ہوں گے' بلکہ وہ بے فائدہ ہو گی۔ آیئے! ہم اس حدیثِ قدسی پر غور کریں جو نبی کریم ﷺ نے اپنے رب سے روایت کی ہے:

انما اتقبل الصلوٰة ممن تواضع بها لعظمتي ولم يستطل بها على خلقي ولم يبت مصرا على معصيتي وقطع النهار في ذكري ورحم

المسكين وابن السبيل والا رملته ورحم المصاب ذالك نوره كنور الشمس اكلوه بعزتي واستحفظه ملا ئكتي واجعل له في الظلمة نورا وفي الجهالة حلما ومثله في خلقي كمثل الفردوس في الجنة ۔ (اسلامی دستورِ حیات)

میں تو اس کی نماز قبول کرتا ہوں جو اس نماز کے ذریعہ میری عظمت کے سامنے عاجزی کرتا ہے اور نماز ادا کرنے کے سبب میری مخلوق پر اتراتا نہیں، میری نافرمانی پر اصرار کر کے رات نہیں گزارتا، دن میری یاد میں گزارتا ہے، مسکین پر رحم کرتا ہے، مسافر بیوہ اور مصیبت زدہ کی امداد کرتا ہے۔ یہ وہ شخص ہے کہ اس کی روشنی سورج کی روشنی کی مانند ہوتی ہے۔ میں اپنی قوت سے اس کی حفاظت کروں گا، اپنے فرشتوں کے ذریعہ اس کا تحفظ کروں گا، میں تاریکی میں اس کے لیے روشنی کا سامان مہیا کروں گا، طیش میں اسے بردباری بخشوں گا اور اس کی مثال میری مخلوق میں ایسے ہو گی جیسے جنت فردوس۔

اخلاقی نتائج و آثار

انسان اس وقت تک اللہ کا قرب اور اس کی رضا حاصل نہیں کر سکتا جب تک وہ اپنے آپ کو تمام عاداتِ بد اور رذائل سے پاک نہیں کر لیتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۔

﴿پ ۳۰ سورۃ الاعلیٰ: ۱۴۔۱۵﴾

فلاح پا گیا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی اور اپنے رب کا نام یاد رکھا اور نمازیں پڑھتا رہا۔

اس پاکیزگی کا ذریعہ نماز ہی ہے کیونکہ لگاتار پڑھنے سے نمازی میں ایک زندہ و بیدار ضمیر جنم لیتا ہے جو اسے خیر پر ابھارتا اور آمادہ کرتا ہے اور شر سے روکتا اور باز رکھتا

ہے اور یہ بات آیت مبارکہ بھی بتاتی ہے۔

"اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ" ﴿پ۲۱ سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۴۵﴾

بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔

اس پر مزید یہ کہ نماز نفس میں ثبات واستحکام اور شرافت کو راسخ کر دیتی ہے اور یہ دونوں نہایت اعلیٰ خصلتیں اور عادتیں ہیں۔ جب نمازی کو کوئی مصیبت یا تکلیف پہنچتی ہے تو وہ جزع فزع نہیں کرتا' گھبراہٹ کا اظہار نہیں کرتا' جب اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے تو وہ ان نعمتوں کو اپنے لیے ہی سمیٹ کر نہیں رکھتا بلکہ دوسروں کو بھی اس میں شریک کرتا ہے' ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۝ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۝ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۝ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۝

﴿پ۲۹' المعارج۔۱۹ تا ۲۳﴾

بے شک انسان بڑا حریص پیدا کیا گیا ہے' جب اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو گھبرا اُٹھتا ہے اور جب اسے خوشحالی نصیب ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے' مگر وہ لوگ (اس عیب سے بچے ہوئے ہیں) جو نماز پڑھنے والے ہیں' جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں۔

نماز کے ثمرات کی حکمتیں

نماز اسلام کا اولین ستون بھی ہے اور سب سے اہم عبادت بھی' نماز کی اتنی زیادہ فضیلت ہے کہ قرآنِ پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت اسماعیل علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام' حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نماز ادا کرنے اور ان کے نمازی ہونے کا ذکر آیا ہے۔ قرآنِ پاک میں یہ بھی بیان فرمایا گیا ہے کہ:

"پہلی اُمتوں میں بُرے آدمیوں کی ایک خرابی نماز ترک کرنا اور نماز ادا کرنے سے غفلت اختیار کرنا بھی تھی"۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر غارِ حرا میں جب پہلی وحی نازل ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کا طریقہ جسے نماز کہتے ہیں سکھایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کے تیرہ برسوں میں مسلمانوں پر فقط یہی ایک عبادت نماز فرض تھی۔ مکی زندگی کے آخری برسوں میں واقعہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقعہ پر باقاعدہ نماز کی فرضیت کا حکم ہوا۔

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی بنیاد رکھی اور باقاعدہ نماز کا اہتمام فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر یا حضر' بیماری یا تنگدستی' امن یا جنگ نیز کسی بھی حالت میں اپنے آخری وقت تک نماز باجماعت کو نہیں چھوڑا اور نماز ہی وہ عبادت ہے جو مسلمانوں کو ہوش و حواس کے ہوتے ہوئے کسی بھی صورت میں معاف نہیں' صرف خاص مجبوریوں مثلاً طہارت' قصر اور خوف وغیرہ میں نماز کے ادا کرنے میں نرمی اور رعایت دی گئی ہے مگر اصل نماز کو کسی بھی حالت میں ترک نہیں کیا گیا۔ اگر کسی انتہائی مجبوری کے عالم میں نماز چھوٹ جائے تو اُس کے لئے دوسرے وقت میں قضاء نماز ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نماز کو مومن کی معراج اور دین کا

ستون قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا نماز ہی وہ عبادت ہے جس میں ہم اس مقام پر ہوتے ہیں کہ جیسے ہم اللہ تعالیٰ کو اور اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہو پھر حالتِ نماز میں بھی اور نماز کے بعد بھی ہم اللہ تعالیٰ سے ہدایت اور صراطِ مستقیم مانگتے ہیں' اس کی بڑائی اور اس کی وحدانیت کا دل سے اقرار کرتے ہیں' حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجتے ہیں' اپنے گناہوں کی معافی اور اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں' اپنی حاجتیں اور تمنائیں مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

پھر نماز ہی وہ عبادت ہے جو ایک مسلمان اور غیر مسلم میں امتیاز کا بڑا ذریعہ ہے۔ نماز چونکہ مساجد میں جا کر ادا کی جاتی ہے تو اس کے متعلق فرمانِ الٰہی ہے:

اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ یَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ○

(پ ۱۰' سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۸)

اللہ تعالیٰ کے گھروں (مساجد) کو آباد کرنا ان ہی لوگوں کا کام ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور نماز کی پابندی کی اور زکوٰۃ دی اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے نہ ڈرتے ہوں تو اُمید ہے یہ لوگ ہدایت یافتہ ہوں گے

ارشاد نبوی بھی ہے کہ:

''جو دُنیا میں اللہ تعالیٰ کا گھر (یعنی مسجد) بنائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا گھر جنت میں بنائے گا'' (صحیح ابنِ حبان)

سب سے اہم بات یہ ہے کہ نماز ہی وہ عبادت ہے جو انسان کو بدی اور فحش کاموں سے روکتی ہے' لیکن انسان کو بھی اپنی نمازوں کی حفاظت کرنی چاہیے' یعنی جب فجر کی نماز ادا کر لیں تو ارادہ باندھ لیں کہ ظہر تک میں نے کوئی بھی برا کام نہیں کرنا' جب ظہر پڑھ لیں تو عصر تک ارادہ باندھ لیں کہ میں نے کوئی بھی برا کام نہیں کرنا۔ اس طرح اگلی فجر کی نماز ادا کرنے تک اپنی نمازوں کے درمیانی اوقات میں اپنے آپ کو برے کاموں سے روکنا اپنی نمازوں کی حفاظت کرنا ہی ہے (اور جو لوگ پانچ وقت کی

نماز ادا کرتے ہیں اور اپنی نماز کی حفاظت بھی کرتے ہیں تو ان لوگوں کی حفاظت کا خاص بندوبست کر دیا جاتا ہے اور وہ خاص قسم کی رحمت اور برکت کے حصار میں رہتے ہیں) چنانچہ پورے خشوع و خضوع کی نماز اور انسان کا بدی کے کاموں سے بچنے کا پختہ ارادہ و نیت ہی اسے اپنے نفس کو زیر کرنے کی طاقت میسر کرتا ہے۔ نمازی آدمی کے چہرے پر ایک الگ ہی نور ہوتا ہے اور اس کی شخصیت کا ایک الگ ہی رعب' پہچان اور رنگ ہوتا ہے کیونکہ جو اس کے آگے سچے دل سے جھکتے ہیں تو پھر وہ انہیں کبھی بھی کسی کے آگے جھکنے نہیں دیتا اور یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ رحمتِ الٰہی تو ہر ایک کے لئے ہے لیکن جو لوگ قطعی اس کے کاموں میں لگ جاتے ہیں (یہ کام حقیقتاً انسان کے اپنے ہی فائدہ کے لئے ہوتے ہیں) تو وہ اوروں سے زیادہ ان کے کاموں میں لگ جاتا ہے)۔

نماز! اتحاد بین المسلمین کا ایک ذریعہ بھی ہے اور یہی وہ عبادت ہے جس کے ذریعے ہر قوم' ہر ملک' ہر رنگ اور ہر نسل کے بندے ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر اپنے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوتے ہیں اور یہی وہ عبادت ہے جس میں ایک بادشاہ بھی ایک عام آدمی کے پیچھے نماز ادا کرتا ہے اور امام کی اقتداء اور احترام اس پر فرض ہوتا ہے اور یہ نماز ہی ہے جس میں بادشاہ اور فقیر ایک ہی صف میں کندھے سے کندھا ملا کر اپنے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری دیتے ہیں۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

پھر جب لوگ نماز کے لئے مساجد میں اکٹھے ہوتے ہیں تو انہیں ایک دوسرے کی خیر و عافیت جاننے کا موقع بھی ملتا ہے اور یہی اکٹھ آپس میں پیار' محبت' یگانگت' دوستی' صلح' تعاون اور مختلف مسائل کو حل کرنے کا ایک ذریعہ بھی بن جاتا ہے۔

میڈیکل کے اعتبار سے بھی نماز کی بڑی اہمیت ہے کہ جو بندہ دن میں پانچ مرتبہ

طہارت (وضو واستنجاء وغیرہ) کرتا ہے' ایک تو اس کے بدن کی صفائی ہو جاتی ہے اور وہ دن بھر تروتازہ' ہشاش بشاش اور پاک وصاف رہتا ہے۔ دوسرے یہ کہ دورانِ نماز انسان کی بڑی اہم پریکٹس بھی ہوتی ہے اور اس کا دورانِ خون بھی صحیح رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ مختلف بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔ جب انسان گھر سے وضو کر کے مسجد کی طرف روانہ ہوتا ہے تو اسے ہر قدم پر نیکیاں ملتی ہیں اور نماز سے انسان میں ڈسپلن بھی پیدا ہوتا ہے اور اسے وقت کی اہمیت کا احساس بھی ہوتا ہے۔ اگر کوئی انسان نماز ادا نہیں کرتا لیکن نیکی و بھلائی کے دیگر کام وعبادات سرانجام دیتا ہے تو وہ سمجھ لے کہ اس نے اپنی عبادات کا آدھا حق تو ادا کر دیا لیکن آدھا حق ادا نہیں کیا کیونکہ نماز بندے کو بندگی بھی سکھاتی ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے قریب لے جانے کا ایک مؤثر ذریعہ بھی ہے اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ:

''بچے کو اس کے بچپن ہی سے نماز ادا کرنے کی تلقین شروع کر دینی چاہئے اور اگر بچہ نماز ادا نہ کرے تو ادائیگی نماز کے لئے اس پر سختی بھی کرنی پڑے تو اس کی بھی اجازت ہے''۔

نماز مرتے دم تک کسی بھی صورت میں معاف نہیں اور اگر کسی کو کوئی بیماری یا کمزوری ہو تو وہ بیٹھ کر' لیٹ کر یا اشاروں سے بھی نماز ادا کر سکتا ہے۔ لیکن اس کو چھوڑنے کی کوئی بھی صورت نہیں کیونکہ یہ نیکیوں و بھلائیوں کا منبع وسرچشمہ بھی ہے اور دین اسلام کا سہرا بھی' لیکن افسوس کہ آج ہمارے پاس وقت کی نام نہاد کمی ہے حالانکہ اگر دیکھا جائے تو چوبیس گھنٹوں میں پانچ وقت کی نماز ادا کرنے کے لئے کوئی زیادہ وقت تو صرف نہیں ہوتا ہے (اور ہمیں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ یہ وقت تو ہمیشہ کے لئے ہمارے پاس رہنے والا نہیں ہے کیونکہ ان کی مہلت تو کسی بھی وقت ختم ہو سکتی ہے) مگر یہ بات سمجھ آتی ہے ان کو جو غور کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو پورے خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرنے کی طاقت وتوفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

نمازِ جنازہ کی حکمتیں

نمازِ جنازہ کو عربی میں ''صلوٰۃ الجنازۃ'' کہتے ہیں۔ یہاں صلوٰۃ سے مراد ارکانِ مخصوصہ نہیں، بلکہ صلوٰۃ اپنے لغوی معنیٰ کے لحاظ سے دُعا کے معنیٰ میں مستعمل ہے اور جنازہ' میت کو کہتے ہیں تو اصل عبارت ہو جائیگی صلوٰۃ الجنازۃ یعنی میت کے لئے دُعا کرنا۔ جنازہ پر صلوٰۃ کا اصل مقصد میت کے لئے دُعا کرنا ہے۔

دُعا کی قبولیت کے شرائط

دُعا کی قبولیت کی شرائط میں یہ بات لکھی ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی جائے پھر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دورد شریف پڑھا جائے' اس کے بعد دُعا مانگی جائے۔ اسی لئے پہلی تکبیر کے بعد ثناء' دوسری تکبیر کے بعد دورد شریف اور تیسری تکبیر کے دُعا برائے میت مانگی جاتی ہے۔

نمازِ جنازہ میں شرکت کی حکمت

عقل کا تقاضہ ہے کہ جب کسی انسان کو بہت سے لوگوں کا گروہ کسی کے سامنے لیجا کر اس کے لیے سفارش کریں اور اس کی معافی کی درخواست کریں اور اُس کے لئے عجز وانکساری کے ساتھ التجاء کریں تو بالآخر اُس کا قصور معاف ہو جاتا ہے۔ یہی نمازِ جنازہ کی حکمت ہے' یعنی نمازِ جنازہ اس لئے مقرر کی گئی ہے کہ مومنین کے ایک گروہ کا میت کی سفارش کے لئے بارگاہِ ایزدی میں جمع ہونا اور التجاء کرنا ہوتا ہے کہ اے باری تعالیٰ تو ہماری میت کو بخش دے اور اس کے گناہ معاف کر دے۔ یہ طریقہ اس میت پر رحمت الٰہی کے نازل ہونے میں بڑا کامل اثر رکھتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَا مِن رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيَقُوْمُ عَلٰى جَنَازَتِهٖ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَّا يُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيْهِ۔ ﴿مشکوٰۃ شریف، کتاب الجنائز، پہلی فصل﴾

جس مسلمان میت کے جنازہ میں چالیس موحد مرد شریک ہوں اور نمازِ جنازہ پڑھیں تو اللہ تعالیٰ اُس میت کے حق میں اُن کی سفارش قبول فرماتے ہیں اور اس میت کی بخشش کر دی جاتی ہے۔

افسوس صد افسوس اُن لوگوں پر جو اپنے عزیز اور دوست کے جنازہ میں تو شریک ہوتے ہیں مگر اُن کو نمازِ جنازہ یاد نہیں۔ ایسی بے معنی شرکت کا کیا فائدہ؟ میت کی بخشش تو تب ہوگی کہ سفارش کرنے والوں کو سفارش کا طریقہ بھی آتا ہو ورنہ یہ محض میت کو بھی دھوکہ دینا ہے کہ ہم تیرے جنازہ میں شریک ہیں اور میت کے ورثاء کو بھی دھوکہ دینا ہے۔ اس ریاکاری کا گناہ الگ ہوگا۔ اس لئے ہمیں اس کی فکر کرنی چاہئے۔ آخر ایک دن ہمارے ساتھ بھی یہ معاملہ ہونا ہے، کیونکہ زندگی روز بروز برف کی طرح پگھل رہی ہے۔

— ◀ ۲ ▶ —

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں (۱) جب سلام کرے تو جواب دے (۲) جب دعوت کرے تو قبول کرے (۳) جب چھینک آئے تو جواب دے یعنی چھینکنے والا کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تو سننے والا کہے یَرْحَمُکَ اللّٰہُ (۴) جب بیمار ہو تو عیادت کرے (۵) جب فوت ہو جائے تو اُس کے جنازہ میں شرکت کرے۔

﴿مشکوٰۃ شریف، کتاب الجنائز، فصل اول﴾

اس فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوا کہ جنازہ میں شرکت میت کا حق ہے۔ اب

اگر نمازِ جنازہ ہی یاد نہ ہو تو یہ حق کیسے ادا ہوگا۔

(۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو مسلمان کسی مسلمان کے جنازہ میں ثواب کی نیت سے شرکت کرتا ہے تو اس کو ایک قیراط کا ثواب ملے گا اور جو دفن میں بھی شریک ہوگا اُس کو دو قیراط کا ثواب ملے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قیراط کا کیا مطلب ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُحد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرنے کا ثواب۔

﴿مشکوٰۃ شریف، کتاب الجنائز، فصل اول﴾

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جنازہ میں شرکت کا ثواب اُحد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرنے کے برابر ہے۔ یہ ثواب تب ملے گا جب صحیح جنازہ پڑھ کر آئے گا ورنہ مفت میں آنے جانے کی تکاوٹ اور وقت کا ضیاع ہوگا۔

(۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص مسلمان کی نماز جنازہ میں شرکت کرتا ہے اور اُس کی چارپائی کو تین مرتبہ اُٹھاتا ہے تو گویا اُس نے اس میت کا حق ادا کر دیا ہے جو اُس پر تھا۔

﴿مشکوٰۃ شریف، کتاب الجنائز، دوسری فصل﴾

اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میں شرکت اور اس کی چارپائی کو کندھا دینا میت کا حق ہے۔ اس لئے ہمیں نماز جنازہ میں شرکت اس نیت سے کرنا چاہیے کہ ہم اس کا حق ادا کرنے جا رہے ہیں، ایسی نیت چاہیے اگرچہ موقع نہ بھی ملے۔ مشہور حدیث پاک ہے:

"اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" ﴿بخاری و مسلم﴾

یعنی اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے

لہٰذا صحیح نیت کے ساتھ نمازِ جنازہ میں شرکت کرے؟ محض عزیز و اقارب کو دکھلانا مقصود نہ ہو۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ میت گنہگار ہے اور جنازہ پڑھنے والے نیک لوگ ہیں تو ان کے جنازہ پڑھنے سے میت کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے' جیسا کہ حدیث پاک سے عیاں ہے' ملاحظہ فرمائیں:

جس میت پر تین صفین مسلمانوں کی نمازِ جنازہ پڑھیں اُس پر جنت واجب ہو جاتی ہے اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ میت نیک ہے تو اُس میں شرکت کرنے سے نمازِ جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی بخشش ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اس واقعہ سے ظاہر ہے۔ ﴿مشکوٰۃ شریف' کتاب الجنائز' دوسری فصل﴾

رسالہ قشیریہ میں ہے کہ' ایک کفن چور تھا۔ ایک عورت کا انتقال ہو گیا' وہ اس کے جنازہ کی نماز میں شامل ہوا تا کہ ساتھ جا کر اس کی قبر کا پتہ لگائے۔ جب رات ہو گئی تو اس نے بڑھیا کی قبر کو کھودنا شروع کیا' تو وہ عورت بول اُٹھی کہ سبحان اللہ! ایک مغفور شخص مغفور عورت کا کفن چراتا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میری بھی مغفرت کر دی اور ان تمام لوگوں کی جنہوں نے میرے جنازے کی نماز پڑھی اور تو بھی ان میں شریک تھا۔ یہ سن کر اُس نے قبر پر فوراً مٹی ڈال دی اور سچے دل سے تائب ہو گیا۔

﴿شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور: ۲۴۸﴾

اس لئے ہمیں بھی جنازہ میں ضرور شرکت کرنی چاہئے' یہ سب درجے تب ہی حاصل ہوں گے کہ ہمیں نمازِ جنازہ یاد بھی ہو اور صحیح جنازہ پڑھ کر واپس لوٹیں۔

— ◄ ۵ ► —

حدیث شریف میں مذکور ہے:

لایرد القضاء الا الدعاء ﴿مشکوٰۃ شریف جلد اول﴾

دُعا تو تقدیر کو بھی بدل سکتی ہے۔

اور دوسری حدیث پاک میں ہے:

دعوة المرء السلم لاخيه يغهر الغيب مستجابة عند راسه ملك مؤكل كلما دعا لاخيه بخير قال الملك المؤكل به آمين ولك بمثل

﴿مشکوٰۃ شریف جلد اول﴾

مسلمان آدمی جب اپنے بھائی کے لئے غائبانہ دُعا مانگتا ہے تو وہ قبول ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیتا ہے جو اُس کی دُعا پر آمین کہتا رہتا ہے اور کہتا ہے تجھے بھی وہی چیز ملے جو تو اپنے بھائی کے لئے مانگتا رہا ہے۔

نمازِ جنازہ دراصل دُعا ہی ہے اور دُعا تو تقدیروں کو بدل دیتی ہے' اس لئے ہم دُعا یعنی نمازِ جنازہ کو صحیح یاد کر کے اپنی میت کے لئے مانگیں گے تو ضرور اُس کی آخرت دُرست ہوگی اور کسی وجہ سے وہ عذاب میں گرفتار ہونے والا ہے تو ہماری دُعا سے وہ نجات پا جائے گا۔ اگر ہمیں دُعا ہی یاد نہ ہوگی تو ہم اپنی میت کو کیا فائدہ پہنچا سکیں گے اور جیسا کہ آپ نے پڑھا فرشتے اس پر امین کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تجھے بھی وہی چیز عطا ہو جو تو نے اپنے بھائی کے لئے مانگی تو کتنے افسوس کی بات ہوگی کہ ہم نے تو دُعا یاد نہ ہونے کی وجہ سے کچھ بھی نہ مانگا تو ہمیں کیا ملے گا؟

◄ ۶ ►

ایک موقعہ پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فاكثروا ذكرها ذم اللذات الموت ...... الخ

کہ لذات کو ختم کرنے والی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو' کیونکہ ہر روز قبر کلام کرتی ہے اور کہتی ہے۔

انا بيت الغربة وانا بيت الوحدة وانا بيت التراب وانا بيت الدود ... الخ

کہ میں اجنبیت کا گھر ہوں' میں تنہائی کا گھر ہوں' میں مٹی کا گھر ہوں' میں کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں۔ ﴿مشکوٰۃ جلد دوم﴾

ہ

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا نمازِ جنازہ میں شرکت کی ایک اہم حکمت اپنی موت کی یاد دہانی اور فکر آخرت ہے۔

سب سے بڑا عقلمند وہ ہے جو موت کو اکثر یاد کرنے والا ہو' مگر آجکل ایسے شخص کو دقیانوس بنیاد پرست اور بے وقوف جانا جاتا ہے۔

ایک بادشاہ تھا جو کہ ہفتہ میں ایک دن محفل شراب نوشی و رقص و سرود منعقد کرتا' ایک دن اُس نے اپنے وزیروں' مشیروں اور مصاحبوں سے کہا: آج کسی ایک ہم مجلس پر ٹھٹھا اور مذاق کی محفل لگاتے ہیں۔ لہٰذا کسی ایک کو اس کے لئے تیار کرو۔ اب سب نے سوچا کہ جس کا نام لیں وہ معزز ہے' کیونکہ کوئی وزیر ہے' کوئی مشیر۔ اب کس کا نام مقرر کریں۔ بادشاہ نے کہا: باہر جا کر عام آدمی کو پکڑ کر لاؤ اور یہ میرا رومال اس کو دیدو وہ جس کی گود میں ڈال دے گا اُسی کو مذاق کے لئے مقرر کرلیں گے۔ ایک سپاہی گیا اور ایک فقیر کو پکڑ کر لے آیا۔ اُس کو رومال دے کر کہا کہ یہ حاضرین میں سے کسی کی گود میں ڈال دے تو اس نے سب کرسیوں کا چکر لگا کر بالآخر وہ رومال بادشاہ کی گود میں ڈال دیا۔ سب لوگ حیران اور پریشان ہوگئے اور فقیر کو ملامت کرنے لگے کہ تو نے رومال بادشاہ کی گود میں کیوں ڈال دیا۔ اس فقیر نے کہا: مذاق اور ٹھٹھا اُس شخص سے کیا جاتا ہے جو سب سے زیادہ بے وقوف ہو' مجھے سب سے زیادہ بیوقوف بادشاہ ہی نظر آیا' اس لئے میں نے رومال اس کی گود میں ڈال دیا ہے۔ بادشاہ نے کہا وہ کیسے؟ تو فقیر نے بادشاہ سے سوال کیا؟ اے بادشاہ سلامت! آپ بتائیں کہ جب آپ اپنے ملک کے دورے پر جاتے ہیں تو اُس کے لئے کیا تیاری کرتے ہیں؟ بادشاہ نے کہا جہاں میں نے جانا ہوتا ہے وہاں میرے لئے بہترین رہائش اور بہترین کھانوں کو تیار کیا جاتا ہے' جتنے دن میں نے قیام کرنا ہوا اتنے دنوں کا انتظام کیا جاتا ہے' پھر میں وہاں جاتا ہوں۔

فقیر نے کہا: اے بادشاہ سلامت! جہاں آپ نے ایک یا دو دن کے لئے جانا ہو وہاں تو اتنا بڑا انتظام کیا جاتا ہے اور جہاں آپ نے ہمیشہ کے لئے جانا ہے وہاں کے لئے آپ نے کیا تیاری کی ہے؟ بادشاہ نے کہا: وہاں کے لئے تو میں نے کوئی تیاری نہیں کی۔ فقیر نے کہا: جہاں آپ نے ہمیشہ کے لئے جانا ہے وہاں کے لئے کوئی تیاری نہیں تو پھر سب سے بڑے بیوقوف تو آپ ہوئے' لہٰذا ٹھٹھہ مذاق کے لائق بھی آپ ہی ہیں۔

لہٰذا ہمیں اس فقیر کی بات پر غور کرنا چاہئے کہ ہم نے اُس جہان کے لئے کیا تیار کر رکھا ہے۔

◀ ۸ ▶

یہ جہانِ فانی جس کو خالق نے متاعِ غرور اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دار الغرور کا لقب دیا ہے یہ اپنے عاشقوں کو ضرور دھوکہ دیتا ہے مگر اس دھوکہ کا احساس مرنے کے وقت ہوتا ہے۔ شعر

یوں تو دُنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ تھی
قبر میں جاتے ہی دُنیا کی حقیقت کھل گئی

خشوع وخضوع والی نماز

ایماندار اور اللہ کے نیک بندہ کو چاہئے کہ جس وقت اذان کی آواز کان میں آئے فوراً اللہ جَلَّ شَانُہٗ کہہ کر ادب کے ساتھ اُس کی طرف متوجہ ہو جائیں اور دل میں یہ خیال استوار کریں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری اور اظہارِ عبودیت کا اعلان ہے' پھر جب مؤذن اَللّٰہُ اَکْبَر ' اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا للّٰہُ کہے تو اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت اور الوہیت کا تصور کرتے ہوئے ان کلمات کو دل اور زبان سے کہیں۔ اس کے بعد جب مؤذن اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم کہے تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے یقین کو تازہ اور رسالت کی عظمت کو پیش نظر رکھتے ہوئے خود بھی یہ کلمات اپنی زبان سے ادا کریں اور حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ ' حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کے کلمات سن کر دل میں خیال کریں کہ یہ مؤذن حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے ہی ہم کو نماز میں شرکت کے لیے دعوت دے رہا ہے اور اپنی زبان سے ان کلماتِ دعوت کا جواب لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ سے دے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اعانت کے بغیر حصولِ سعادت دشوار ہے۔ آخر میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ' اَللّٰہُ اَکْبَر ' لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ سن کر حق تعالیٰ کی شانِ ربوبیت والوہیت کا اقرار تازہ کرتے ہوئے یہ خیال قائم کریں کہ ایسے صاحب عظمت وجلال کے دربار میں حاضری انسان کی سعادت اور اس سے غفلت وکوتاہی انتہائی شقاوت ہے۔

اس کے بعد خدائے قہار و جبار کی عظمت وجلال کا تصور پیش نظر رکھ کر نہایت عجز ومسکنت اور ادب وتعظیم کے ساتھ اُس کی رحمت لا متناہی کی اُمید کرتے ہوئے مسجد کی طرف روانہ ہو جائیں اور چلتے وقت دل میں یہ تصور قائم رکھیں کہ قیامت کے دن بھی اسی طرح قبر سے اُٹھ کر میدانِ حشر کی طرف اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہونا

ہے۔ اس وقت دل میں اُمید و بیم کی کیفیت ہونی چاہیے' مسجد کے دروازے پر پہنچ کر یہ تصور کرنا چاہئے کہ یہ خدا کا گھر اور اُس کا دربار ہے' اس مقام کا ادب انتہائی ضروری ہے' داہنا پاؤں اندر رکھ کر یہ دُعا پڑھتے ہوئے داخل ہوں:

رَبِّ اغْفِرْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ

یا اللہ میرے گناہ بخش دے اور اپنی رحمت کے دروازے میرے لئے کھول دے۔

اس کے بعد مناجات اور عرضِ حال کا دل میں خیال کر کے خالقِ کون و مکان کے دربار میں نہایت ادب و تعظیم اور نیت خالص کے ساتھ قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جائیں اور دل کا رُخ یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر کر یہ خیال کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ ہی ارواح اور قلوب کا قبلہ ہے' دل اور زبان سے یہ دُعا پڑھیں:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

میں نے اپنا رُخ کامل یکسوئی کے ساتھ اُس اللہ کی طرف پھیر دیا ہے جس نے زمین و آسمان پیدا کیے ہیں اور میں مشرکوں سے نہیں ہوں' میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا مرنا جینا سب اللہ کے لیے ہے' جو رب العالمین ہے' اُس کا کوئی شریک نہیں ہے' مجھے اُسی کا حکم ہے' میں اس حکم کے ماننے والوں میں سے ہوں۔

اس کے بعد اللہ کی بے حد و غایت عظمت و کبریائی اور اپنی عاجزی و بے چارگی اور تمام ماسوی اللہ سے بے تعلقی پیش نظر رکھ کر نہایت خشوع و خضوع سے تکبیر تحریمہ (اَللّٰهُ اَكْبَرُ) کہیں' تکبیر تحریمہ کہتے وقت اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا استحضار (یاد داشت) اور کامل تصور ہونا ضروری ہے اور دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھا کر دُنیا اور ماسوی اللہ سے انقطاع کا اظہار کرتے ہوئے باندھ لیں اور اسی تصور سے کہ حق تبارک تعالیٰ اپنی خاص کریمانہ شان سے میری طرف متوجہ ہے اور میری عرض سن رہا ہے

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ

اے میرے اللہ تیری ذات پاک ہے اور تیرے ہی لئے سب تعریف ہے اور تیرا ہی نام برکت والا ہے' تیری شان اونچی ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

اس کے بعد شیطان کے شر سے بچنے کے لیے' جو دین و ایمان اور خالص طور پر نماز کا دشمن ہے اور ہر وقت گھات میں لگا رہتا ہے' خدا سے پناہ مانگیں اور اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھیں پھر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر سورہَ فاتحہ پڑھیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ' صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○ ایک ایک آیت ترتیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھ کر نہایت ادب و تعظیم اور خشوع خضوع کے ساتھ پڑھیں' اس لئے کہ سورہَ فاتحہ ہی بارگاہِ ربُّ العالمین میں بندہ کی عرضداشت ہے' پورے پورے آداب شاہی اور استحضارِ قلب (یعنی دلی طور پر حاضر) کا لحاظ رکھیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے'

چنانچہ: جب بندہ نماز میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' میرے بندے نے میری حمد کی۔ پھر جب بندہ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہتا ہے تو حق تعالیٰ فرماتا ہے' میرے بندے نے میری صفت بیان کی' پھر جب بندہ کہتا ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' میرے بندے نے اپنے سب کام میرے سپرد کر دیئے' پھر جب اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کہتا ہے تو حق سبحانہ فرماتا ہے میرے بندہ نے میری توحید کا اقرار کیا اور اپنے واسطے مجھ سے مدد مانگی ہے' یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان (معاملہ) ہے' پھر جب اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ' صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○ پڑھتا ہے

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ نے مجھ سے ہدایت مانگی ہے۔ میرے بندہ کی یہ درخواست ضرور پوری کی جائے گی۔

پس نماز میرے اور میرے بندے کے درمیان ایک پیوند اور تعلق ہے۔

﴿عوارف المعارف مترجم: ۴۰۸﴾

اس حدیث کی روشنی میں سورۂ فاتحہ کی ایک ایک آیت سمجھ سمجھ کر اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھنی چاہئے' کیونکہ بندہ کی ہر بات کا جواب ساتھ ساتھ مل رہا ہے۔ سورۂ فاتحہ کے بعد جو سورت پڑھنی ہو پڑھیں اور یہ خیال رکھیں کہ میری دُعا کا جواب یہی ہے جو میری زبان سے کہلوایا جا رہا ہے' کیونکہ قرآن کی ہر آیت میں ہمارے لئے کوئی نہ کوئی خاص ہدایت موجود ہے۔

قرأت ختم کرنے کے بعد شکر کے جذبات سے بھرپور دل کے ساتھ اللہ کی عظمت و کبریائی اور اپنی مایوسی ولاچارگی کو تصور کر کے نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں اپنا سر نیاز خم کر دیں اور تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ پڑھ کر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے ہوئے سیدھا کھڑے ہو جائیں۔ یہ کلمہ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطورِ جواب ہے' جو بندہ کی زبان سے کہلوایا گیا ہے' مطلب یہ ہے' اے بندے تیرے رب نے تیری دُعا سن لی۔ اللہ تعالیٰ کی بندہ نوازی اور قدر افزائی کے جذبے سے سرشار ہو کر دل اور زبان سے کہیں رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔ اس کے بعد اللہ کی عظمت و کبریائی اور اپنی عاجزی اور حق شکر عبادت ادا کرنے میں اپنی کوتاہی کا تصور کرتے ہوئے دل اور زبان سے اللہ کی کبریائی وعظمت کا اقرار کرتے ہوئے اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر اللہ کے حضور میں اپنی پیشانی اور ناک رکھ دیں اور اللہ تعالیٰ کے جلال وجبروت کا تصور رکھتے ہوئے خدائے برتر کی تسبیح بیان کریں۔ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى' سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى۔ پھر اپنے سجدے اور اپنی عبادت کو اس دربارِ عالی کے شایانِ شان نہ سمجھتے ہوئے ندامت اور اعترافِ قصور کے ساتھ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر سجدہ سے سر اُٹھائیں اور پھر اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر اسی جذبے اور تاثر کے ساتھ دوبارہ سجدے میں گر جائیں۔ دل

اللہ تعالیٰ کی رفعت، عظمت سے بھرا، اور اپنی انتہائی عاجزی و بے چارگی میں ڈوبا ہوا ہو اور تین مرتبہ تسبیح پڑھنے کے بعد یہ خیال کرتے ہوئے...... ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

خدائے تعالیٰ کی عظمت و جلالت کے آگے میرے حقیر سجدے کی کیا حقیقت ہے، اللہ کی شان ہماری عبادتوں اور سجدوں سے کہیں بالا و برتر ہے، اَللّٰہُ اَکْبَر کہہ کر کھڑے ہو جائیں اور دوسری رکعت مثل پہلی رکعت کے پوری کر لیں۔ جب دو رکعت پوری ہو جائیں تو نہایت ادب سے دو زانو بیٹھ جائیں اور کمال یک سوئی کے ساتھ التحیات پڑھیں۔ قعدہ اخیر میں یہ خیال کر کے کہ ہمیں دربارِ خداوندی تک رسائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی سے ہوئی ہے۔ دُعائے رحمت یعنی درود شریف کی شکل میں آپ وسکے احسان کا اعتراف کریں۔ درود شریف پڑھنے پر نماز ختم ہو جاتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول اور مزید انعامات کو محسوس کرتے ہوئے اپنے لئے، اپنے والدین کے لئے اور جمیع مومنین کے لئے دُنیا آخرت میں بھلائی کی دُعا مانگیں۔

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ○ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ○

(اے میرے پروردگار مجھ کو نماز کا پابند بنا دے، اور میری اولاد کو بھی، اے پروردگار ہمارے میری دُعا قبول کر۔ اے پروردگار مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور سارے مسلمانوں کو بخش دے، اس دن جبکہ (عملوں) کا حساب ہوگا)

اس کے بعد سلام کے ذریعہ نماز ختم کریں۔ داہنی طرف سلام پھیرتے وقت اپنی داہنی جانب کے نمازیوں اور فرشتوں کی نیت کریں اور بائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے بائیں جانب کے نمازیوں اور فرشتوں کی اور اگر جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہوں تو امام جس جانب ہو اُس جانب کے سلام میں امام کو بھی نیت میں شامل کر لیں۔

پھر اللہ رب العزت کی بارگاہ سے سلامتی کی دُعا مانگیں۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ وَاِلَیْکَ یَرْجِعُ السَّلَامُ حَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَالسَّلَامِ ط تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ط بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ط (اے اللہ تو ہی سلامتی دینے والا ہے اور سلامتی تیری ہی طرف سے ہے اور سلامتی تیری ہی طرف لوٹتی ہے اے ہمارے پروردگار ہم کو سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ اور داخل کر تو ہم کو اپنے سلامتی کے گھر' اے ہمارے پروردگار تو برکت والا اور بلند ہے' اے صاحب عظمت و بزرگی تیری رحمت کے ساتھ اے بہت زیادہ رحم کرنے والے)۔

پھر دو رکعت کے بعد دوزانو ہو کر مؤدب بیٹھا جاتا ہے جس کو قعدہ کہتے ہیں۔ گویا اس قدر عاجزی کے بعد اس قابل ہو گیا کہ دربارِ خداوندی میں بیٹھنے کی اجازت ملے۔ اس وقت بندہ یہ اظہار کرتا ہے کہ قلبی تعظیمات اور بدنی و مالی عبادات کا مستحق صرف حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہے۔ اس کے بعد بغرض مکافات ہدایت و رہبری حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلامِ پیغام پہنچایا جاتا ہے۔ گویا کہ روضہ شریفہ کے سامنے کھڑا ہو کر سلام عرض کر رہا ہے اور پھر اپنے اور اللہ تعالیٰ کے سب فرمانبرداروں اور اپنے ماں باپ اور تمام اہل اسلام کے لئے دعائے مغفرت و ہدایت وغیرہ کر کے نماز کے ختم کے لئے دائیں بائیں منہ پھیر کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ (یعنی دونوں طرف کے مومنین اور فرشتوں کو) سلام کر کے فارغ ہوتا ہے۔ گویا یہ عالم استغراق اور علوی تھا اور مومن کا معراج تھا جس سے فارغ اور واپس ہو کر عالم سفلی میں آ گیا اور آ کر اس جہان کے لوگوں کو سلام کہتا ہے جس طرح مسافر سفر سے واپسی کے وقت سلام کہتا ہے' کبھی صرف التحیات اور تشہد پڑھ کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور وہ اور ملا کر چار رکعت کے بعد سلام کرتے ہیں۔ اور پھر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں اور جو اپنی آرزو ہوتی ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں۔

نماز کی روحانی کیفیت

اے عزیز! جاننا چاہئے کہ جب تم نے نماز شروع کی اور اپنے ہاتھوں کو کانوں کے قریب لا کر تم نے اللہ اکبر کہا تو گویا تم نے ماسویٰ اللہ کو پس پشت ڈال دیا اور تم اپنے آقا و مولا کے سامنے اس حال میں کھڑے ہو کہ اُس کی پکڑ اور گرفت سے ڈر رہے ہو اور تم اس کی عفو و رحمت کے اُمیدوار ہو۔ جب تم اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے ہوئے ہو تو اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تم ایک مجرم غلام کی حیثیت میں اپنے آقا کے حضور میں حاضر ہو اور تمہارے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ تم اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ (سب تعریفیں اللہ کے لئے جو پروردگار ہے سارے جہانوں کا) کہہ کر اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتوں کا اظہار کر رہے ہو۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا) کہہ کر اُس کی رحمت کی طرف غایت احتیاج کی وجہ سے اُس سے رحمت طلب کر رہے ہو۔ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (مالک ہے روز جزا کا) کے قول سے اُس کے الطاف و عنایات کے خواہاں ہو کر اُس کی ثناء اور تعریف کر رہے ہو۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں) کے کہنے سے اپنی عبادتوں کا اُسے ہی مستحق بناتے ہوئے اور امداد طلب کرنے کے لئے اُسے ہی خاص کرتے ہوئے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (چلا ہم کو سیدھے راستہ پر) کے کہنے سے دین پر استقامت کا سوال کر رہے ہو۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (راستہ ان کا جن پر تو نے انعام فرمایا) کے کہنے سے صالحین کی اتباع اور جن پر خداوند تعالیٰ نے نعمتیں برسائی ہیں یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی تقلید کا سوال کر رہے ہو اور غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ اٰمِيْن (نہ اُن کا جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا، اِس دُعا کو قبول فرما) کہتے وقت اُس کے غضب اور اپنی گمراہی سے پناہ مانگ رہے ہو۔

پس جب کہ تم فاتحہ اور قرأت پڑھ چکے تو گویا اب تمہیں کہا جا رہا ہے کہ اپنے رب کے سامنے جھک جاؤ اور اُس کی تعظیم زبان اور تن سے بجا لاؤ تا کہ وہ تم پر رحم کرے اور تمہاری دُعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشے۔ پس تم جھک پڑتے ہو اور رکوع کرتے ہوئے دوہرے ہو جاتے ہو اور کہتے ہو سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ (پاک ہے میرا پروردگار عظمت والا) اس میں اشارہ ہے پروردگار کی بڑائی اور بندے کی ذلت کی طرف۔

اب گویا تمہیں کہا جاتا ہے کہ اپنے سر کو اُٹھاؤ کہ تمہارا رب تم پر مہربان ہوا ہے اور تمہاری دُعا اور تسبیح کو اُس نے سن لیا ہے اور قبول فرمایا ہے۔ پس تم اس حال میں کھڑے ہو جاؤ کہ تمہارے بندھے ہوئے ہاتھ بھی کھول دیئے ہیں اور تم کہتے ہو سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَہٗ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ (اللہ نے اُس کی سن لی، جس نے اُس کی تعریف کی۔ اے ہمارے پرودگار سب تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں) کہ تم نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔

پھر جبکہ تمہیں قبولیت کی بشارت مل جاتی ہے تو تم اس شکرانہ میں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف فرما دیا ہے اس کے سامنے سجدے میں گر پڑتے ہو اور اس طریقہ سے اپنے تئیں ذلیل ہوتے ہو اور اپنے رب جل شانہٗ کی بڑائی اور پاکی کے ساتھ تسبیح یعنی سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی (پاک ہے میرا پرودرگار بہت بلند) پڑتے ہو اور سجدہ کو پھر جو دوہراتے ہوئیہ اس لئے کہ یہ دو سجدے تمہاری ذلت اور اللہ پاک کی تقدیس پر تمہارے دو گواہ بنیں۔

یہی دوسری رکعت کی کیفیت اور حقیقت ہے۔ پھر جبکہ دونوں رکعتیں پڑھ چکے تو اب تمہیں اپنے رب کی مجلسِ اُنس میں بیٹھنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ اُس وقت تم اپنے پروردگار پر سلام کہتے ہو اس قول سے کہ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ (تمام قولی عبادتیں اور تمام فعلی عبادتیں اور تمام مالی عبادتیں اللہ کے لئے ہیں) اس وقت گویا تمہیں کہا جاتا ہے کہ جو کچھ یہ فضیلت اور کرامت تمہیں عطا ہوئی ہے۔ یہ محض حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور طفیل سے ہیں اس لئے کے اُسی مقدس ہستی ہی نے تمہیں اس ترتیب کے ساتھ نماز سکھائی ہے تو تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک کو حاضر سمجھ کر یہ

کہتے ہو کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ (سلام ہو تم پر اے نبی اور اللہ کی رحمتیں اور اُس کی برکتیں) تو تمہیں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح جواب دیتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ (سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر) حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تمہارے سلام کو محض اپنے نفس مبارک کے لئے خاص نہ فرمایا۔ بلکہ سب صالح بندگانِ خدا کو اس میں شامل فرمالیا۔ اس لئے کہ آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا ہے۔ جبکہ صلحاء کے ارواح نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عام عنایت کو سنا تو سب پکار کر کہنے لگے کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں) اب تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نامِ نامی کو سن کر کہتے ہو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝ (اے اللہ! رحمت نازل فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور آپ کی آل پر رحمت نازل فرمائی ہے' بیشک تو تعریف کیا گیا ہے' بزرگ ہے' اے اللہ! برکت نازل فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور آپ کی آل پر برکت نازل فرمائی ہے' بیشک تو تعریف کیا گیا ہے' بزرگ ہے۔

اب تمہیں کہا جاتا ہے کہ سلام پھیرو کہ سلامتی سے فائز ہوئے تو تم دائیں اور بائیں کہتے ہو اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ (تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت) اور کہتے ہو کہ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَاِلَیْكَ یَرْجِعُ السَّلَامُ حَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَ اَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ط بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ط (اے اللہ تو ہی سلامتی دینے والا ہے اور سلامتی تیری

ہی طرف سے ہے اور سلامتی تیری ہی طرف لوٹتی ہے اے ہمارے پروردگار ہم کو سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ اور داخل کر تو ہم کو اپنے سلامتی کے گھر' اے ہمارے پروردگار تو برکت والا اور بلند ہے' اے صاحب عظمت و بزرگی تیری رحمت کے ساتھ اے بہت زیادہ رحم کرنے والے)

نماز چونکہ اللہ اور بندے کے درمیان تعلق کو جوڑتی ہے اس لئے بندے کو چاہئے کہ وہ خشوع و خضوع اختیار کرے تا کہ اس کے جذبہ بندگی و عبودیت پر رب کی ربوبیت کا رعب و دبدبہ قائم رہے۔

مذکور ہے کہ جب کسی چیز پر انوار و تجلیاتِ الٰہی کا نزول ہو تو وہ خشوع و خضوع اختیار کر لیتی ہے۔ اس لئے جس بندے کو نماز میں اللہ سے تعلق قائم ہو جائے تو اس کے لئے اس پر انوار و تجلیات کا نزول ہوتا ہے اور وہ خشوع و خضوع اختیار کرتا ہے۔ چنانچہ فلاح و کامرانی صرف انہی لوگوں کے لئے ہے' جو اپنی نماز میں خشوع و خضوع اختیار کرتے ہیں۔ اگر دل میں خشوع خضوع نہیں ہوگا تو فلاح و کامرانی بھی نہیں ہو گی۔ کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو"

چنانچہ نماز جب اللہ کے ذکر کے لئے ہوگی تو اس میں نسیان اور فراموشی کیسے ممکن ہے۔ ﴿عوارف المعارف مترجم: ۴۰۸﴾

معراج المؤمنین

حضرت علامہ مولانا پیر ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی قادری محدثِ دکن رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف لطیف ''معراج نامہ'' میں رقمطراز ہیں:

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ جگہ جگہ اپنی نعمتوں کا ذکر کر کے احسان جتلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ اے بندے! کبھی تو نے یہ بھی سوچا ہے کہ ہمارے تجھ پر کیا کیا احسانات ہیں؟

تو معدوم تھا ہم نے تجھ کو موجود کیا...... اپنی نعمتوں سے تیرے لئے زمین کے دستر خوان کو آراستہ کیا ...... تو بے سمجھ تھا' تجھ کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کون سی چیز تیری رُوح کو ضرر دینے والی ہے' ہم نے اُس کو تجھ پر حرام کر دیا تاکہ زبردستی تجھ کو اس ضرر سے بچائیں۔

تیرے ماں باپ بھی تجھ پر مہربانی اور شفقت نہیں کر سکتے جو ہم نے تجھ پر کی ہے۔ ادنیٰ سی مثال یہ ہے کہ تو چھوٹا سا بے سمجھ تھا اور تیری ماں سو جاتی تھی' اگر کوئی موذی جانور تجھ کو ضرر پہنچانا چاہتا تو نہ تو اُس کو دفع کر سکتا تھا اور نہ ہی تیری ماں کو اس کی کچھ خبر ہوتی' ہم ہی تیری حفاظت کرتے تھے' اب بھی موذیات سے تو کیا خاک بچ سکتا ہے' ہماری نگہبانی نے تجھ کو آرام میں رکھا ہے۔ ایک انسان ہے' سینکڑوں اس کے دشمن ہیں' سانپ' بچھو' شیر' جن اور خود انسان' انسان کا دشمن ہے۔ بندے تو اکیلا کس کس سے بچتا' اگر ہماری مہربانی اور حفاظت نہ ہوتی تو کس کس سے جان بچاتا۔

ابر اُٹھا کر پانی ہم برساتے ہیں یا تو' بیج تو بوتا ہے' کھیت ہرے بھرے ہم کرتے ہیں یا تو؟ تیرے دکھ درد میں ہم کام آتے ہیں' تیری مصیبت میں ہم رحمت سے پیش آتے ہیں' بغیر سوال کے ہم تیری ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں۔

بندے! سچ کہنا تو کیسی کیسی نافرمانیاں کرتا ہے ہم سب سے چشم پوشی کر کے ہر وقت تیرے پر رحم کی نظر رکھتے ہیں۔

آخرت میں تیرے واسطے وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں' جن کو آنکھ دیکھتی ہے نہ کان نے سنا ہے۔

یہ نمونہ ہے ہمارے بڑے بڑے احسانات کا' کیا ان احسانات کا یہی بدلہ ہے جو تو ہمارے ساتھ پیش آ رہا ہے' اگر کسی کے ایک دو حق ہوں تو اُس کو پورا کرتا ہے اور وہ پورا کرا کے چھوڑتا ہے۔ ہمارے سینکڑوں حق تجھ پر ہیں مگر کسی حق کا تو کچھ خیال نہیں کرتا۔

ماں باپ کا اولاد پر حق ہے کہ وجود انہیں کے سبب ملا ہے' اس لحاظ سے بھی ہم ہی مستحق ہیں کہ اصلی وجود ہم نے دیا ہے۔

استاد کا حق شاگرد پر ہے کہ جہل سے نکالا' اس لحاظ سے بھی ہم ہی مستحق ہیں:

"عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ" ﴿پ ۳۰' سورہ العلق آیت ۵﴾

(ہم نے انسان کو وہ سکھایا جس کو وہ نہیں جانتا تھا)

مرشد کا حق مرید پر ہے کہ باعث ہدایت ہوا' اس لحاظ سے بھی ہم ہی مستحق ہیں' اگر ہم ہدایت نہ دیتے تو کیا ہدایت پاتا؟

مالک کا حق غلام پر' شہنشاہ کا حق رعایا پر' اور معشوق کا حق عاشق پر ہوتا ہے' اس لحاظ سے بھی ہم ہی مالک ہیں' ہم ہی شہنشاہ ہیں اور ہم ہی محبت کرنے کے لائق ہیں۔

بندے پھر تو ہمارے کون کون سے حق کو بھولے گا' ایک دن ہم ہی سے کام پڑے گا'

اُس دن ہمارے دربار میں ہاتھ باندھے ہوئے غلامی کا اظہار کرے گا۔ اُس وقت کچھ نفع نہیں' یہاں غلامی کا اظہار کر' یہ کام آنے والا ہے۔

حکایت

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اگر فردیک نفس از دیدار حق محروم مانم در آخرت چنداں بگریم و نالم کہ ہمہ اہل بہشت را بر من رحم آید

(اگر کل قیامت میں ایک لحظہ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم رہوں تو اتنا روؤں گا کہ تمام بہشتیوں کو مجھ پر رحم آئے گا)

رابعہ رحمۃ اللہ علیہا گفت ایں سخن نکوست' اما اگر در دُنیا چناں ست کہ یک نفس از ذکر حق تعالیٰ غافل می ماند ہماں ماتم و گریہ وزاری پدید آید' نشان آنست کہ در آخرت نیز چناں خواہد بود والا نہ خیانست

(رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا فرمائیں' یہ جو حسن بصری فرمائے ہیں: بہت اچھی بات ہے' آخرت میں ایسا اُس وقت ہوگا کہ دُنیا میں بھی جب اللہ کی یاد سے ایک لحظہ غافل رہے تو ایسے ہی گریہ وزاری اس سے ظاہر ہو' جیسے آخرت میں دیدارِ حق نہ ہونے سے ظاہر ہوگی ورنہ باتیں ہی باتیں ہیں)

غرض بندے ہمارے تجھ پر سینکڑوں حق ہیں' کوئی نہ کوئی حق ادا کر' دیکھ وقت جاتا ہے' کب تک ہاتھ پر ہاتھ لئے بیٹھا رہے گا' کچھ تو بن کر آ' عاشق بن' اگر عاشق نہ بنا تو طالب بن' طالب نہ بنا تو غلام بن' غرض کچھ نہ کچھ بن کر چل۔ غلام کیسے بنا کرتے ہیں' غلامی کا کیسے اظہار کرتے ہیں' اس کی بھی تجھ کو خبر نہیں' یہ بھی ہمارا احسان ہے' آ ہم سکھاتے ہیں' مسجد بھی کبھی تو نے دیکھی ہے۔

حکایت

کسی کا بیل چھوٹ کر مسجد میں گھس گیا' لوگوں نے ملامت کی' کہنے لگے میاں! بیل جانور بے عقل ہی مسجد میں چلا آیا' کبھی ہم کو بھی دیکھے ہو کہ مسجد میں آئے ہیں۔

اگر بے عقل ہی مسجد میں آیا کرتے ہیں اور سمجھ دار مسجد میں نہیں آتے تو بس غلامی کا اظہار کرنا سیکھ چکے' غلامی سیکھنا ہو تو ذرا بے عقل بن کر مسجد میں آؤ' پھر دیکھو اس کے غلام کیسے غلامی کا اظہار کرتے ہیں' سچ مچ عقل بالائے طاق رکھ کر اللہ کے سامنے کیا کیا کرتے ہیں۔

اگر کھانے' پینے' جورو' بچوں میں لگ کر ہم کو بھول گئے ہو' خیر ہم اس پر بھی چشم پوشی کرتے ہیں' اگر کوئی یاد دلانے والا یاد دلائے جب تو تم ہم کو یاد کرو' ورنہ ایک دن ایسے ہی کھاتے پیتے اپنی اپنی عورتوں میں خوش ہوں گے کہ صورِ قیامت پھونکا جائے گا' اس وقت سب ہم کو یاد کریں گے' مگر اس وقت کی یاد بے فائدہ ہے' اسی طرح اب جب تم کھانے پینے' بیوی بچوں میں ہوں گے کہ مؤذن سوتوں کو جگائے گا' بھولوں کو یاد دلائے گا اُس وقت ہماری یہ یاد نفع دے گی' اس لئے پہلے مؤذن کہتا ہے:

"اَللّٰهُ اَكْبَرُ"

مسلمان تم کھانے پینے' جورو' بچے' معاملات' جن جن چیزوں میں پھنسے ہو' ان سب سے خدائے تعالیٰ معظم ہے' بڑا ہے' یہ لفظ ہمارے سچے غلاموں پر وہ اثر ڈال رہا ہے' سارے تعلقات ٹوٹ رہے ہیں' ہر چیز خدا کی عظمت کے سامنے حقیر نظر آرہی ہے' بے ساختہ اِدھر مؤذن کہتا ہے تو اُدھر سننے والوں کے منہ سے نکل رہا ہے:

"اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ"

بارالٰہا! اب تک مَیں دھوکہ میں تھا' کھانے پینے' جورو بچوں کو ہی مقصودِ اصلی سمجھا ہوا تھا' اب تیری عظمت نے سب کو نظروں سے گرا دیا' معبود بھی تو ہی ہے' مقصود بھی تو

ہی ہے' محبوب بھی تو ہی ہے' دل لگانے کے قابل تو ہی ہے' اب تک جو کٹی غفلت میں کٹی' یہ غفلت پہلے ہی سے اُٹھا دینا تھا' غلام اپنی بدبختی سے آقا کو چھوڑ کر بھاگتا ہے تو آقا اُس کو زبردستی پکڑ کر بلاتا ہے' اب تک آپ مجھ کو کیوں نہیں پکڑ منگوائے' کیوں مجھ کو اپنی مجلس سے نکال دیئے تھے' کیوں مجھ کو شیطان کے ہاتھ میں دے دیئے تھے' خیر جو ہوا سو ہوا' حاضر ہوں' بتاؤ کیا خدمت ہے کہ وہ کروں' کوئی مستی میں کہتا ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور کا چرواہا کہہ رہا تھا:

ہے کہاں تو جلوہ گر بتلا مجھے
تیری دُوری نے دیا تڑپا مجھے
ہے بتا کس جا تو اے جانِ جہاں
تا کہ کروں قربان تیری خدمت میں جاں
رات دن میں تیری خدمت میں رہوں
ایک دم غمگین تجھے نہ ہونے دُوں
خوب سا مل مل کے نہلاؤں تجھے
اور اچھے کپڑے پہناؤں تجھے
تیل ڈالوں سر میں' اور کنگھی کروں
اُچکنیں تیرے لئے اچھے سیوں
ڈھونڈ کراوں کی تیری ماروں جوئیں
اور' کھلاؤں ہر طرح کی نعمتیں
ہو اگر بیمار تو اے کردگار
جان و دل سے ہوں تیرا میں غمگسار
پاؤں دابوں اور چوموں ہاتھوں کو

رات کو بستر پہ سونے کو کروں اور
اے میرے رب! جاں میری تجھ پہ فدا
اور سب اولاد گھر بار میرا
روغنی روٹی پکا کر اور کھیر
اور بہت لسی، دہی، مسکہ، پنیر
لاؤں میں تیار کر کے آگے تیرے
روز ہو کھانا تیرا گھر سے میرے
اے خدا تجھ پر ہو قربان میری جان!
اور میرے سب بکریاں اور خانماں!

غرض اس طرح کے خیالات سُوجھ رہے تھے کہ موذن نے کہا:

"اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ"

یوں بغیر کسی رہبر کے چلنے سے ایسے ہی خیالات سُوجھتے ہیں، محمد سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم جیسے راہبر کے پیچھے ہو کر ہمارے پاس آؤ۔

ایسے میں موذن نے رہبر کی طرف سے اعلان شائع کیا کہ خدا کے دربار میں دودھ، پنیر، پاؤں دابنے کی ضرورت نہیں:

"حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ"

ان کو جو خدمت پسند وہ نماز ہے، نماز ہی سے ہمارے سب احسانات کا شکریہ ادا ہو جاتا ہے اس لئے نماز کو آؤ، نماز پڑھ کر خدا کی خدمت کرو، یہی خدمت خدا کو پسند ہے، مگر یہ دربار کریم کا دربار ہے، خالی خدمت کے لئے نہیں بُلاتے:

"حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ"

خدمت کر کے نجات و کامیابی کا، معشوق کی خوشی کا خلعت تیار ہے، آؤ لیجاؤ۔

چلنے کو ہی تھا کہ پھر شیطان نے وسوسہ ڈالا' کہاں تُو کہاں وہ معشوق' کہاں تُو کہاں وہ شہنشاہ' پھر موذن نے دوبارہ

"اَللّٰہُ اَکْبَرُ ..... لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ"

کہہ کر وسوسہ کو مٹا دیا' یہ غلامی سیکھنے کے لئے اب مسجد کو' اپنے دل کو یہ سمجھاتے چلا۔

حکایت

بازارِ مصر میں جب حضرت یوسف علیہ السلام بک رہے تھے' کروڑ ہا روپے قیمت اُٹھ رہی تھی' ایک بوڑھی تاگے کی چند کھنڈکیاں لے کر چلی' لوگوں نے کہا تُو کس شمار میں ہے وہاں کروڑ پتی کی دال نہیں گلتی' اُس نے کہا سیدنا یوسف علیہ السلام ان داموں کو نہ ملیں' مگر سیّدنا یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں میرا نام تو لگ جائے گا۔ ایسا ہی اے دل! اگر خدا کے نہ عاشق بنے' نہ طالب' نہ سچے غلام تو خیر' غلاموں کی فہرست میں نام تو لگ جائے گا' اتنا بھی ہو گیا تو زہے قسمت' اب مسجد میں آکر دیکھتا ہے کہ غلام غُلامی کا اظہار کر رہے ہیں' ظاہر جسم تو مخلوق سے ڈھانپے ہیں' باطن کی بُرائی خالق کے سوا کسی سے نہیں ڈھپ (چھپائی جا) سکتی' ندامت پشیمانی کا پردہ چھوڑ دیا' یہ ندامت سترِ باطنی ہے اور وہ لباس سترِ ظاہری۔

تکبیر ہو رہی ہے' ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ ایک بہت بڑے شہنشاہ کی آمد آمد ہے' نقیب پکار رہا ہے' اتنے میں درباری وکیل (امام) آگے بڑھ کر القابِ شہنشاہی پکارا:

"اَللّٰہُ اَکْبَرُ"

لو مبارک ہو وہ شہنشاہ تشریف لائے' یہ سنتے ہی سب کے منہ سے وہی القاب' نکل رہے ہیں:

"اَللّٰہُ اَکْبَرُ"۔

"اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کے ساتھ ہی ہاتھ اُٹھ رہے ہیں' میرے مولیٰ تیری بڑی شان ہے
کان کو ہاتھ لگائے جا رہے ہیں' دو عالم سے بیزاری ظاہر کر رہے ہیں' یا اس سے بتایا جا
رہا ہے کہ ایسی بڑی شان والا کہیں سُنا نہیں' موجود ہونا کیسا' یا اس واسطے ہاتھ اُٹھا رہے
ہیں کہ سُن لیا ہے شہنشاہ کی تشریف آوری ہو چکی ہے۔ ڈوبتا (شخص) ہاتھ مارتا' اونچے
کرتا ہے ہمیں بھی گناہوں کے دریا میں ڈوب رہا ہوں' میرے مَولا! میرا ہاتھ پکڑ لے'
گناہوں کے دریا میں ڈوبنے مت دے' ہاتھ باندھ کر نیچے نگاہ کئے' نہایت ادب سے
کھڑے ہوئے غلاموں کو آپ دیکھتے ہیں' غُلام کیا بلکہ بھاگے ہوئے غلاموں کی طرح
سر جھکائے ہوئے کھڑے ہیں' اس وقت کچھ ایسی فضیحت و رُسوائی ہو رہی ہے کہ سر
اُٹھائے نہیں اُٹھ رہا ہے' آنکھیں ہیبت سے نیچے کئے' چہرہ پر جلال و خوف کے آثار
نمایاں ہیں' پھر دیکھا سب کا منہ ایک ہی طرف ہے' اس سے یہ بتاتے ہیں کہ میرے
مُولا! آپ کو پھُوٹ (اختلاف) سے نفرت ہے' اس لئے ہم سب اتفاق بتانے ایک
ہی طرف منہ کئے کھڑے ہیں۔ ظاہر میں تو ایک ہی طرف منہ کر کے اتفاق کا اظہار کر
رہے ہیں مگر دل چوطرف بھاگ رہا ہے' ہاتھ باندھ کر یہ بتاتے ہیں کہ میاں دل
بھاگ رہا ہے اس کو پکڑ' پکڑ کر آپ کی طرف لا رہا ہوں' اب آپ ہی اس کو سنبھالو'
قیامت کا پورا نمونہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا' قیام سے قیامِ قیامت یاد آ گیا! ایسا ہی
خدائے تعالیٰ جلوہ افروز ہو گا' سب ہاتھ باندھے سر جھکائے کھڑے ہوں گے' ان
آنکھوں سے تو یہ دیکھ رہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق باطن کی آنکھ سے
یہ دیکھ رہا ہے کہ اس نمازی کے سر سے لے کر آسمان تک رحمتِ الٰہی کی گھٹا چھائی ہوئی
ہے' نیکیاں مینہ کی طرح برس رہی ہیں' فرشتے اس نمازی کے پیروں سے آسمان تک
اس کے چاروں طرف جمع ہو گئے ہیں' اس کو متبرک سمجھ کر اس کی زیارت کر رہے ہیں۔
بادشاہوں کے سامنے عرض معروض کرنے سے پہلے سلطانی عظمت ظاہر کرنے

کے لئے چند القاب ذکر کرتے ہیں ثناء بمنزلہ القاب شاہی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے پیغمبر کے معراج کے وقت بھی شیطان موجود تھا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مطلع کیا تھا، کہیں میری معراج (نماز) کے وقت بھی شیطان حارج نہ ہو اس لئے "اَعُوْذُ" پڑھ کر خدا کی پناہ میں آرہا ہوں۔

یا یوں سمجھ لیجئے کہ دربارِ الٰہی بھرا ہوا ہے یہ بھی دربار میں بلائے گئے ہیں ہاتھ باندھ کر غلاموں کی طرح حاضر ہیں کچھ تو شیطان دشمن کی شکایت ہو رہی ہے کہ میاں وہ آپ سے اب تک دور رکھا اور کچھ اپنی بے بسی کا اظہار ہو رہا ہے اب عرض معروض کا وقت آ گیا اب عرضی گذرانتا ہے (گزارتا) بادشاہوں کے عرضی کے القاب ہو تے ہیں یہاں عرضی کے القاب یہ کہہ رہا ہے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ"

مَیں کچھ نہیں ہوں آپ ہی حمد کے لائق ہیں۔

"رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ"

مَیں سمجھتا تھا کہ میری بھی کچھ ادنی سی ربوبیت ہے۔ نہیں پیارے آپ ہی ربوبیت کے سزاوار ہیں آپ ہی سب کے پالنے والے ہیں۔

"اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ"

آپ کی محبت کا کیا کہنا قصور دیکھتے ہیں پھر برابر روزی دیتے جاتے ہیں قصور کر رہے ہیں پھر ذرا توبہ کر لئے تو آپ جنت کی نعمتیں ہم پر نثار کر دیتے ہیں کیا آپ کی مہربانیاں اور عنایت کہوں عمر بھر گنہگار اگر توبہ کرے تو آپ فرماتے ہیں ارے گنہگار بندے گھبرا مت اگر تو نے زمین بھر کر گناہ کیا ہے تو میں آسمان بھر کر رحمت تجھ پر نثار کرنے کو تیار ہوں۔

"مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ"

آپ کو شہنشاہت کے پورے اختیارات ہیں' آپ وہ ہیں کہ بڑے بڑے زبردست بادشاہ' مغرور پہلوان' جن وانس اور فرشتے تھرتھراتے' کانپتے' ڈرتے لرزتے حضور میں ہاتھ باندھے ہوئے ایسے ہی حاضر ہوں جیسے میں اس وقت حاضر ہوں' سب کا فیصلہ آپ کے قبضہ میں ہوگا۔

"اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ"

میں آپ کا پشتنی غلام ہوں' ہمیشہ سرکار سے ہر قسم کی مدد ملتی رہتی ہے قدیمی نمک خوار ہوں۔

پھر عرضی کا اصل مضمون پیش کرتا ہے:

"اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ"

اصلی معروضہ یہ ہے کہ صراطِ غلامی پر رکھو' جو چاہو کرو' مگر میاں اپنی غلامی سے مت نکالو' معاش کی فکروں میں پھرتا تو یہ مت سمجھنا میاں کہ آپ کو بھولا ہوا ہوں' آپ ہی کا حکم ہے اس لئے جاتا ہوں' پھر دوڑ دوڑ کر آپ ہی کی طرف آتا ہوں۔

اس کی نعمت کا خاص کر دستر خوان زمین کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرکے استقامت شکریہ کی دعا کرکے ناشکروں کے زمروں سے بچانے کی درخواست کررہے ہیں۔

ایک فرشتہ پکار رہا ہے اے نمازی بندے! اگر تو دیکھ لے کہ تیرے سامنے کون ہے اور تو کس سے باتیں کررہا ہے تو واللہ! قیامت تک سلام نہ پھیرے نماز ہی میں مشغول رہتے رہتے مرجائے اور کبھی بس نہ کرے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہیبت طاری ہوئی تو دل بہلانے فرمایا:

"وَمَا تِلْكَ بِیَمِیْنِكَ یٰمُوْسٰی" ﴿پ١٦ طٰہٰ:١٧﴾

(موسیٰ تمہارے سیدھے ہاتھ میں کیا ہے)

ایسا ہی بندہ کو معراج ہورہا ہے کچھ ایسی ہیبت طاری ہے کہ قریب ہے کہ بے

ہوش اور بے سدھ ہو جائے' اس لئے بہلاتے ہیں' کبھی ''فیل و ابابیل'' کے قصے سنتے ہیں تو کبھی ابولہب کی داستان' یہ ضم سورہ ہے' آخر اللہ تعالیٰ کی ہیبت و عظمت سے عاجز ہو کر سر جھکا جا رہا ہے' رکوع کیا' یا یوں سمجھیے عرضی پیش ہونا تھا فوراً منظور' اللہ اللہ کیا سخی داتا ہے' کیا سخی دربار ہے' قیام میں تمام گناہوں کی پوٹلی سر پر رکھے تھے' رکوع میں جاتے ہی سب گناہ جھڑ جاتے ہیں' رکوع سے خوش خوش اُٹھتا ہے ''سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ'' کہتے ہوئے کہ میرے اللہ نے سن لیا' پاک صاف کر دیا۔

اس وقت حکم ہوتا ہے کیوں بندے گیا نہیں' تو سنا تو ہوگا کہ بادشاہوں کے پاس جانے کے لئے کیا کیا اہتمام کرنا پڑتا ہے کس کو کوششوں سے کبھی ملاقات نصیب نہیں ہوتی ہے' کیوں بندے ہمارا بھی دربار دیکھا' جب تو چاہے ہمارے پاس چلا آ سکتا ہے: نہ تجھے اجازت کی ضرورت' نہ کوشش کی حاجت' ہاتھ باندھ لئے خدا کے سامنے ہو گئے۔

پھر نمازی دل میں کہتا ہے میرے پیارے کیا کروں' تیری نعمتوں کا شکریہ کس طرح ادا کروں تو بتاؤ میاں! میاں وہ کون سا کام کروں جو تیرے احسانوں کا کچھ تو بدلا ہو' تیری شان عالی کے سامنے مجھ بیچارے سے کیا ہو سکتا ہے' میرے سارے جسم میں سر اور چہرہ شریف ہے اس شریف عُضو کو آپ کے سامنے زمین پر رکھتا ہوں تا کہ میری انتہائی عاجزی کا اظہار ہو جائے' اور میں جانتا ہوں اس سے آپ کی کچھ عظمت و کبریائی بڑھتی نہیں' آپ سب بڑوں سے بڑے ہیں' صرف میری عاجزی کا اظہار مقصود ہے اس لئے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے ہوئے سجدہ میں سر رکھ دیتا ہوں یا یوں سمجھیے کہ رکوع سے کھڑے ہوتے ہی خیال آتا ہے کہ رکوع میں بھی میں دور تھا تو یہ سرفرازی ہوئی' نزدیک ہونے سے خدا جانے کیا کیا ہو' اس لئے قدموں پر گرا۔

حکم ہوتا ہے بندے گناہ تھے وہ تو دھوئے' لے اب تجھے اپنا مقرب بناتے ہیں'

میرے بندے سجدہ سے سر اُٹھا' کیوں پریشانی ہے تو ہی ہم سے دور دور تھا ہم کیا کریں' اب آ گیا ہے تو تمہارا ہے' ہم تیرے ہیں۔

صاحبو! یہ علاقہ یہاں کیا قبر میں مزہ دے گا۔

حکایت

رابعہ بی بی رحمۃ اللہ علیہا کی قبر میں منکر نکیر پوچھے "مَنْ رَّبُّكَ" (تیرا رب کون ہے) تو رابعہ نے کہا' میرے رب سے کہو تو اپنی لکھوکھا مخلوق میں سے ایک بوڑھی کو نہیں بھولا' قاصد بھیجا ہے تو بھلا یہ بوڑھی کا آپ کے سوا کوئی نہیں' میں کیسے آپ کو بھولتی' جو آپ چاہتے ہیں امتحان لیں کہ میں یاد رکھی ہوں یا بھولی ہوں۔

جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو مجبور ہو کر ایک عبادت میں طرح طرح کی عبادتیں کرتا ہے' قیام' رکوع' سجدہ' تکبیر' تسبیح' تحمید' درود' تو میں قادر ہو کر کیا اس کا بدلہ نہیں دوں گا' طرح طرح کی عبادتوں کے بدلے' طرح طرح کی نعمتیں' قسم قسم کے میوے' رنگ برنگ کے کھانے کھلاؤں گا۔ سب عبادتوں میں سجدہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے' اس کے بدلے اعلیٰ درجہ کی نعمت جو میرے دیدار کی نعمت سے سرفراز کروں گا۔ میرے بندے! مجھے عذاب کرنے بہت سے کافر ہیں مگر تیرے کو میرے سوا کوئی نہیں ہے' اس لئے نماز کے بدلے تیرے سب گناہوں کو بخش دیا۔ میرے بندے! تیری ہر رکعت کے بدلے جنت میں ایک عالیشان محل' ایک خوبصورت حور دوں گا' تیرے ہر سجدہ کے صلہ میں میرے چہرہ پر نظر کرنے کی نعمت عطا کروں گا۔

یا یوں سمجھئے بندہ زمین پر پڑے ہوئے عرض کرتا ہے:

"سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى"

(آپ پاک ہیں میرے رب اور عالیشان ہیں)

تیری شانِ عالی کا کیا اظہار کروں' جس خاک پر رکھا ہوں' بس میں یہی خاک

تھا، تو نے مجھے اس خاک سے پیدا کیا، گو میں ناچیز ہوں مگر میرا رب بڑا اعلیٰ ہے۔

حکم ہوتا ہے اچھا بندے ذرا سب کو دکھا کہ ہم نے تجھے خاک سے کیسے پیدا کیا تو بندہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے ہوئے قعدہ میں بیٹھا کہ یوں خاک سے پیدا ہوا، پھر حکم ہوتا ہے کہ اس زندگی پر دھوکہ نہ کھانا، پھر خاک ملنا ہوگا، جاؤ خاک میں مل کر دکھاؤ کہ مر کر کس طرح خاک میں ملیں گے، فوراً اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے ہوئے دوسرے سجدہ میں گیا کہ یوں مر کر خاک میں ملیں گے، پھر حکم ہوتا ہے اچھا بندے! اب بتا کہ مرنے کے بعد خاک سے پھر کیسے زندہ ہوں گے تو اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے ہوئے دوسرے سجدہ سے سیدھا کھڑا ہو گیا کہ دیکھو یوں قیامت میں کھڑے ہوں گے۔ نمازی نے خدا کی قدرت کو آنکھوں کے سامنے دکھا دیا، اسی واسطے سجدہ میں جاتے وقت پہلے زمین پر زانوں رکھتے ہیں، پھر ہاتھ، پھر چہرہ اور اٹھتے وقت اس کا الٹا یعنی پہلے چہرہ، پھر ہاتھ، پھر زانوں اُٹھاتے ہیں، قیامت میں اس سجدہ کا لطف دیکھنا، سب لوگ قبروں سے نکل کر باہر آئیں گے، فوراً مسلمانوں کے پاس فرشتے آ کر ان کے سروں سے مٹی پوچھیں گے، تمام جگہ کی مٹی پوچی جائے گی مگر پیشانیوں کی مٹی ہزار پوچھنا چاہیں گے مگر وہ مٹی دور نہ ہوگی اتنے میں خدائے تعالیٰ کی طرف سے ندا ہوگی، میرے فرشتو! پیشانی کی مٹی کو رہنے دو، یہ قبروں کی مٹی نہیں ہے، یہ سجدوں کی مٹی ہے، یہ میں نے اس لئے ان کی پیشانی پر مٹی لگی ہوئی اُٹھایا ہے تاکہ سب کو معلوم ہو کہ یہ میرے سچے غلام تھے، غلامی کا جو اظہار کئے تھے یہ اس کی علامت ہے، پھر غلاموں کی طرح باادب بیٹھ کر تعریف کرتا ہے:

''اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّیِّبَاتُ''

(میرے اللہ ہی کے لئے ہیں میری مالی عبادتیں، میری بدنی عبادتیں اور دل وزبان کی ساری عبادتیں)

اس کے بعد ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ'' کہہ کر جن

کی بدولت دربار میں باریاب ہونا نصیب ہوا' ان پر سلام و درود بھیجتا ہے' اور دوست یاد آ گئے ان کو بھی ساتھ ملا لیا

"اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ"

نماز ختم کرنے کے لئے کہا:

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ"

بھائیو! اب تک میں دوسرے عالم میں تھا' کہاں کہاں گیا' بہت دور سے سفر کر کے پھر تمہارے پاس آیا ہوں:

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ"

سلام پھیرتے وقت صرف منہ پھیرتا ہے' سینہ قبلہ کی طرف ہے اس سے یہ بتاتا ہے کہ میرے مولا! آپ کے سامنے سے دل جانا نہیں چاہتا' آپ کی جدائی کا صدمہ نہیں سہا جاتا ہے' اب بہ مجبوری جاتا ہوں' منہ مخلوق کی طرف پھیر رہا ہوں' مگر دل کو آپ ہی کی طرف رہنے دیتا ہوں۔

یہ ہے غلامی کا اظہار' غلام اپنی غلامی کا کیسے اظہار کرتے ہیں' یہ دیکھنے کے لئے جو شخص مسجد میں آیا تھا وہ دیکھا کہ مسجد میں غلامی کا اظہار نہیں کیا ہے اس کو یہ عبادت بہت پسند آئی' وہ بھی اس عبادت میں شریک ہونا چاہا تو حکم ہوتا ہے یوں نہیں ذرا اس دنیا کے ظلمت کدہ کی سیاہی دھو کر آؤ' یوں بھی تو دربار شاہی میں جانے والا نہاتا' منہ ہاتھ دھوتا' کپڑے پہنتا ہے' تم بھی اب دربار الٰہی میں آ رہے ہو ایسا ہی کرو۔

دُنیا میں دو طرح کی لذت ہے ایک میں سدھ باقی رہتی ہے جیسا کھانا پینا' اس کے لئے ہلکی طہارت جیسے وضو دوسرے بے سدھ کرنے والی لذّت جیسے جماع' اس میں تم نے ہم کو بالکل بھولا' اس لئے تم خوب طہارت یعنی غسل کر کے آؤ اور پھر غلامی کا اظہار کرو۔ یہ ہے نماز! اور یہ ہے مسلمانوں کی معراج۔

نمازیو! تمہاری شان کل قیامت میں دیکھنے کی ہوگی' ایک مثال سے نمازیوں کی شان وشوکت کا اندازہ کرو۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت میں کئی جگہ ایسے ہیں کہ وہاں کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ اس میں ایک پل صراط بھی ہے' کیا کہوں کیسا خوفناک منظر ہوگا' دوزخ کی آگ جوش مار رہی ہوگی' اُس پر پُل تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک رکھا جائے گا' مسلمان وہاں پریشانی کی حالت میں کھڑے ہوئے ہیبت اور خوف ودہشت سے بے سدھ ہوکر رو رہے ہوں گے' فرشتے پوچھیں گے' ارے کیوں روتے ہو' وہ کہیں گے ہم کو آگ سے ڈر لگتا ہے' کیسے اس پر سے گذریں' ایسے میں کیا دیکھتے ہونگے کہ جبرائیل علیہ السلام آکر کہیں گے تم دریاؤں پر کیسے گذرتے تھے وہ کہیں گے کشتیوں کے ذریعہ سے۔

فوراً بڑے بڑے مکان ریل ڈبوں کی طرح آکر کھڑے ہو جائیں گے' وہ اس میں بیٹھ کر پل صراط سے پار ہو جائیں گے' پوچھیں گے یہ کیا تھے؟ فرشتے کہیں گے یہ تمہاری مسجدیں تھی جن میں تم نماز پڑھا کرتے تھے۔

مسلمانو! اب وقت ہے کہ تم نماز پڑھ کر آخرت کی عزت حاصل کرو۔ اگر یہ وقت گیا اور تم نے نماز نہ پڑھ کر موقع ہاتھ سے کھودیا تو پھر پچھتاؤ گے' اُس وقت پچھتانا کوئی فائدہ نہ دے گا۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلَّمْ

طالبِ شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ

ریاست علی مجددی

تحفۂ معراج

نماز دیاں برکتاں

ایہہ نماز نیاز کمال تحفہ لکھاں اوگناں تے پردے پا دیوے
ایہہ نماز مکالیاں گندیاں نوں دھو مانج کے صقل چڑھا دیوے
فحشہ بے حیائیاں نوں دور کر کے ایہہ نماز حضور پہنچا دیوے
کدی پڑھیئے محبت دی لاگ لا کے ایہہ نماز سب راز بتا دیوے
ظاہر باطن صفائیاں دا نور چشمی ایل میل تمام اڈا دیوے
ایہہ نماز معراج اے موماناں نوں باطن ملک دے سیر کرا دیوے
ولی پیر فقیر نماز کردی غوث قطب ابدال بنا دیوے
ایہہ نماز نہ چھڈی پیغمبراں نے ہووے کون جو سیس اٹھا دیوے
جان بجھ جو ترک نماز کردا رب کافراں نال سزا دیوے
بے نماز دا قلب سیاہ مُردا اتوں صورتاں لکھ سجا دیوے
اجکل بے نمازکئی بنے مُرشد انہاں پاپیاں نرگ جلا دیوے
مسلمان نماز دے باجھ کہیا بھاویں پیریاں لکھ جگا دیوے
دم دم نال نماز مجہول آکھن اسی پڑھیئے ابلیس پڑھا دیوے
صدی چودھویں راج فرنگیاں دا ہووے کون جو سچ سنا دیوے
ناہیں باجھ نماز نجات ہرگز ڈھوئی رب ناہیں کسے جا دیوے
دائم منگ نماز شبیر رضی اللہ عنہ والی تلے تیغ دے فرض نبھا دیوے

فہرس المراجع والمصادر

❖ قرآنِ پاک ❖ بخاری شریف ❖ مسلم شریف ❖ ترمذی شریف ❖ مشکوٰۃ شریف ❖

❖ کنز العمال ❖ الترغیب والترہیب ❖ نسائی شریف ❖ جامع صغیر ❖

❖ مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ❖

❖ معارج النبوۃ/مولانا ملا معین واعظ الکاشفی الہروی/مکتبہ نبویہ لاہور ❖

❖ غنیۃ الطالبین/غوثِ اعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ❖

❖ احیاء العلوم الدین/از حجۃ الاسلام امام محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ ❖

❖ اسرار الاحکام/از حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ❖

❖ نزہۃ المجالس/از حضرت مولانا عبدالرحمٰن صفوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ ❖

❖ نوادر قلیوبی/شیخ احمد بن احمد بن سلامہ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ/قادری رضوی کتب خانہ لاہور ❖

❖ عوارف المعارف/حضرت شہاب الدین ابوحفص عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ/شبیر برادرز لاہور ❖

❖ شرح الصدور/امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ/سبزواری پبلیشرز کھارادر کراچی ❖

❖ انیس الواعظین/از مولانا ابوبکر احمد بن محمد بن علی القرشی/مترجم مولانا عبدالعزیز ❖

❖ جنید و بایزید رحمۃ اللہ علیہم/عبداللطیف خان نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ/نشانِ منزل پبلی کیشنز لاہور ❖

❖ حسن نماز/عبداللطیف خان نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ/نشانِ منزل پبلی کیشنز لاہور ❖

❖ تنبیہ الغافلین/فقیہہ ابوالیث ثمر قندی رحمۃ اللہ علیہ ❖

❖ تذکرۃ الاولیاء/خواجہ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ ❖

❖ آنکھوں کی ٹھنڈک/علامہ منور حسین عثمانی ❖

❖ زیورِ اسلام/علامہ راشد الخیری ❖

❖ سکینۃ الاولیاء/شہزادہ دارا شکوہ ❖ حلیۃ الاولیاء ❖

❖ تذکرۃ الواعظین/از مولانا جعفر قریشی حنفی رحمۃ اللہ علیہ ❖

❖ روحانی لطائف ❖ روحِ نماز ❖ نماز و دعا ❖ نماز کی سب سے بڑی کتاب ❖ دُرّۃ الناصحین ❖ ماہنامہ عبقری ❖ اسلامی دستورِ حیات ❖ تیرے پراسرار بندے ❖

مطبوعات

- تفسیر الجیلانی (اردو)
- ریحان القرآن فی مرآۃ الرحمن
- اسرار الحقیقت فی تبیان الطریقت
- الارشاد السدام فی تبیان الاسلام
- حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ﷺ (اردو)
- مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات
- مظہر لاریب اردو ترجمہ شرح فتوح الغیب
- تفسیر عزیزی (اردو 4 جلد)
- برکات روحانی اردو ترجمہ طبقات الکبریٰ
- الیواقیت والجواہر
- جنات عدن اردو ترجمہ لطائف المنن
- انوار الصدیق ترجمہ عمدۃ التحقیق فی بشائر آل صدیق
- فیوض العارفین اردو ترجمہ نزہۃ الناظرین
- [illegible]
- ذخیرۃ السلوک (اردو)
- البرہان فی خصائص حبیب الرحمٰن
- عطائے حبیب فقہی مسائل کا مجموعہ (سوال جواب) (3 جلد)
- فضائل و مسائل درود شریف
- جمال مصطفیٰ [illegible] (مجموعہ درود پاک)
- شفاء السقام فی زیارت خیر الانام
- حضور ﷺ [illegible] بحیثیت معلم اعلیٰ
- لمعات مصطفیٰ ﷺ [illegible] خدا کی [illegible]
- [illegible] (جدید [illegible])
- اللہ و رسولہ اعلم (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سب سے زیادہ جانتے ہیں)
- سر الشہادتین (عربی اردو جدید ترجمہ شدہ)
- شب برات کے فضائل و دلائل
- ایمان کی شاخیں (تلخیص و ترجمہ شعب الایمان)
- تنبیہ الغافلین (دو جلد)
- بشارات [illegible] سید الابرار و مناقب آل نبی المختار
- شرح قصیدہ [illegible]
- یاران مصطفیٰ ﷺ [illegible] خلافت راشدہ
- [illegible] قرآن
- فضائل و مسائل [illegible]
- تجلیات [illegible]
- [illegible] رضی اللہ تعالیٰ عنہن
- تجلیات [illegible]
- تجلیات [illegible]
- تجلیات [illegible] النورین
- تجلیات [illegible] المرتضیٰ

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز [illegible] 37613885